

حاضرات ارواح

رئیس امر و ہوی

حاضرات ارواح

ریکس امر و ہوی

حاضراتِ ارواح

حصہ اول - دوم (مکمل)

مرچو

رئیس امر وہوی

اے مالکِ کل میرے والدین پر رحم فرما ----- آمین

ویلم بگ پورٹ

اردو بازار کراچی، پاکستان

فہرست

بہارِ حق بک پبلشرز "ولیم بک پورٹ" لاہور میں
اس کتاب کے کوئی بھی نسخہ فروغ نہ ہوگا۔ یہ کتاب ایک ایسی کتاب
کی شہرت بخشنے کی کوشش ہے جس کی شہرت کے بغیر اس کی جانتی
کامیابی غیر ممکن ہے۔

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
42	کشف قبور	05	حرف اول
43	زندگی کا عذاب	14	روحیت کا مذہب
44	مروجہ خالہ زادوں کی	17	عقاب سرخ
45	قبرستان میں	19	مذہبِ کیم شپ
47	شہیدِ مہرِ عروہ	20	روحوں کی تجسیم
49	بڑھاپائی اشی	21	میرا مشاہدہ
53	ارٹھان واکر	23	آگرہ کا واقعہ
54	سماں و مکتوں کا تون	25	آسمان کی سیر
52	دبھے میں	26	جنگل
59	روح کے کشمکش	26	شیوری کے بزرگ
62	خوشبو کے روح	31	دادا جان مرحوم
66	ولیم اسلام	33	خارق العادت
70	مرد کے کافیاں ملی علاج	33	عقل کا بھینس
72	دھڑلے	34	ایک سال قبل
73	سواری اور سوار	36	غیر معمولی قوتیں
75	عبدالغفور مرحوم	37	نور اور خوشبو
77	شہیدِ ناک چمک	38	دیوار شریف
78	بیکو چمک و بپ	40	تذکرہ خوشبو

اشاعت : اکتوبر 2013ء
اہتمام : قمر زیدی
کیپرنگ : دانشور گراہنس
قیمت : 450/- روپے

مِرْچُو

اے مالکِ کُل میرے والدین پر رحم فرما آمین

بہارِ حق بک پورٹ

میں اردو بازار گراہنس - پاکستان

فون : 021-32639581-32633151

فیکس : 021-32638086

ای میل : welbooks@hotmail.com

wbp@welbooks.com

ویب : www.welbooks.com

131	کس قدر رحمت	83	ان دیکھا ہاتھ
132	ثانی کی روح	85	عقل کا کرب
134	سایہ رنگ	90	بلوچستان کا بحیل
136	طبیعی حرارت	92	ان بلوط کا مشاہدہ
138	چند کلیات	95	خارق العادات
140	پوچھ اور پھر کرے	96	حرف آخر
142	آزاد نگاری		حصہ دوم
144	17 ستمبر 74ء	99	خارق العادات کسی مظاہر
146	مرشد علی کا فیض	100	موکل کی حیثیت
147	ادراک اور اسے احساس	101	شہادت کی کوتاہی
149	طبیعی روح	104	حاضرات کے مظاہر
150	مخاطب کے دیہات میں	106	اجسام ہر دوں مایہ
152	شکوک و شبہات	107	ارواح سلفی کے کثرت
153	کلیاتی؟	107	حقیقت روحانی
155	حاضرات موفقات	110	غلو کی
163	بنگالی مونی	111	آئین و انقباض
163	شام کو	112	فلسفہ شمس
164	ناقص فراموش تجربہ	114	روحانی مراسلات
165	اجنبی صرف ارواح	118	ایک روح سے مراسلت
168	مسئلہ ترقی پذیر	122	پلاچٹ کے حلقہ تجربہ
169	سیادوں کی حلقہ	126	روحانی بحث
170	انج آف دی ورلڈ	130	مصنف کی طرف سے شکریہ

حرف اول

حاضرات ارواح کیسے کہتے ہیں؟

حاضرات ارواح کہتے ہیں 'روحوں کو طلب کر کے ان سے تحریر یا تقریر کے ذریعے سوال و جواب کرتا۔ حاضرات ارواح کا عمل آج سے نہیں شعور انسانی کے آغاز سے رائج ہے لیکن حاضرات ارواح کے عمل کی حقیقت، ماہیت اور نوعیت اب تک واضح نہیں۔ ہمارے عمل اور تحقیق کا مدار احساسِ فہم پر ہے اور احساسِ فہم صرف ان حقیقتوں کا ادراک کر سکتے ہیں جنہیں محسوس کیا جاسکتا ہے خواہ وہ احساسِ آئندہ کے ذریعے ہو یا کان کے ذریعے ہم چھو کر دیکھیں یا سونچ کر حاضرات ارواح کا مسئلہ عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔ دنیا کے تمام ترقی یافتہ ملکوں میں سائنس نے پھر پھر بائبل مظاہر (بلوٹریل حاضرات ارواح) کی حقیقتات ہو رہی ہے لیکن پاکستان میں یہ علمی موضوع اب تک ادہام کے علاقوں میں لپٹا ہوا ہے۔ دنیا میں خارق العادات مظاہرہ کی حقیقتات کا سب سے بڑا ادارہ (The Society For Psychical Research) (P.S.R) ہے جس کی اکتیت کا شرف مجھے بھی حاصل ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں 'میں نے نہ کوئی دعویٰ کیا ہے نہ کسی نظریے کی صداقت پر اصرار۔ جو حضرات نفسیات و مابعدیات کے موضوع پر میرے مضامین کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ انہیں علم ہے کہ میں روحیت (Psychicism) کا طالب علم ہوں چنانچہ وہ اس مسئلے میں برابر مجھے اپنے مشاہدات و تجربات اور خیالات سے مطلع کرتے رہے ہیں۔ اس خط و کتابت کی نوعیت بالکل نجی ہوتی ہے۔ میں نے

قبر کے اس چار چودہ دینا آباد ہے اس کے بارے میں صحیح معلومات ہمیں قبر میں جا کر ہی ہوں گی۔ زیرِ نظر مجموعے میں جو واقعات جمع کیے گئے ہیں ان پر آپ کو یقین آئے یا نہ آئے یہ اور بات ہے۔ البتہ اس امر کا یقین رکھیں کہ میں نے ہزاروں خطوط میں صرف انہی خطوں کے اقتباسات اپنے تبصرے کے ساتھ پیش کیے ہیں جن کے واقعہ نگاروں کی حقیقت پسندی سے میں خود واقف تھا اور جن سے پہلے کافی تحریری بحث و جرح کر چکا تھا۔ لندن کی مجلسِ تحقیقات نفسی یا (S.P.R) یقیناً دھوکے کے درمیان رہ کر دوسری معاملات کی چھان بین کرتی ہے۔ یہ اس کا سلسلہ طریق کار ہے۔ میرا طریق کار بھی یہی ہے۔ یہ کائنات کا انتہائی غائب ہے۔ لہٰذا ہے۔ ان کا کائناتی تجزیوں یا تجزیہ آفرینیوں میں ہرگز یہ امکان موجود ہے کہ مادی کائنات کی طرح ایک وقتی یا روحانی کائنات بھی موجود ہے کم سے کم حد یہ سائنس (نفسیات اور طبیعیات دونوں) کا رُخ اسی طرف ہے۔ پہلے مادے کو صرف آخر سمجھا جاتا تھا لیکن اب سائنس نے مادے کی تعریف ہی بدل دی ہے اور خود مادے کی اصلیت اور حقیقت شبہ میں پڑ گئی ہے۔ خبر یہ ایک اور بحث ہے جس کا حاضرات ارواح سے کوئی تعلق نہیں۔

کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اسے ادبیات و ثقافت کہہ کر دوی کی کوئی نہیں بھی پہچان سکتے ہیں اور ان طریقوں پر ہی عمل کر سکتے ہیں جن کی طرف حاضراتِ ارواح کے عمل کی وضاحت کے بارے میں بار بار اشارے کئے گئے ہیں یعنی تجربہ و فیرہ کے ذریعے نام نہاد رجحانوں سے رابطہ پیدا کرنا مناسب ہے یہ کہ آپ خود اس بارے میں عمل کرنا کرنا کہیں بہر حال میری تمام خدمات آپ کے لئے حاضر ہیں۔ میں نے خود بھی حاضراتِ ارواح کی مجالس میں حصہ لیا ہے۔ میرے ذریعہ نگاری بہت سے دوستوں نے حاضراتِ ارواح کا عمل کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ پیشِ نظر مجموعے میں چار ٹیمیں (تختہ حاضراتِ ارواح) اور چار ڈاؤن لوڈ کر کے یا ہمارے ذکر کیا گیا ہے۔ میڈیم شپ پر بھی مناسب گفتگو کی گئی ہے۔ یہ خودی یا استغرفی کیفیت کی اہمیت کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ حاضراتِ ارواح کا عمل شروع کرنے سے قبل ان تمام مسئلوں سے مکمل واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ اس قسم کے عجیب اور ہیبتناک عملیات کی وادی

میں کسی رہبر کے بغیر قدم رکھنا اپنے کو جسمانی نہیں تو ذہنی خطرات میں ضرور مبتلا کر دیتا ہے۔ مناسب ہے کہ حاضراتِ ارواح کا عمل شروع کرنے سے قبل کسی تجربہ کار اور حقیقت پسند شخص کو اپنے رہبر بنائیں اور اس کے بعد رجحانوں (پاؤد جو بھی ہوں) سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

حاضراتِ ارواح کے عمل میں حصہ لینے کے لئے خاص قسم کی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ مثلاً شدید حساسیت، نفس کی روحی استعداد و محتاج کی روحانی وسعت اور درون بینی کا ملک ہوں تو یہ صلاحیتیں ہر شخص میں پائی جاتی ہیں جس میں عیاں کسی میں نہاں البتہ جو لوگ سائنس کی تحقیقات مار چکا ہے تو یہ کہ عمل اور مراقبہ وغیرہ کرتے ہیں انہیں عمل حاضراتِ ارواح میں نمایاں اور بعض اوقات حیران کن کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ میں نے اپنی تصانیف میں ان تمام مشقوں پر تفصیلی بحث کی ہے۔ مثلاً "لے سائنس بھی آہستہ" میں اس انکشاف پر انکا نام اور سائنس کی دوسری مشقوں کے فوائد اور نتائج و اثرات پر بحث کی گئی ہے اور اس سلسلے میں متعدد حضرات کے تجربات و تاثرات اور مشاہدات پیش کئے گئے ہیں۔

ارنگہ از قہر کی مختلف مشقوں مثلاً شعبہ نبی، مادی، مادی اور نقد وغیرہ پر تو جہات کے مضامین میں بحث کی گئی ہے۔ اس سلسلے کی چوتھی کتاب "مراقبہ" اور پانچویں کتاب چھٹا نمبر ہے۔ درحقیقت یہ ساری کتابیں ہی ہی موضوع بحث اور سلسلہ نگاری کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ہر کتاب کی حیثیت مستقل سی ہے۔ مثلاً زیرِ نظر مجموعے میں حاضراتِ ارواح کے تمام ضروری، ملکی اور کی پانچویں پر گفتگو کی ہے، تاہم باوجود انصافیت کے تمام وسیع پیمانوں کی آگاہی کے لئے اس سلسلے کی تمام کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ حاضراتِ ارواح کے بعد، جنات، آسیب زدگی، جاوید، تعلیمی و تفریحی وغیرہ وغیرہ کے موضوعات پر مستقل تصانیف پیش کی جائیں گی۔ انتہا اہم!

ریکس امر دھرمی (10 مارچ 1974ء)

مشہور و معروف امریکی جریڈے "نیوز ویک" نے اپنی 9 اکتوبر 1967ء کی اشاعت میں "ری لیجن" کے تحت ایک مضمون شائع کیا تھا جس کا عنوان تھا "میڈیم کے ذریعے" اس مضمون میں حاضرات ارواح کی ایک مجلس کی روداد چھاپی گئی تھی۔ اس کا خلاصہ سن لیجئے مگر نہیں۔ تجربے۔ سب سے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ حاضرات ارواح کی مجلس کیسے کہتے ہیں اور میڈیم کس چیز کا نام ہے؟ حاضرات ارواح کی مجلس یا شوقین کا عام طریقہ یہ ہے کہ ہر پچھل ازم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کسی خاموش اور نیم تاریک کمرے میں گول میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر شخص کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس طرح ہاتھوں کا ایک دائرہ معلق قائم ہو جاتا ہے۔ ہر پچھل ازم یا حاضرات ارواح کے شرکاء کا بیان ہے کہ اس طرح ہاتھوں کے ذریعے اہل مجلس کے درمیان برقی ہتھامیسی توانائی کی گہرا دائرہ معلق شکل میں دوڑنے لگتی ہے۔ برقی ہتھامیسی توانائی کی گہرا دھولے کے تعلق پیدا کرنے کے سلسلے میں غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ نیم تاریک صاف و پاکیزہ اور پرسکون کمرے میں گول میز کے گرد ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیٹھنے والے لوگ نرم و شیریں لہجے میں مذہبی گیت اور مزامناتیں گاتے ہیں۔ کسی روح کی آدھکی اطلاع مختلف طریقوں سے دی جاتی ہے یا تو میر کو تھپتھپانے کی آواز آتی ہے یا روشنی دکھائی دیتی ہے یا آواز سنائی دے جاتی ہے یا میر کو ہلکی سی گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے۔ روحوں سے سوال و جواب کے بہت سے طریقے رائج ہیں عام اور پندہ یہ طریقہ ہے کہ اہل مجلس میں سے کسی شخص پر ایک بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ بے خودی کی کیفیت طاری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کے دماغ اور اعصابی نظام پر کوئی خارجی دھاتی (روح) حاضری طور پر قابض ہو گئی ہے اور وہ اہل مجلس سے سلام و پیام پر تیار ہے۔ جس شخص پر بے خودی کی کیفیت طاری ہوتی ہے اسے حاضرات ارواح کی اصطلاح میں معمول "میڈیم یا وسیلہ" کہتے ہیں یعنی حاضری مجلس اور عالم ارواح کے درمیان برقی تعلق پیدا کرنے والی کڑی۔

ہر پچھل ازم (SPIRITUALISM) کا ترجمہ عام طور پر روحانیت کیا جاتا ہے۔ آسانی کی غرض سے ہم اس موقع پر روحانیت کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں مگر سچی بات یہ ہے کہ سچی

روحانیت ان باعہد انشعائی شیعہ مذاہبوں اور مارق العادت کرشمہ آرائیوں سے بالکل مختلف چیز ہے۔ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ کہاں روحانیت کا ہر پچھل ازم (مغربی اصطلاح میں)۔

چھارے مرد و یک خاتون کی مجلس

ہاں تو آپ سمجھ گئے کہ حاضرات ارواح کی مجلس کے انعقاد کا طریقہ کیا ہے؟ خاموش کمرہ، پرسکون ماحول، حاضری میں کی توجہ عالم یا اہل طرف مرکز۔ ہر شخص کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں۔ ہاتھوں کی دائرہ نما زنجیر کے ذریعے اہل مجلس کی ہر قسمی قوت سرک کی شکل میں دوڑنے لگتی ہے۔ لوگ کب زبان اور ہم آواز ہو کر حمد و ثناء جات کے گیت گاتے اور دعا مانگتے کرتے ہیں۔ روح کی حاضری کی اطلاع یا اشاروں کے ذریعے دی جاتی ہے یا کسی شخص پر استغراق کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ یہ شخص میڈیم یا وسیلہ (معمول) کہلاتا ہے۔ وسیلہ یا واسطہ بننے کی سب سے زیادہ صلاحیت عورتوں میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے نازک اعصاب اور شدت جذبات کے سبب غیر معمولی طور پر اثر پذیر ہند ہیں احساس اور تصدیق کی قوت سے کمزور ہوتی ہیں۔ آج یورپ میں جس شغل کو ہر پچھل ازم کہتے ہیں اس کا سلسلہ ایک سو سال قبل 1863ء میں امریکہ سے شروع ہوا تھا اور فاکس سسٹمز اس کی سب سے پہلی معمولی تھی۔ بہت کم مرد والے ہیں جن میں میڈیم شپ کی اہلی صلاحیت موجود ہو۔ بہت کم مردوں، خاص کر ان خیال پرست اور غربت مند کا شام اوپے رہنے والے مرد بھی مشفق و ریاضت سے اچھے میڈیم ثابت ہو سکتے ہیں۔ حاضرات ارواح کی مجلس میں میڈیم کے ذریعے روحوں سے بات چیت ہوتی ہے۔ اس بات چیت کو ایک تجربہ کار روح کشورل کرتی ہے جسے ہر پچھل ازم والے درجہ کا گائیڈ اسپرٹ کشورل یا عالم ارواح کہتے ہیں۔ جب میڈیم کے ذریعے کسی روح سے گفتگو کی خواہش کی جاتی ہے تو اس روح کا گائیڈ (رہنما) اپنی وساطت سے گفتگو کرتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ روح سے بات چیت کرنے کے لئے دو واسطے درکار ہوتے ہیں ایک تو وہ شخص جس پر بے خودی کی کیفیت طاری ہے۔ دوسری دور ہنما روح جہاں اسپرٹ کشورل یا گائیڈ کہلاتی ہے۔ ہر پچھل ازم روح سے سوال و جواب کا گائیڈ ہی کے ذریعے ہوتے ہیں

جین یہ کوئی ضروری نہیں۔ بعض اوقات مطلوبہ روح گائیڈ کے بغیر سوال و جواب کرنے لگتی ہے۔
 - روحوں سے سوال و جواب کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب میڈیم پر حالت بے خودی
 طاری ہوتی ہے تو اس کے ہاتھ میں قلم یا پینسل دیتے ہیں اور وہ بے ٹکانہ کافذ پر سوالات کے
 جواب لکنا شروع کر دیتا ہے اس طریقے کو آٹو ٹیک رائٹنگ کہتے ہیں۔ یہ نفسانی علاج کے سلسلے
 میں بھی بہت طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ آج بہت سے حضرات اس طریقے پر عمل کر رہے ہیں اور
 اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔ خود کار تحریر (آٹو ٹیک رائٹنگ) کے ذریعے کس انسانی کی باتوں
 میں جھجکی ہوئی اور ملی ہوئی بہت سی یادیں، گمشدہ یاد اور آتشیں جذبہ کی مدد سے دفنی حادثے اور گھٹے
 ہوئے جذبات خود بخود و شعور کی سطح پر آ جاتے ہیں۔ عالم ارواح سے تعلق پیدا کرنے کے لئے اور
 بہت سے طریقے ابھارے گئے ہیں۔ مثلاً کل میز یا گول تختے پر الف سے تک تمام حروف
 ایک دائرے کی شکل میں چسپاں کر دیئے جاتے ہیں۔ پہلے ان حروف کو سونے قلم سے کافذ پر لکھا
 جاتا ہے پھر جھجکی سے الگ الگ کات کر گوند یا لٹینی سے گولائی میں چسپاں دیا جاتا ہے۔ گول تختے
 کے چار یعنی حروف کے وسط میں شیشے یا پلاسٹک کا ہلکا سا گلاس جڑا سانی سے حرکت میں آ جائے
 آلتا کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اُس لئے کلاس کے چاروں طرف یا تین آ دی اپنی ایک ایک یاد اور افکار
 نہایت فوری مذاق اور افکار کے ساتھ رکھ دیتے ہیں تاکہ کلاس کے خود بخود حرکت میں آئے
 سے اس کے بعد ذہن کی تمام ترقی اور تہجد اس روح کی طرف مرکوز کر دی جاتی ہے کس کو بلانا
 مقصود ہو سکے اس حرکت میں آ جاتا ہے۔ مثلاً روح کو یہ بتانا ہے کہ میرا نام یہ کس ہے تو کلاس
 پہلے ”و“ کی طرف حرکت کرے گا پھر ”ی“ کی طرف اور پھر ”س“ کی طرف۔ اس طرح رکش کا لفظ
 بن جائیگا۔

حضرت جوش علی آبادی مدت تک اس قسم کے تجربے کر چکے ہیں۔ انہوں نے بھول خود سرسید
 ”مقابلہ حقایق“ میں شیخ سلطان اور نہانے کن کن ہزاروں کی درجوں سے سوال و جواب کئے تھے
 اور اس کی تفصیل ایک روضہ میں درج کر دی تھی۔ میں نے جوش صاحب سے استدعا کی کہ یہ روضہ
 مجھے بھی دکھادیں۔ فرمایا گئے رجب صاحب محمود آباد مجھ سے یہ روضہ مانگ کر لے گئے تھے اس

کے بعد اس کا کوئی پتہ نہ چلا حال ہی میں جناب قدرت اللہ شہاب (بیکری وزارت تعلیمات)
 نے بیان کیا کہ جب وہ پینڈ میں پاکستان کے سفر کی مشیت سے متعین تھے تو انہوں نے حاضر
 ارواح کی مجلس اور لڑکچہ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا اور اس کی صداقت کے حاکم اور معترف
 ہو کر وہاں سے واپس پہلے ہیں۔ شہاب صاحب کے بیان کے مطابق پینڈ میں ”مکالمہ ارواح
 “ کا فن سائنس کی شکل اختیار کر چکا ہے اور اس سلسلے میں اہم اور حیرت انگیز تجربات کئے گئے ہیں
 - انگلستان میں مشہور و معروف (Society For Physical Research) مختلف
 (S.P.R) نوے کا نوے سال سے حاضر ارواح کے سلسلے میں خود کار تحریر (آٹو ٹیک
 رائٹنگ) کے ذریعے غیر معمولی سائنسی صحت و صداقت کے ساتھ سپر نچرل تجربات میں مصروف
 ہے۔

جناب نذر احمد ایڈووکیٹ صدر راولپنڈی یا راولپنڈی ایسٹن نے جواب خود عالم ارواح کے پاس
 بنی پئے ہیں مجھے مشورہ دیا تھا کہ پاکستان میں سائنسی بنیاد پر روحانیت (وہی مغربی طرز کا
 اسپرٹزم ہر ماہ ہے) کے تجربات شروع کرے گا میں۔ مرحوم تین سال سے اس علمی تحریک کا مطالعہ
 کر رہے تھے اور انہیں یقین تھا کہ بعض ذرائع اختیار کر کے مردوں سے سوال و جواب کئے جاسکتے
 ہیں۔ مثلاً دسمبر 1967ء میں میں نے ان سے سوال کیا کہ حضور و اہل بیت علیہم السلام کی طرف
 اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ سب سے کہہ رہے تھے کہ تجربات کی طرف توجہ دیں۔

م۔ س۔ (سپاگلوٹ) اپنے 18 اگست 1972ء میں لکھتے ہیں کہ

السلام علیکم۔ میرے ایک واقف کار کے پاس چھوٹی سی کتاب ہے یہ بارہ انچ اونچی۔ ہم
 اس کتاب کو کھولے۔ پاک کیا۔ تین آدمیوں نے اسے کھل کے ساتھ کتاب پر ہاتھ رکھ دیا اور سورۃ
 فاتحہ پڑھ کر چھوٹ ماری۔ پھر ایک شخص نے کہا کہ اس طرف سے کوئی روح نکل رہی ہو تو اپنی
 موجودگی سے کتاب کی حرکت کے ذریعے اطلاع دے فوراً کتاب کی ایک ٹانگ اٹھ گئی۔ سوال
 و جواب کا طریقہ یہ بنے کیا کیا ہے کہ کتاب کی تینوں یا پانچ کی حرکت کو جواب سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً
 روح ٹیک سے یاد۔ مرد ہے یا عورت جوان ہے یا بچہ اور شہر یاد ہے یا غیر۔ ہر پائے کے اٹھنے کو

ایک جواب تصور کر لیا جاتا ہے۔ اس طرح تپائی کی مختلف حرکتوں سے ہم روح سے جراثیم حاصل کرتے رہتے ہیں ایک روز ہماری خواہش کے بغیر والدہ مرحوم کی روح آگئی اور بہت دیر تک تپائی کی حرکت کے ذریعے سے مخاطب رہی۔ ہم نے والدہ مرحوم کی روح سے پوچھا کہ کیا آپ والدہ مرحوم کی روح کو بلا سکتے ہیں۔

اثبات میں جواب ملا۔ اور دوسرے روز والدہ مرحوم کی روح نے تپائی کی حرکت کے ذریعے اپنی آمد کی اطلاع دی۔ ہم ہمیشہ کسی روح کو طلب کرنے سے قبل سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں لیکن کسی مرتبہ ایسا ہوا کہ بغیر کچھ پڑھتے تپائی فضا میں بلند ہوگئی۔ تپائی کے ذریعے ہاضی کے بارے میں جو سوالات کئے جاتے ہیں وہ بالعموم درست ثابت ہوتے ہیں لیکن یہ یوں کہہ سکتا ہے کہ مستحقین کے بارے میں بھی روح کے جراثیم صحیح اور درست ہیں۔ ہمارے ہمسائے میں ایک لڑکا مر گیا تھا۔ خیال یہ تھا کہ اسے کسی رشتہ دار نے زہر دیکر مارا ہے مقتول لڑکے کی بیوہ والدہ اور بچن کی درخواست پر ہم نے روح کو بلا یا۔ اس نے تصدیق کی کہ مجھے زہر دیا گیا تھا۔ روح سے کہا گیا کہ اپنی والدہ کے پاس جاؤ۔ یقین فرمائیں تپائی نے از خود بڑے حد تک کا فاصلہ طے کیا اور مقتول لڑکے کی والدہ کے پاس جا کر غمخیز ہو گئی۔ والدہ نے فرم دیا کہ میں نے اپنے بیٹے کی رائیں تپائی کو کھینچے سے نکال لیا۔ اس کے بعد وہی تپائی مرحوم کی روح کے پاس آئی۔ اس نے بھی اپنے بیٹے کی روح کو ایک مرتبہ مجلسِ حاضرات میں میرا لڑکا فیروز باہر اور میں شریک تھے۔ یعنی میں نے کہا تپائی پر کئے گئے ایک روح حاضر ہوئی۔ (یعنی تپائی کو حرکت ہوئی، روح کی آمد کی علامت یہی ہے) سوال کیا گیا کہ تم ٹیک ہو یا بد جواب ملا کہ بد۔ تقریر و زبانی سے کہا کہ اچھا قص کر دو۔

یقیناً جانے تپائی کسی نیچیں اشارے سے اچھلنے کو گئے جب روح سے کوئی سوال یا خواہش کرنی ہوتی ہے تو خود بخود تپائی کی کوئی ٹانگ اٹھ جاتی ہے۔ ان صاحب نے تپائی (تین پاؤں کی میز) کے ذریعے حاضرات اراغ کی جو تصویلات لکھی ہیں۔ ان سے قلع نظر کرتا ہوں۔ اس سلسلے میں حاضرات اراغ کی چند چیزیں سامنے آتی ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ روح کو بلانے کے لئے ضروری ہے کہ ایک دو تین یا زیادہ آدمیوں کے ہاتھ تپائی پر رکھے ہوں۔ ہاتھ رکھنے بغیر تپائی

متحرک نہیں ہوتی۔ آخر یہ کیوں کہ تپائی ہاتھ رکھے بغیر حرکت میں نہ آئے۔ کیا مطلوبہ روح میز، گلاس یا کسی اور شے (Object) پر براہِ راست عمل نہیں کر سکتی۔ یا خود کا تجربہ کو لیتے۔ خود کا تجربہ کے لئے ضروری ہے کہ قلم کسی وسیلہ کے ہاتھ میں ہو اور قلم کا استعمال کر کے اپنا پیام لکھو سکے؟ جب تک ان سوالات کا تقابلی تخیل جواب نہ ملے گا ہم ماضیات اراغ کے عمل کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ م۔ (سیالکوٹ) نے تپائی کے ذریعے روحوں سے سوال و جواب کئے۔ عام طور پر اس مقدمہ کے لئے پلاٹ ٹیبلٹ اور ایوایڈرز کو استعمال کرتے ہیں۔ وہ بھی لکڑی کے بٹے ہوتے ہوتے ہیں۔ روحوں سے سوال و جواب کا عام طریقہ یہی ہے لیکن بعض وسیلہ یا میڈیم جنہیں (Sensitive) بھی کہا جاتا ہے۔ بغیر کسی وساطت کے اس پار کی حقوق سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں۔ خالدہ رفعت (کراچی) جو میری نگرانی میں حاضرات اراغ کے تجربے کر رہی ہیں اسے 7 جولائی 1972ء میں لکھتی ہیں کہ

30 جون کو جب میں نے باہر مرحوم کی روح مبارک کو مخاطب کیا تو مخاطب کرتے ہی محسوس ہوا کہ میرے تمام جسم سے بے رنگ سا مادہ بہہ رہا ہے اور آس پاس کی فضا بے حد سرد اور محضر ہوتی چلی چلا رہی ہے۔ یہ کیفیت کوئی دس منٹ تک محسوس ہوتی رہی۔ دو یا تین مرحوم کی طرف توجہ کی تو محسوس ہوا کہ کھانسی کھانسی اور ماحول کی خوشبو میں اضافہ ہو گیا ہے۔ پھر میں نے باہر مرحوم کو اپنے لمبے جیلا دیکھا۔ وہ مجھ سے بے حد نزدیک تھے۔ شاید ان کے قریب کا محسوس دوسرے دھیریں میرے جسم میں داخل ہو رہی تھیں ان کا چہرہ بے حد درخشاں تھا۔ ہاں لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ کوئی تین چار منٹ وہ میری طرف دیکھتے رہے۔ پھر گویا ہوائے ہم جانا چاہتے ہیں۔ تم ہمیں کیا سمجھتی ہو۔ میں ان کے سوال کا معلوم نہ کھینچ سکی۔ دشمن نے اس کی وضاحت نہ چاہی۔ کچھ کچھ میں نہیں آ رہا تھا انہیں کیا جواب دوں۔ اس لئے خاموشی تھی۔ میری خاموشی کو کچھ مرحوم نے وہ بارہ سوال کیا کہ

تم ہمیں کیا سمجھتی ہو؟

مجھے فوراً خیال آیا کہ آپ نے مجھے اپنی روحانی بیٹی بتایا ہے۔ تو اس اعتبار سے وہ میرے روحانی

دادا ہوئے۔ میں نے انہیں یہی جواب دیا۔ وہ اس پر بے حد خوش ہوئے اور میرے فاقہ پڑنے سے قبل ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہاں اٹھنے سے قبل اپنا چٹا بستہ ہاتھ انہوں نے میرے سر پر بچھرا۔ حیرت اس وقت ہوئی جب وہ مجھ سے چند قدم دور ہوتے ہی پیو لے پا پر چھانکی کی صورت اختیار کر گئے پھر فضا میں تحلیل ہوتے ہی ایک ابر پارے کی صورت میں جو بے حدودن تھا ہندیل ہو گئے۔ اس درخشاں پارہ صاحب نے کمرے کی فضا میں کچھ دیر گردش کی، پھر کھلی ہوئی کھڑکی کے ذریعے باہر چلا گیا۔ عرصہ تو اس قدر نورانی، بزرگ اور شفیق ہستی تھی کہ ان سے دھشت یادداشت محسوس نہیں ہوتی۔ پھر نصاب غیر عظیم کیفیت کی حشوتوں کے باعث دل اس قدر مضبوط ہو گیا ہے کہ اس قسم کے حیرت انگیز مناظر غرض حشو نہیں کرتے بلکہ میں تو اس قسم کے مشاہدات و واقعات پر غور کرتی رہتی ہوں اور میرے خیال میں غور و فکر کرنے والے لوگ کسی مجاہدے سے گھبرایا نہیں کرتے۔

روحیت کا مذہب

جس چیز کو مغربی اصطلاح میں اسپیریتزم کہتے ہیں۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ اس کی ابتدا 1863ء میں امریکہ کی فاکس سٹریٹ کے گھر سے ہوئی تھی مگر یہ صرف شہیدے بازی تھی۔ آخر عاشقہ ارواح کے تبارک و تعالیٰ نے ان اعدادات مظاہرہ سے تعلق منقطع، غیب بینی (میرہ) پر عملی تحقیق اور سائنس تجربات کا بنیادی کام ملندہ میں "سوسائٹی قادی سائی ٹیکل ریسرچ" (ایکسپلیمنٹس مظاہرہ) نے 1882ء میں شروع کیا۔ یہ سلسلہ اب پھر میں تحلیل چکا ہے اور شاید ہی کوئی ترقی پذیر اور علم دوست ملک ایسا ہو جس میں ابعدالغیبات (ہی اسٹیکوئی) کے نام سے ان موضوعات کی چھان بین نہ کی جاتی ہو فرنگی اسپیریتزم کے بارے میں محترم دوست، بین الاقوامی شہرت رکھنے والے (Hand Analyst) میرٹھیر کا بیان بہت بصیرت افزا ہے لکھتے ہیں کہ

امریکہ کی شہرہ آفاق معمولہ (Medium) (ایٹن کیرٹ نے اپنی زندگی میں "دی

ہی اسٹیکوئی کا قاطع یقین" نامی ایک ادارہ قائم کیا تھا۔ اس ادارے کا دفتر "پلٹھ ایجینٹ" پر واقع تھا۔ اس ادارے میں روحیت، ابعدالغیبات اور میڈیم شپ کے مظاہر پر مختلف ماہرین جو اپنے میدان میں عالمگیر شہرت کے مالک تھے۔ تقریریں کرتے اور خطبات پڑھتے تھے۔ ان میں امریکہ کے پروفیسر ہارٹل ہارٹ، سویڈن کے آئی بی جوکرسم ڈاکٹر آراچ کوس، آسٹریا کے (H.I. URBAN) سوسٹر ریلینڈ کے جین گیزر، اٹلی کے پروفیسر ای سرید اور فرانس کے پال داسے قابل ذکر ہیں۔ اس ادارے کے زیر اہتمام لغیبات، غیبی لغیبات ہوتیں۔ دی ہیرا سٹیکوئی کا قاطع یقین انکار پریشانی کی طرف سے فردا (TOMARROW) کے نام سے ایک رسالہ بھی شائع ہوتا تھا۔ اس ادارے کی شائع کی ہوئی کتابیں روحیت میں نصاب کا درجہ رکھتی ہیں۔ آج کل روحیت کی حیثیت مذہب کی سی ہے اور کروڑوں افراد اس کے ماننے والوں میں شامل ہیں۔ یہ کچھ صاف ہو جانا چاہئے کہ روحیت کا کوئی تعلق مذہب سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ سائنس روحیت سے سرچھٹا ہے۔ بلکہ اس پر پچھراؤ کو سر سے تسلیم ہی نہیں کرتا۔ روحیت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کی حیثیت ایک روحانی وجود کی سی ہے۔ یعنی اصل میں دو ایک روح ہے جس نے گوشت پوست کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ انسانی شعور، وجدان اور حافظہ کا تعلق دماغ سے نہیں روح سے ہے۔ دماغ کی حیثیت ایک آلہ کی سی ہے جو روح کے پیغام کو کثیر اور اس کے ہر کام کی تعمیل کرتا ہے۔ روحیت کے لئے اسپیریتزم کی اصطلاح استعمال کرتا۔ صاحب غیب بینی (میرہ) نے (Phychicesm) کی اصطلاح مناسب ہے ہر وہ شخص جو غیر معمولی حساس ہوتا ہے روحی (ایسٹیک) کہلاتا ہے۔ روحیت یا ایڈیم شپ کی اصطلاح کم پیش پر شخص میں موجود ہے بعض کے اندر قدرتی طور پر ہے۔ مصالحت ابھر آتی ہے۔ بعض کے نفس میں کی جذبائی جانے کی بنا پر یہ قوت یکا یک پیدا ہو جاتی ہے اور عام لوگوں کی اکثریت پر مختلف حشوتوں، ریاضتوں اور ہما بدوں کے ذریعے اس حیرت انگیز قوت کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔ میرٹھیر کا قیاس ہے کہ

انگلستان میں عاشقہ ارواح کا رواج عام ہے۔ متعدد رسالے اس تحریک کی اشاعت میں سرگرم ہیں مثلاً سائیکک تجزیہ ہفت روزہ ہے یا مائیکسٹور لڈ اور پرن و غیرہ۔ اس سلسلے میں جرنل آ

مرچو

پر

فہمی سو سائنسی قاز سائی گنگل ر سیرج سہای رسالہ اپنے علمی اعتبار سے غیر معمولی طور پر اہم ہے لیکن اس کا تعلق روہیت سے نہیں مابعد اخصیات سے ہے غیر معمولی طور پر اہم ہے لیکن اس کا تعلق روہیت سے نہیں مابعد اخصیات سے ہے۔ روہیت کا سب سے بڑا اثر جہان پر ہی ڈنشن (جنگل کی) نامی ماہنامہ ہے۔ ان رسالوں میں نجوم، دست شامی، آسب زندگی، روہیت، مینا، نوام آواگون، تعمیر خواب، حاضرات ارواح پر اپنی روئے کے مضامین کا تصویب غیر ضروری نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخرا پر پچھلے ہے کیا چیز یعنی فن حاضرات ارواح کے کہتے ہیں۔ اس کی مختصر تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ روہیت سے بات چیت کرنے کا طریقہ کار بعض لوگ شدید حساسیت کے مالک ہوتے ہیں ان میں ایک ایسی بصیرت ہوتی ہے کہ وہ عالم ارواح کی ہستیاں کو دیکھ سکتے اور ان سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ معمولوں (جن کے ذریعے روہیت واسطہ پیدا کیا جاتا ہے) کی کمی تھیں ہیں اور ان کی روہیت سے مشاغل معمول۔ جو روہیت کی بات چیت نہ سکتے ہیں اور ان سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ بصری معمول۔ وہ ایک خاص قسم کی بصارت کے مالک ہوتے ہیں جس کی مدد سے مادہ و ہستیاں انہیں نظر آ جاتی ہیں۔ جس طرح فلم کے پردے پر تصویریں چلتی پھرتی نظر آتیں۔ وہ مردہ انسان کے ناک، نیش، ہڈ، دھماکت، جناسات اور حرکات و سکنات اور لباس وغیرہ کا صحیح نقشہ کھینچتے ہیں۔ بعض معمول شامی ہوتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی چیز بطور مثال بھڑکی ٹھنڈی وغیرہ دی جائے تو ان پر شہم خوابی یا بے خودی کی ہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ آٹھیں بند کر کے ان تمام لوگوں کے حالات سناتے لگتے ہیں جن کا کوئی تعلق اس چیز سے رہا ہے۔ ان کے علاوہ وہ لوگ ہیں جو بچہ یا بزرگ غیر معمولی یا سپر نائل ہوتے ہیں یعنی جن میں اوراک ماورائے حواس یا (E.S.P.) (Extra Sensory Preception) کی صلاحیت سمجھتی ہی سے کارفرما ہوتی ہے۔ روہیت کا معمول بننے کے لئے مسلسل محنت کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی شخص محسوس کرے کہ مجھ میں خارق العادات (سپر نائل) مظاہر کی قوت موجود ہے، یعنی اسے سچے خواب نظر آتے ہیں یا وہ جانی طور پر بعض باتوں کا ظلم ہو جاتا ہے تو انگلستان میں ایسے ادارے موجود ہیں جہاں ایسے صلاحیت افرا کو میڈیم شپ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس قسم کا سب سے بڑا

ادارہ اسپر پچل الیوی ایشن آف گرےٹ برٹن (پچل روحانیت، برطانیہ عظمیٰ) ایک ایسے علاقے میں واقع ہے جہاں سفیروں اور اہل دولت کے علاوہ دوسرے لوگوں کا گزر نہیں۔ اس کی وسیع عمارت میں کئی بچکر ہال ہیں۔ بھر میں بچکس کینن نما کرے ہیں۔ یہاں حاضرات ارواح کے چلے اور لوگوں کے سوالات کے جواب دیئے جاتے ہیں۔ ہر معمول کی نہیں الگ مقرر ہے۔

عقاب سرخ

حاضرات کی مجلس میں جب معمول پر استراحت یا ڈوب جانے کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ گہرے گہرے سانس لینے لگتے ہیں۔ آنکھوں میں غبار کے آوار پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعض معمول پہلے ہاتھ پاؤں کو حرکت دیتے ہیں پھر دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے ہیں۔ گہرے گہرے سانس لینے لگتے ہیں پھر بے اختیار ہتھکڑی شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہر معمول کا ایک رہنما ہوتا ہے جسے یہ لوگ گائیڈ (Guide) کہتے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے رومی معمولوں کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ ان کے گائیڈ چینی، ہندوستانی اور یوڈیٹین ہوتے ہیں۔ یہ گائیڈ اپنے آپ کو مجیب و قریب ناموں سے متعارف کراتے ہیں مثلاً عقاب سرخ یا دریاے رواں جب معمول پر چال طاری ہو جاتا ہے تو اس کا رومی رہنما اپنے چال میں معمول کی زبان سے اعلان کراتا ہے کہ عقاب سرخ حاضر ہے اور حاضرین کی خدمت میں اپنی دعائیں پیش کرتا ہے۔

اس کے بعد معمول کے واسطے اس گائیڈ کی نگرانی میں مردوں سے بات چیت شروع ہو جاتی ہے۔ مثلاً گائیڈ معمول سے کہلوئے گا کہ اس وقت تیرا ملوی کار پر کار موجود ہیں وہ بڑی عمر کی خاتون ہیں اپنی چالی مار کرے ملو جاتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ

اے وہ وہ یاد ہو کہ جب وہ میپ کے درخت سے گر پڑی تھی تو اسے اس کی دادی اسپتال لے گئی تھی۔ اس کا پریشن ہوا تھا۔ ایک اس کی دائیں ٹانگ کے بالائی حصے پر ایک بڑے گھاؤ کا نشان باقی ہے۔

مارگرےٹ ان معلومات کی تصدیق کرتی ہے۔ پھر اس کی دادی لوسی کارٹر کی روح اسے کوئی پیغام دیتی ہے۔ کسی شناک حادثے پر صبر کی تحقیر کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ بد وقت اس کے ساتھ ہے اور اپنے روحی عالم میں اس کے لئے دست بدعا ہے اور اس کی اعانت کے لئے کوشاں ہے۔ مارگرےٹ پھر کچھ سوال کرتی ہے۔ اس کی مرحوم دادی روحی رشتہ مثلاً مقابلہ سرخ کی رضائی میں معمول کی زبان سے پتی کو جواب دیتی ہے۔ آنکھ کے لئے کچھ تحقیر کا نام دینا مثلاً پتی ہے عام طور پر چٹنگوئیں کا انداز زمیندانے والا ہوتا ہے۔ اس کے بعد معمول کی وساعت سے روحانی گائیڈ دوسرے سوالوں کے جوابات دیتا اور دوسری روحوں سے دلاتا ہے پھر محاضرات ارواح کی اشست ختم ہو جاتی ہے۔

پھر ایک مرتبہ اس طریقہ کار کی وضاحت کر دوں۔ یہ بات سمجھ لیجئے کہ باعوم مرے ہوئے لوگوں سے معمول کے ذریعے بات چیت یا مراسلت ممکن ہے۔ میڈیم یا معمول غیر معمول طور پر حساس ہوتا ہے۔ اس کی روحی قوتیں پوری طرح بیدار ہوتی ہیں اور انجی قوتوں کی بنا پر وہ سپر نارل مظاہر (مثلاً کئی روحوں سے سوال و جواب) کی نمائش پر قادر ہوتا ہے جب معمول پر حال طاری ہو جاتا ہے تو اس کی زبان کی سطح بند ہو جاتی ہے اور وہ دایہ و بائیں دونوں کو یکہ اور ناخیزہ آوازوں کو سن سکتا ہے۔ ہر معمول کا تعلق روحی دنیا کے کسی رشتہ سے ہوتا ہے۔ معمول پر جو جی حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے وہ اپنے روحانی گائیڈ کی براہ راست گمانی میں آ جاتا ہے۔ چوں کہ کئی گمانکار ارواح میں معمول کی حیثیت ملنی فون کے آلے کی ہوتی ہے۔ ٹیلیفون کے ریسیور یعنی خبریں وصول کرنے کی جگہ آپ ہوتے ہیں اور دوسرے سرے سے جہاں گائیڈ ہوتا ہے پیغام بھیجے جاتے ہیں۔ گائیڈ جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ معمول کی زبان سے کہلواتا ہے جب آپ اپنے کسی مردہ دوست یا عزیز کی روح کو طلب کرتا چاہے ہیں تو گائیڈ سے درخواست کرتے ہیں کہ فلاں روح کو بلا دیا جائے۔ گائیڈ اسے آواز دلاتا ہے۔ اس پر سے مسئلے میں معمول کوئی حصہ نہیں لیتا وہ تو صرف لاؤڈ اسپیکر کا کام دیتا ہے۔ یعنی آپ کا سوال معمول کے اندر سے گزر کر گائیڈ اور پھر مردے کی روح تک پہنچ جاتا ہے اور گائیڈ یا مصلوہ روح کا جواب آپ معمول کی زبان سے وصول کر لیتے

مرچو

پیر الدین

ہیں۔ معمول کے ہونے ضرور ہوتے ہیں مگر الفاظ اس کے نہیں ہوتے۔ الفاظ دوسری دنیا کے ہوتے ہیں۔

میڈیم شپ

بعض معمول روحانی علاج معالجے کا کار بار کرتے ہیں۔ ان کا بھی روحانی دنیا میں ایک گائیڈ ہوتا ہے جب مریض معمول کے سامنے بیٹھتا ہے تو روحی رشتہ کے اشارے پر یا اپنی وجدانی بصیرت سے کام لے کر معمول مریض کی تفصیل کر لیتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس کا دایاں گردہ شراب ہے اس کے جگر میں تغلیف ہے پہلے مریض کی تفصیل کی جاتی ہے پھر دوا تجویز ہوتی ہے۔ روحانی معالحوں کی طرف صرف ایسے مریض رجوع کرتے ہیں جو عام طریقہ علاج سے کسی طرح صحت یاب نہیں ہوتے یا کسی مادی مرض یا کچھ میں آنے والی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کئی مشہور معمول شہر کے کسی بلا سے ہال کو کرائے پر لے لیتے ہیں اور جگہ عام میں حاضرین تک روحوں کا نظام دکھاتے ہیں۔ رونالڈ اسٹرانگ نامی ایک مشہور دستار پبلک معمول تھا جو لندن کے مشہور ہال "ڈوک مور ہال" میں محاضرات ارواح کے عام مظاہرے کیا کرتا تھا۔ دوسری جنگ کے زمانے میں اس نے ایک چھوٹی سی پبلک محفلوں کو کھولی تھیں کیا۔ اب رونالڈ اسٹرانگ اس دنیا میں پہنچ چکا ہے جہاں کے پیچھا مات دوسروں کو بتاتا تھا۔ اس کی ایک بہت بڑی خانقاہ (کلیج) بھی تھی۔ جہاں متعدد افراد کا کم کرتے تھے۔ رونالڈ اسٹرانگ ایک دستار دہی نکال تھا۔ یہاں انگلستان میں روایت کے معمولوں کو دوطرف کی تربیت دی جاتی ہے یا تو کسی ہوم سرکل میں یا کسی خاص روحی ادارے میں کسی استاد کی نگرانی میں میڈیم شپ کی تربیت دی جاتی ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ شاگرد اور معمول ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر مثلاً میں بیٹھ جاتے ہیں اور ہر حلقہ کی ہدایت کے مطابق اپنی اندرونی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ نیم شعوری حالت میں اپنے احساسات بیان کرتے ہیں۔ ان میں ہر معمول کا گائیڈ الگ ہوتا ہے۔ یہ تربیت برسوں جاری رہتی ہے جن لوگوں کی اندرونی قوتیں پوری طرح ابھر آتی ہیں وہ پیشہ ور معمول بن جاتی ہیں اور معمول دولت

کاتے ہیں سب سے زیادہ آدنیٰ ان معمول کی ہوتی ہے جو روحانی شیطانی کا کاروبار کرتے ہیں۔ بلاشبہ بیڈیم شپ یا معمول بننے کی صلاحیت بڑی مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔

روحوں کی تجسیم

جہاں تک روحوں کے مجسم ہو کر سامنے آنے کا تعلق ہے تو روح کے ماننے والوں کا بیان ہے کہ بعض معمول میں یہ قوت ہوتی ہے کہ روحوں کو دوبارہ مجسم کر کے اسی روپ میں لوگوں کے سامنے لے آئیں۔ اس عمل کو روحوں کی تجسیم کہتے ہیں۔ نظراً سے والے مردوں کا وہی رنگ روپ اور شکل و صورت ہوتی ہے جو ان کی زندگی میں تھی۔ یعنی ان لوگوں کا وہی ہے کہ کسی مرد کو دوبارہ اس جسم بننا جاسکتا ہے۔ نظریہ یہ ہے کہ جو معمول روح کو ظاہر و بیکر میں داخل دیتے ہیں ان معمول کے جسم میں ایک نہ کھائی دیتے والا فوری مادہ خود پیدا ہوتا ہے اس مادہ کو رانی مادے کو (Dctoplasma) کہتے ہیں جب معمول گہری نیند میں چلا جاتا ہے تو معمول کا گائیڈ یعنی روحی رہنما اس کے حواس پر کنٹرول حاصل کر کے معمول کے جسم سے اکتانچا زنا فی فوری مادہ نکالتا ہے۔ یہ فوری مادہ نصف یا جسم کے دوسرے حصے سے نکالتا ہے۔ اس جو ہر طور سے از سر نو مرحوم کے جسم کی تشکیل کی جاتی ہے۔ جسمانی تصور کے علاوہ کوئی فرقہ بھی جاتا ہے اور مرے والے کی پہچان خود کو اور شکل جاتی تصور بن جاتی ہے۔ چونکہ یہ مادہ روحی اصول ہوتا ہے۔ اس لئے مردے کی شکل مطلق نظر آتی ہے۔ اس کے باک نکلے، نقد مثال اور نقد قیامت کو دیکھ کر مرنے والے کے عز و قدر یا غریبی پہچان لیتے ہیں۔ معمول اور گائیڈ کی مدد سے مردے کے اس جذبہ لائی وجود میں آتا ہے اور بولنے کے حواس کام کرنے لگتے ہیں یعنی وہ سننے بھی لگتا ہے اور سوالات کے جوابات بھی دیتا ہے۔ اس جسم کے جسمی مظاہرے بند کروں میں اعلیٰ علم اور اعلیٰ فکر کے سامنے کئے جاتے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، ہالینڈ اور فرانس میں ایسے معمول موجود ہیں جو جسمی مظاہروں (روحوں کو جسمانی لباس میں پیش کرنا) کے ماہر ہیں۔ مشہور ترین جاسوسی کردار شرلاک ہومز کے مصنف و تحقیق کار سر آرثر کانن ڈائل حضرات ارواح کے پر جوش مویجے تھے اور انہوں نے اس قسم

کے پاسرار مظاہروں میں سرگرم حصہ لیا تھا۔ ان کے علاوہ ممتاز سائنسدان سر آئیور لاج رویت یا سپر پیچ ٹرم کی تحریک کر رہا تھے۔ انہوں نے بذات خود ان مظاہروں میں شرکت کر کے اپنے تاثرات، تجربات اور مشاہدات سائنسی زبان و بیان میں تحریر اور شائع کئے ہیں۔ خود کا تجربہ (آٹو بیگ رائٹنگ) اور پلانچمنٹ (تحت حضرات ارواح) کے ذریعے بھی روحوں سے مراسلت کی جاتی ہے۔ اوہا یورڈ اسی قسم کا تھو ہے۔ چند لوگ میز کے گرد بیٹھ جاتے ہیں۔ کمرے میں اندھیرا ہوتا ہے۔ اندھیرے اور پر سکون ماحول میں دوسری دنیا کے باشندوں سے سوال و جواب کئے جاتے ہیں۔ خود کا تجربہ یہ قدرت حاصل کرنے کے لئے غیر معمول پر نیم خوابی کی حالت ظاہری ہوتے ہی اس کا روحی رہنما معمول کے ہاتھ کنٹرول میں لے لیتا ہے اور اس سے جو چاہتا ہے کھواتا ہے بعض اوقات کا کاپی معمول کا کاپی کوئی کھلی روح ہے۔ معمول خود بخوبی زبان اور چینی رسم الخط سے واقف نہیں۔ واقعہ یہ کہ وہ کھلی کا کاپی اسے ہرگز نہ کھواتے گا۔ وہ کھلی زبان اور چینی حروف میں وہی اور معمول خود بھی نہ کھواتے گا۔ کھلی کا کاپی اسے ہم بخوبی اور نیم بخوبی کے عالم میں کیا لکھا ہے؟ اسی طرح عالم الغیبات میں بعض معمول نہایت فصاحت و بلاغت سے دوسری زبانوں میں گفتگو کرتے چہاں چہرے عام ہیں۔

مرچو

میرا مشاہدہ آمین

میر تقی ر قسطار ہیں کہ آج 36، 37 سال قبل کا واقعہ ہے کہ میں پہلا کیم (کشمیر) میں موسم گرما گزارنے گیا تھا۔ ایک مختصر ہوٹل میں جو دریا کے کنارے تھا، قیام کیا۔ میر تقی کشمیر کے ایک بزرگ اس ہوٹل کے مالک دستقمی تھے۔ اُن کے یہاں چند ہولہ سال کا ایک لاکھ ملازم تھا۔ یہ لاکھانی دور سے چنے کا پانی ہوٹل کے لئے لایا جاتا تھا۔ ایک روز نہ پیر کا ذکر ہے کہ وہ لاکھانی سے بھرے ہوئے دو کسٹر آئے، ہوٹل میں داخل ہوئے۔ اس نے پانی کے کسٹر پر آدھے میں رکھ دیئے اور مستانہ دار قسٹم کرنے لگا۔

چایاں سامان رسوائی سر بازاری قسم

لا کے پر حال طاری ہو گیا تھا اور وہ بے تحاشا ناچے جا رہا تھا کہ بڑ حال ہو کر چارپائی پر گر گیا۔
ہوٹل میں بھولک مہتمم تھے وہ بے تحاشا بھاگے۔ خیال ہوا کہ لا کے پر کوئی دائمی دورہ پڑ گیا ہے۔ اس
لئے قدرتا ڈاکٹر کی تلاش ہوئی مگر یہاں معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ وہاں ایک عالم دین بھی تشریف
فرماتے۔ انہوں نے دل میں دل میں قرآن مجید کی کوئی آیت دہرائی شروع کی۔ مولوی صاحب
کے قرأت شروع کرنے سے قبل اس شمع بے ہوش لا کے لئے نہایت خوش الحانی سے وہی آیتیں پڑ
واں بلند دہرائی شروع کر دیں جو خود مولوی صاحب شیطان کو بھگانے کے لئے پڑھنا چاہتے تھے۔
میں جان نہیں کر سکتا کہ اس وقت اس ناخوامانہ لا کے قرأت سے کیا ساں بندہ کیا تھا۔ قرأت
کے بعد لا کے سوال کیا گیا کہ آخراً آپ کون پرگ ہیں اور اس لا کے پر کیوں مسلما ہو گئے ہیں
۔ جواب ملا: ہمارا یہ نام ہے اور ہم اس لا کے دوست ہیں۔
یہ مسلما گفتگو دیکھ جا رہی رہا۔ پھر ہوٹل کے مالک نے پوچھا کہ اس سال کام کیسا چلے
گا؟ جواب ملا۔ بہت اچھا۔

پھر کچھ اور لوگوں نے سوال جواب کئے۔ میں یہ سارا واقعہ خاموشی سے دیکھتا رہا۔ آخر مجھے سے
بھی خطاب کیا گیا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس لا کے پر کوئی جن مسلما ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ وہ
کشمیری نو جوان تھا جسے حساس معمول تھا اور وہی کہنے کے ذرا اثر ہمارے یہاں دوی گائیک کو
موسیقی کا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں بلا ضرورت جاہل اوتے۔ میں نے مجھے سے کہا تھا کہ اگر
کشمیر سے حیدر آباد جاؤ گے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ جاؤ گے۔ اس کی یہ چیونٹی حرف بحرف
درست ثابت ہوئی۔ بے خودی کے عالم میں معمول کا فیروز بان بولنا کتنا ہی جرات کا واقعہ کیوں نہ
ہو لیکن اس قسم کے واقعات اکثر افراتفریش آتے ہیں۔

سید رضا رضوی لکھتے ہیں کہ

1931ء کا ذکر ہے کہ میں گورنمنٹ اسکول کے آخوین دورے میں تعلیم پاتا تھا۔ مگر میں کوئی
فصل بھی عادتاً انگریزی ہی بولنے والا نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ سوائے کورس کی کتابوں کے کوئی کتاب
انگریزی کا عادی نہ تھا۔ ہوا کہ میری داڑھ میں پڑا ہوا لکھا۔ شہر کے مشہور راجن ڈاکٹر سکھ دیال سے

رجوع کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس ایک نیا انگلش آیا ہے۔ اس انگلش سے بے ہوشی
طاری ہو جاتی ہے اور یہ آسانی آپریشن کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس انگلش کے ذریعے بے ہوش
کر کے میری داڑھ کا آپریشن کر دیا گیا۔ جب مجھے بوش آ رہا تھا تو بے اختیار میری زبان سے بڑ
ی رواں دواں انگریزی تقریر جاری ہو گئی۔ ڈاکٹر سکھ دیال کی حیرت قابل دیدہ تھی کہ اتنی کم عمری میں
جب کہ میں آخوین جماعت کا طالب علم ہوں ایسی فصیح و بلیغ انگریزی زبان میں تقریر کر رہا ہوں
۔ مگر آ کر میں انگلش کے پیدا کئے ہوئے خزانے کے ذرا اثر انگریزی کی بات رہا۔ جب کہ اس زبان
کے چند ہی جملے مجھے رنے ہوئے ہیں۔ لفظ یہ ہے کہ اپنی مادری زبان اردو اس حالت میں قطعاً
فراموش کر چکا تھا۔ لفظ کی بے کفایت چھ سات گھنٹے طاری رہی اور جرمی دور ہوئی انگریزی بولنے کی
قدرتی صلاحیت بھی فم ہو گئی۔ سید رضا رضوی ماہرِ شاعری کے معمول نہیں ہیں۔ نہ کسی مشکل یا دینی
گاہک کے ذرا اثر جب ماہرِ شاعری ارواح کی مہاس میں کوئی فیروز زبان میں جس سے وہ واقف نہ ہو
۔ کیا ایک تقریر شروع کر دے گا ہے تو پر فرض کر لیا جاتا ہے کہ عالم ارواح کی کوئی ہستی اس کی زبان
کے بول رہی ہے۔

ظہیر میر نے اس معاہدے کی

سید رضا رضوی کے بارے میں لکھا کہ جگر ہے کہ ماہرِ شاعری ارواح کی مجلسوں میں حصر
میں لکھتے ہیں کہ یہ ہستی صلاحیت رکھتے ہیں۔

آگرہ کا واقعہ

نومبر یا دسمبر 1942ء یا 1943ء کا واقعہ ہے کہ میں دفتر سے واپس آیا۔ پاس وغیرہ دل کر
نمازیں کے یہاں چلا گیا۔ وہاں پہنچے پر مجھے بتایا گیا کہ آج دوپہر کو وہ لوگ قتل مقام سے گزر
رہے تھے تو دیکھا کہ میں سائیکل پر آن کے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں بچوں نے آواز دیں وہیں لیکن میں
نے سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، یہاں حیران کن تھا کیونکہ میں اس وقت دفتر میں مصروف کار تھا۔ ہر
چند کہ میں نے تردید کی لیکن وہاں مشاہدے پر مصر رہے۔ جب میں نے پوچھا کہ

اچھا تاکہ میرا لباس کیسا تھا؟

تو انہوں نے بغیر کسی جھجک کے میرے لباس کی تفصیل بتادی۔ فاس رنگ کا سوٹ، ہٹاؤ رنگ کی ٹائی اور فاس رنگ کی ٹی شٹ خاص بات یہ کہ نگھے سرانگیں پر سوار تھا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ اپنے عزیزوں کے اس مشاہدے کو بالآخر قرار دے دوں لیکن انہیں یقین نہ آیا۔ وہ سب کے سب اصرار کرتے رہے کہ نہیں۔ ہم نے ضرور آپ کو آج دوپہر نگھے سرانگیں پر سوار ہے۔ ایک آدمی کے بیک وقت دو مقامات پر دیکھے جانے کے واقعات آنکھ سے گئے ہیں۔ اس واقعہ کی کیا تو جہد کی جائے گی؟ اس واقعہ کی توجیہ یہ بھی ہے کہ سپرد رضا رضوی کے عزیزوں کو مغلطہ ہوا۔ اسے حیرت انگیز انداز سے کہ شہادت کی جوشہادت ہوئی چائیں دوسرے موجود نہیں اٹھائیں کیا کہا جائے کہ

نظر جو بھی آیا فریب نظر تھا

سید علی رضا رضوی نے اگر وہ کہ مشہور روحانی بزرگ قاضی نور اللہ شمسویؒ کے حزار مبارک کا ایک واقعہ بھی لکھا ہے۔ قاضی صاحب شہید چٹ کے خطاب سے مشہور ہیں لکھتے ہیں کہ خوش اعتقاد یا زود اعتقاد لوگ آنکھ اس حزار کی کراٹھیں اور بزرگیاں بیان کیا کرتے تھے لیکن مجھے بھی ان پر یقین نہیں آیا، یہ سب بھی خیال آج تک سب دواہر مٹاؤ اور خوش اعتقاد کی فکر نہیں ہے۔ ایک روز میں کسی رات میں قاضی نور اللہ شمسویؒ کے حزار مبارک میں قاضی صاحب نے ایک سو کیڑاں پور کا بلب روشن تھا۔ چند منٹ کے بعد یہ کیڑاں دیکھ مار پر جو چرچہ ملب ہے اس سے بہت جلدی روشنی نکلتی شروع ہوئی جس طرح کالٹین کی بجلی آؤ بجی کرنے سے روشنی آہستہ آہستہ تیز ہو جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ روشنی آہستہ آہستہ ہو گئی کہ پانچ سو کیڑاں پور کا بلب بھی مامہ پڑ گیا۔ یہی روشنی اس قدر سہانی اور لطیف تھی کہ سبحان اللہ روشنی بدلتی رہی۔ کم ہوئی اور پھر غائب ہو گئی۔ دماغ میں خیال اور ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ مولانا کیا کر رہے؟ کیا ایسا ہوا ممکن ہے؟ دماغ میں یہ خیال آتے ہی دوبارہ خود بخود ای طرح چلنے کے اندر سے روشنی نکلتی گئی۔ حزار پر دوسرے لوگ بھی حاضر تھے۔ میں نے ان سے روشنی کے بارے میں سوال کیا۔ مگر سب نے جی بھلے میں اٹھا کر دیا

یعنی ہر سچے سچے اور کسی کو وہ روشنی نظر نہ آتی تھی۔ کہا جاسکتا ہے کہ ہزار میں ہزار کو یہ قوف بنانے کے لئے کسی ٹکڑی کی شکل سے چلنے کے اندر وہ روشنی پیدا کی تھی۔ ٹھیک ہے مگر اس صورت میں وہ روشنی جس نے میری نظر میں پانچ سو کیڑاں پور کے بلب کی چمک دمک کو مانہ کر دیا تھا۔ سب کو آتی چاہئے تھی۔ ختم مجھے کیوں نظر نہ آئی۔

آسمان کی سیر

ادب بخش آبادی میرے پور خاص سے لکھتے ہیں

میرے ایک کرم فرما ڈاکٹر خان صاحب میرے پور خاص میں پرکھ کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک صلیب احمد دوسرے پتار، مکروہ اندر میں کمال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ سات روز تک اس کا علاج کیا گیا۔ قابل امین جان حد تک صحت یاب ہو گیا تو اسے اسپتال سے چھٹی دے دی گئی۔ بیمار دار اس کو تگتے پر ہٹا کر کھلے جانے لگے۔ ابھی ڈاکٹر شمس سے مل گیا ہوا کہ اندر میں بلب کی حالت خراب ہو گئی۔ سارا جسم ٹکڑی کی مانند سخت ہو گیا۔ منہ سے ہماگ نکلنے لگا۔ ڈاکٹر خان صاحب کا بیان ہے کہ وہ لوگ تگتے کو پھر اکرم میں کو میرے پاس لے آئے۔ چونکہ جاہری کی امید نہ رہی تھی علاج میں شامل کیا گیا۔ سر میں بالکل بے ہوش تھا۔ چند گھنٹے کے بعد اس نے دلہا کا چمک چمک اُسے ہوش آ گیا۔ یہ حال دیکھ کر کیا ہوا؟ اس نے خوشی اور حیرت کے ملے جلے بھلے میں نہایت راز داری کے ساتھ کہا کہ مجھے دو آدمی آسمان پر لے گئے تھے۔ بڑی بارون جگہ جگہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ روشنی نہایت عمدہ تھی۔ آسمان پر چلنے کے بعد انہی دونوں آدمیوں نے کہا کہ چل یہاں سے ہماگ ابھی تیرا وقت نہیں آیا۔

عبدالرحمن خان کا بیان ہے کہ

1950ء میں جب میری عمر ستر سال کی تھی روز کے ایک حصے میں جیاس محسوس ہوئی۔ ایک پہاڑی خستے کے قریب ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر اکیلا سو گیا۔ محسوس ہوا کہ کوئی غار بے حقوق سر کے

مرچو

پر

قریب زور زور سے سانس لے رہی ہے۔ آنکھ کھل گئی۔ ادھر ادھر دیکھا کوئی نہ تھا پھر سونے کی کوشش کی پھر بھی ہوا۔ تیسری بار پھر بھی واقعہ پیش آیا۔ چوتھی بار لینے کی جرأت نہ کر کے اٹھا۔ شعلے سے پانی کے جوہر میں نہایا انتظار روز کے بعد چار پانی پر لیٹا تو چاروں طرف آگ ہی آگ نظر آنے لگی والدہ صاحبہ نے آیت انکسریٰ پڑھی تو دوش آیا۔

جنگل میں

فضل احمد (راولپنڈی) نے اپنے تجربے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جوانی کے زمانے میں رات کو جنگل سے گزر رہا تھا۔ ایک تاریک مقام پر گیاں وحشت ناک چٹیلیں سنائی دینے لگیں۔ ڈرنے کے بجائے وہیں کھڑا ہوا کیا کہ یہ قتا بھی دیکھتا چلوں اور کچھ طبع کا درد شروع کر دیا۔ آغراں دل دھلا دینے والی آوازوں کا شور مچا ہوا گیا۔ 1955ء میں ضلع راولپنڈی میں ایک پہاڑ پر گیا اور کسی تنہا مکان میں ٹھہر گیا۔ دروازہ بند کر کے شوق چھ پڑھنے لگا کہ کسی نے زور سے کمرے لالت رسید کی۔ لالت مارنے کی آواز بھی آئی اور بھی محسوس ہوا۔ میں نے عادت بگھلا اس نہ دکھائی دینے محرات رسید کرنے والے کوشش گالیاں بکھر شروع کر دیں لیکن میرا کچھ بھی نہ بگڑا تیسرا واقعہ یہ ہے کہ میں ایک فوجی کے ساتھ جنگل سے گزر رہا تھا۔ چلتے چلتے ہم ایسے مقام پہنچے جس کی نسبت ڈانٹنی کہا گیاں شہر میں لڑائی دینے حالت کے لئے یہ شہر بھی غرضی نے آباد دی ٹھہر جاؤں میں ٹھہری تھا کہ کسی نے زبردستی میرا منہ دوسری طرف بھیر دیا۔ حالانکہ فوجی ابھی دور تھا۔

شیبورتی کے بزرگ

ایس ایم آئی قادری (کراچی) کا بیان ہے کہ میں بٹیار (وکن) کا رہنے والا ہوں۔ انکم ٹیکس آفیسر کی حیثیت سے OPT (انتخاب) کر کے پاکستان آیا۔ فی الحال وکالت کر رہا ہوں۔ یہ واقعہ 1924ء کا ہے۔ سرحد کا ایک فقیر زمین چار سال

کے واقعہ سے ہماری طرف آیا کرتا تھا۔ جب وہ اپنے خاتون العادات تجربات بیان کرتا تو ہم لوگ کافی محظوظ ہوتے۔ ایک روز کہنے لگے صاحب! حاضرات دیکھو گے؟

جس وقت کے بعد ہم نے رضا مندی کا اظہار کیا تو کہنے لگے کہ اس کام کیلئے ایک نو جوان کی ضرورت ہوگی جو بھیگا ہو، یعنی ترجمان ہو۔ اتفاقاً اس موقع پر ایک مسایہ دوست بھی موجود تھا۔ اس کے یہاں ایک دہستانی لڑکا کام کرتا تھا۔ اسے طلب کر لیا گیا فقیر نے لڑکے کو معمول بنانے پر آمادگی کا اظہار کر دیا اور پان پر کاجل کا دائرہ بنا کر لڑکے سے کہا کہ اس دائرے کو چمک بھیجائے بغیر کھورتے رہو۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ وہ کاجل اگل اٹھا، جاہل اور نوازش جس کو برابر بات کرتا بھی نہ آتی تھی۔ جب دہستانی لڑکا کچھ دیر تک دائرے کو گھورتا رہا تو فقیر نے پوچھا۔ کچھ نظر آتا ہے؟

لڑکے نے جواب دیا کہ

ایک بہت کٹھاہ چوڑا ہے جس کے چاروں طرف جھاڑ ہیں۔ درمیان میں ایک قبر ہے جس کے قریب کوئی گورے رنگ کے بزرگ بیٹھے ہوئے کتاب پڑھ رہے ہیں فقیر نے کہا۔ اس سے نام پوچھو۔ لڑکے نے کہا وہ نام نہیں جانتا بلکہ اپنی جگہ کا نام شیورتی بتا رہے ہیں۔ ہم نے نہ شیورتی کا نام نہ جانتا نہ یہ معلوم تھا کہ شیورتی کہاں واقع ہے فقیر نے معمول دیکھ کر ان سے کہ پوچھو، صاحب اس سال بیڑک کے امتحان میں پاس ہو جائیں گے یا نہیں؟ ان کی شادی کہاں ہوگی؟ کہاں کہاں ملازمت کریں گے۔

لڑکے نے کہا وہ بزرگ کہتے ہیں کہ امتحان میں پاس ہو جائیں گے۔ نوکری بیٹا پور رحید راجہ پور اور سبکی میں کریں گے۔ اس کے بعد معمول (دہستانی لڑکے) نے کہا کہ وہ بزرگ واپس چلے گئے اور پان فقیر کو واپس کر دیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ حاضرات کے دوران لڑکے پر کوئی غیر معمولی حالت طاری نہیں ہوئی اور نہ یہ چہ چلا کر معمول نے ان بزرگ سے کس زبان میں گفتگو کی۔ اردو میں یا اپنی دہستانی زبان میں؟ مجھے ان چشموں کو نیوں پر کوئی یقین و اعتماد نہ تھا۔ اگرچہ حیدر آباد میں میرے چند اعزاء موجود تھے مگر وہاں شادی کا کوئی امکان نہ تھا۔

حلاق، بیٹی کے مغربی خلیع بلیر عام میں انڈین ٹیچنل کالج میں اور اجلاس ہوراجا میں اور میرا بھائی تہاشائی کے طور پر اس اجلاس میں شریک ہوئے۔ چلے کے بعد ہم دونوں ایک ہوٹل میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ ہم نے دیکھا چند لوگ بیوس میں بیٹھے غصے لگے تھے گزرو رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سب لوگ کسی بزرگ کے عرس میں شرکت کے لئے چارے ہیں۔ جب مقام عرس کا نام معلوم کیا تو سن کر مہبت دھگے لگے کہ یہ عرس شیوہ کی نامی گاؤں میں ہورہا ہے جو یہاں سے 20 25 میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں ایک بزرگ کا حراسہ ہے۔ نہ درگاہ نہ شہد، فقط ایک چوہترہ ہے جس کے چاروں طرف بڑے بڑے درخت کھڑے ہیں (دو بھائی لڑکے نے یہی مقام حاضرات کے دوران پاؤں کے پتے پر کاجل کے دائرے میں دیکھا تھا) اب پیش گوئیوں کی طرف آئیے۔ 1930ء میں، نے بی اے پاس کیا۔ 1932ء میں بالکل انتہائی طور پر میرا تقریر نام لکھیں انیسویں پر ہو گیا۔ اسی سال والدہ کے لیمہ پر حیدرآباد میں شادی ہوئی۔ بیٹی سے چالہ پہلے شواہ پورا اور پھر بیکانیر ہوا۔ تقسیم کے وقت میں نے ملازمت کے لئے پاکستان کا انتخاب کیا۔ پہلے کوئٹہ میں پھر حیدرآباد سندھ میں اکرم لکھن آج میری مشیت سے کام کرتا رہا۔ یہ ہے ایسا اہم قادری صاحب کا بیان۔

حاضرات ادوارح لکھے گئے مشرق وسطیٰ میں پاکستان اور ہندوستان میں رائج ہیں۔ انجیلوں کے سامنے چٹنا، یعنی عقی بنی، بلوچ پر نظریں تھانا، نامن پر سیاہ اور چھلور روشنائی کا کرشنا، آب رواں بنی و حیدر و حیدر و حیدر و حیدر ہوتا ہے کہ معمول ڈرائی کی طور پر واقعات جان کرنے لگتا ہے یا پیش در حال کو خوش کرنے یا حاضریں سے پیسے ڈرنے کے لئے اس قسم کے ناگہرہ جاتے ہیں۔ یہ واقعہ خود میرے سامنے پیش آیا کہ حاضرات ادوارح کے ایک مدنی شریف لائے اور فرمانے لگے کہ وہ انگوٹھی کے ذریعے حاضرات کرتے ہیں۔ طے یہ ہوا کہ میری لڑکی فرزانہ پلک چپکائے بغیر انگوٹھی کے نیچے کوئٹہ کی فرزانہ نے حسب ہدایت نیچے کوئٹہ شروع کیا۔ حال صاحب نے دو چار منٹ کے بعد کہا کہ جنہیں کوئی بزرگ نظر آ رہے ہیں۔ لڑکی نے انکار کیا۔ وہ حسمانہ لے جس فرمانے لگے کہ میں غور سے دیکھو بزرگ ضرور نظر آئیں گے۔

دو چار بار کی تکرار کے بعد لڑکی نے اقرار کیا کہ جی ہاں بزرگ نظر آ رہے ہیں اور پھر حال صاحب جو کچھ کہتے تھے وہ ان کی تصدیق کرتی چلی گئی۔ حاضرات کے بعد حال صاحب شریف لے گئے۔ میں نے فرزانہ سے کہا کہ جب جنہیں انگوٹھے کے نیچے میں دیکھ نظر نہیں آ رہا تھا، میرا تم نے ہر بات پر ہاں کیوں کہ دی۔

فرزانہ نے جواب دیا کہ مجھے ان پر ترس آنے لگا تھا۔ اگر میں انکار کرتی کہ مجھے انگوٹھی کے نیچے میں کچھ نظر نہیں آتا تو بے چارے کو کتنی شرمندگی اٹھانی پڑتی اس موقع پر فرزانہ نے جو کچھ کیا۔ بہت سے معمول بنی کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ پیشہ و معمول اپنی دکانداری کی غرض سے گزروادارہ کے معمول عامل کی حکم آ میری ترغیبات سے حائر ہو کر اور بعض لوگ خوش آمدادی کے زبائر عامل کی ہدایت پر کار بند ہوجاتے ہیں اور ایک بنی ہوئی کہاں اور رتی رتائی ہوئی داستان دہراتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ حاضرات ادوارح کی روداد ایک ہی ہوتی ہے۔ یعنی ہر جگہ (دو چیز جس پر نظریں بھی ہوتی ہیں) کے اندر کسی بزرگ کا نظر آنا اور ان کی معرفت روداد کی طلبی۔ بعض عامل اپنے معمول کو یہ ٹکھن دیتے ہیں کہ

جنہیں ایک میدان نظر آ رہا ہے۔ معمول اقرار کرتا ہے۔ وہ دیکھو وہ پھر جھاڑو سے رہے ہیں۔ معمول اقرار کرتا ہے۔ وہ دیکھو کچھ بچا یا چارہ ہے۔ معمول اقرار کرتا ہے۔ وہ دیکھو کچھ چارہ آگے۔ معمول اقرار کرتا ہے۔ وہ دیکھو بادشاہ سلامت آ کر تھکے پڑے ہوئے۔ معمول اقرار کرتا ہے۔ معمول کا یہ اقرار یا تو داسہ بازی ہے یا سربستی و دروغ بانی یا پھر یہ فرض کیا جائے گا کہ معمول پر ہلکی بخوبی کیفیت طاری ہوگئی ہے اور وہ اس عالم میں عامل کی ترغیبات سے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو عامل بتلا رہا ہے۔ تجارتی حاضرات ادوارح میں باغیچہ بنی ناگہرہ چایا جاتا ہے۔ صرف بنی نہیں کہ "ہوٹ لگا" (دو شے جس پر معمول نے نظریں نہائی ہیں) میں صرف مردوں کی رو میں ہی نظر آتی ہیں بلکہ حائر بھی دکھائی دیتے ہیں۔ جیسے ایک بیٹی جانتی فلم نظر سے گزری ہے۔

طارق جہانگیر (مری ہلز) مکتوب 15 ستمبر 1972ء رقمطراز ہیں کہ تقریباً دو مہینے ہوئے کہ میری ملاقات چنڈی کے ایک عامل سے ہوئی جو حاضرات ادوارح کرتا

ہے انہوں نے مجھے دو نکلے سکھائے۔ پہلا نکلہ گیارہ مرتبہ اور دوسرا نکلہ سات مرتبہ پڑھ کر کسی چھوٹے بچے کے منہ اور دانے اگلے ہو چکے ہیں پتا ہے پھر اگلے حصے کے ہاتھ لگا دیا جاتا ہے۔ ماضرات ارواح کی شرط یہ ہے کہ ہاؤل نہ ہو، یعنی آسان یا ہلکے صاف ہو۔ جو پتلی ہوئی ہو۔ بچے یعنی معمول کی 13 یا 14 سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ بڑے آدمیوں پر یہ عمل کارگر نہیں ہوتا۔ بچے کے کہا جاتا ہے کہ وہ ہاتھ پر جہاں تھیل لگا دیا جاتا ہے انہیں جہادے۔ بچہ نظر میں جہادتا ہے اور نیلی وچن اسکرین کی طرح مختلف مناظر، ناخن پر اس کی انھر کے سامنے سے گزر نے لگتے ہیں۔ پہلے مہجرت آتے ہیں جبکہ صفائی کرتے ہیں زور دیتی چھاتے ہیں۔ میز لگاتے ہیں میز پر قلم یا کٹاؤر روشتائی رکھ جاتے ہیں۔ پھر کرسی رکھی جاتی ہے اور بادشاہ سلامت پھر خلف لگاتے ہیں۔ بادشاہ سلامت سے سوالات کئے جاتے ہیں تو وہ جوابات کاغذ پر لکھ دیتے ہیں یا کسی دانے کی جس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے، قلم دکھا دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی عاصب آدمی کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے تو بادشاہ سلامت نے اشارہ کیا اور وہ ادنیٰ نظر آ گیا اور کئی بھی دیکھ لیا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اسی طرح میں نے کئی بچوں کی فرمائش پر لندن، نیویارک اور کئی دوسرے شہروں کی سیر کرائی۔ اس طرح کہ معمول بچے کے ذریعے بادشاہ سلامت سے گزارش کی گئی کہ وہ لندن کا ٹھکانہ دکھائیں۔ بادشاہ سلامت نے اشارہ و نشان دیا کہ وہ لندن کی بجائے ناخن کے قلع پر دکھائی دیتے گئے۔ ایک بار بادشاہ سلامت سے عرض کی گئی کہ چوٹی افریقہ میں مومے کی سب سے بڑی کان کے بارے میں بڑے کمرے میں ہیں جن پر کراس کانٹن بنا ہوا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ ٹرک MERCEDEZ BENZ قسم کے ہیں۔ ایک لڑکے نے کہا کہ میرے چچا اکیڈمی میں ہیں میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ لڑکے سے کہا گیا کہ ناخن پر تھیل لگا ہوا ہے اس پر نظریں جہاد۔ نظریں ہمانے کے بعد اسے "ہدف نگاہ" میں چچا بھی نظر آئے گئے اور افغانستان کا وہ مکان بھی جس میں چچا رہتے ہیں۔ جب بادشاہ سلامت سے کہا جاتا ہے (ٹکارا ہے) بادشاہ سلامت سے ساری گفتگو معمول یا وسیلہ کی معرفت ہوتی ہے (کہ فلاں واقعہ کو تفصیل سے دکھائیے تو وہ اسے تفصیل سے دکھاتے جاتے ہیں۔

بہر حال (طابق جہا نگھیرا خرمیں لگتے ہیں کہ) آپ ان تجربات پر تبصرہ ضرور کریں کیا ہدف نگاہ پر پلک بچپکائے بغیر نظر ہمانے سے بچے میں ارواح کا بارے حساس، EXTRA SENSORY PERCEPTION یا ای ایس پی کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا ایسا ہے کہ "میکسٹرا" میں تمام انسانی تاریخ کی قلم محفوظ ہے۔ معمول بچوں نے یہ بھی بیان کیا کہ انہیں ہر چیز (ناخن) میں دیکھی یا نظر آتی ہے جیسے وہ اصل میں ہے۔ ذرا بہرہ گیری فرق نہیں ہوتا۔ طابق جہا نگھیرا ماضرات ارواح کی جو تفصیل لکھی ہے یعنی مخصوص نکلوں کا دہرائے۔ عامل کی ترغیب پر بہتر میز پر کرسی، دوا، قلم اور بادشاہ سلامت کا نظریہ یا سب وسیلہ یا معمول کے لاشعور کی ایجاد ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہدف نگاہ میں جو ایک مستقل کردار ہے۔ باقی سارے مناظر عامل کی ترغیبات سے نظر آتے ہوں البتہ یہ حقیقت ہے کہ "میکسٹرا" یعنی ذہن کے باورانی حصے میں سب کچھ موجود ہے۔ ماضی حال اور مستقبل۔ ذہن کے باورانی حصے کو شعور برتر کہتے ہیں۔ شعور برتر ذہان اور مکان کی حدود سے بند ہے۔ جب معمول کسی چھلدار چیز کو پلک بچپکائے بغیر نگاہ تارکتا رہے تو رفتہ رفتہ دماغ پوچھ ل اور شعور کی درست پڑ جاتی ہے۔ شعور کی رد اور رفتار کے ست پڑتے ہی لاشعور سے شعور برتر کی صلاحیت ابھرتی ہے۔

انصار رحمہم باہادور، پچھوال ضلع جہلم سے لکھتے ہیں کہ

مرحوم فرما دادا جان مرحوم۔ امین

میرے دادا جان مرحوم مرزا خڑخسیدار تھے نہایت پرہیزگار، مٹھی اور پابند شریعت۔ 1939ء میں سعادت بیج نصیب ہوئی تھی۔ انگریزوں کا راج تھا اور انگریزوں کے راج میں افسروں کو جو امتیازات حاصل تھے ان کا جو عرصہ داب تھا اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ دادا مرحوم نہایت سادہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرتے تھے۔ 1946ء میں دور جانر (خلیفہ باب) ہوئے اور 1947ء میں کچھ رمضان کو ان کا انتقال ہو گیا۔ بیماری کے زمانے میں اور اس سے پہلے بھی وہ اپنے چہ ہارے میں مصروف عبادت رہا کرتے تھے۔ ان کی فوجی (وفات) کے بعد گھر والے مغرب کے وقت چہ ہارے میں چراغ جلا دیتے تھے۔ وفات کے تیسرے روز تراویح کے وقت عجیب واقعہ پیش آیا۔ ہوا بے کمرنگن میں گھر والے اور کچھ دوسرے لوگ بیٹھے تھے کہ چانک

پر چلنا چاہتی ہے اور ہر قدم گن گن کر اٹھاتی ہے کہ آگے نہیں دلدار اور کچھ نہ ہو۔ دماغ اس مشاہدے کو گنج مانتا ہے جسے آنکھوں نے دیکھا ہو۔ اس آواز کو حقیقت سمجھتا ہے جسے کانوں نے سنا ہو۔ جہیز ہماری پانچوں حسوں (حواس خمس) سے آگے ہے۔ عقل انسانی اس سے بدلتی اور گہرائی ہے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ موت کے بعد جسم کو کونوں مٹی کے نیچے دبا دیا جاتا ہے۔ وہ فانی ہو جاتا ہے۔ عقل انسانی اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ جو مر گیا وہ مٹ گیا۔ ہائے رعب کا عقیدہ عام عقلی عقل کے لئے قابل تسلیم نہیں کیونکہ روح آنکھوں سے نظر نہیں آتی اور جہیز آ آنکھوں سے دیکھی نہ جائے، ناک سے سونگھی نہ جائے، زبان سے بچھی نہ جائے، اس کو تسلیم کرنے میں دماغ بڑی ابلجھن محسوس کرتا ہے۔ آپ الفارناحمہ صاحب کے دارا کے واسطے کوٹھجے۔ چراغ کا جلنا سمجھنا، چارے میں مرحوم کو تازہ پڑھنے دیکھنا، یہ تمام مشاہدے ایسے ہیں جنہیں معمولی عقل اور مٹی سے وہ سمجھ نہیں سکتی۔ تسلیم نہیں کر سکتی۔ جب ہماری سانسوں اس قسم کا کوئی واقعہ بیان کیا جاتا ہے تو دماغ میں پہلا خیال یہی پیدا ہوتا ہے کہ کہنے والا یا دیکھنے والا کھو گیا ہے یا دھوکہ دے رہا ہے جسے اگر اس قسم کے خارق العادات واقعات بار بار برابر پیش آتے رہیں تو آپ کیا تاویل کریں گے؟

ایک لاکھ سال قبل

آئیے ایک مرتبہ پھر غور کریں کہ انسانی دماغ خارق العادہ کو تسلیم کرنے سے ہٹکا جاتا کیوں ہے؟ دیکھئے ہم انسانی دنیا کی مخلوق ہیں جو ظاہر محسوس دماغ سے بنی ہوئی ہے ہم اس محسوس مادی دنیا کا ادراک کرتے ہیں۔ لیکن وہ ہاتھ پاؤں کے ذریعہ کرتے ہیں کہ غرض ہر انسان کی عمر ایک لاکھ سال ہو یا پانچ لاکھ سال وہ اس غویل عمر میں برابر مادی دنیا کے قوانین معلوم کرنے کی جستجویں لگ رہا ہے۔ قدرت یہ چاہتی ہے کہ انسان ایک لمحے کے لئے بھی اس مادی دنیا سے غافل ہو کر نہ ہو۔ اس ضعیف مگر عقیم مخلوق نے تجزیہ کار نکات کا کام لینا چاہتی ہے۔ ایک لمحے کے لئے آج سے ایک لاکھ سال پہلے والے انسان کا تصور کیجئے۔ یہ فانی دلدل کے کنارے ہمارے پھاڑی کھوکھو کے غاروں میں اُتر گئے ہوں۔ بندروں اور گرہن گھوں کے درمیان رہتا تھا۔ بچا ہر اس کی اور ایک رچی بچھے یا انگور

کی ڈھنگ کی کوئی کھلی فرق نہ۔ وہی پہاڑی غار کی سکونت اور وہی جنگلی درختوں کے گھر سے کھلوں پر گزارہ۔ آج بھی تصور کی آنکھ کی مدد سے ہم کل تاریخ کے انسان کو پہاڑ سے اُتر کر وادی میں جنگلی ناشپاتیاں اور اخروٹ پھیندے دیکھ سکتے ہیں۔

انگور اور انسان میں ایک فرق یہ ہے کہ وہ چاہے بے اور یہ وہ پائیدار حقیقت وہ پائیدار انسان کے اشراف الخلاق ہونے کی بنیاد ہے وہ جیروں کے عقلی چل بھر سکتا اور دونوں باتوں کو آزادی کے ساتھ استعمال کر سکتا ہے۔ اگر انسان کے دونوں ہاتھ بھی چپ پاؤں کے اگلے جیروں کی طرح صرف چلنے یا دوڑنے کے لئے ہوتے تو ممکن ہی نہ تھا کہ وہ تجزیہ کار نکات کی ہم عقیم انجام دے سکتا۔ اور حقیقت انسان اتنا ہی اب اور تھن کو جو درجہ لانے کا جو کار ہمارا انجام دے سکا ہے وہ صرف اس لئے اس کے ہاتھ آزاد ہیں۔ ذہن کے پائیدار نہیں۔ ذہن کے پائیدار ہوتے تو وہ دستکار یاں وجود میں آدے۔ ہم انہوں نے رات دن رات کھانا مٹی اور ابلجھ کر تک کھا پیے اور بے پرواہی کیا کہ انسان کرے اور اس کی دلچسپی نہ کر جائے یا نہ کرے۔

نوع انسانی کی طویل زندگی میں دو دن ایسا دور رکھے جائیں گے۔ پہلا دن وہ کر اس نے انہوں کا آزادانہ استعمال کیا اور چو پائے کی طرح چلنے کے بجائے وہ سیدھا جان کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس دن وہ جب کر ارض کے مدار سے آزاد ہو کر اس نے غائے کے مدار پر سفر کیا اور فرش ماہ چمکے۔ اور اس دن جب کہ وہ زمین کے چاروں طرف گئے ان کے لئے کھانا پانی تھا۔ یہ نکات عقلی نقطہ نظر سے محسوس ہونے کی کوئی بات ہے اور مادی قوانین کا تاجزاع کرتی ہے۔ ذرے سے لے کر سورج اور فضا سے لے کر ہلال حرکت کرتے، مٹی اور روٹل کا ایک ہی قانون کا فرما ہے جب تک ہم اس قوانین کو یاد کرتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ مادی دنیا پر حکومت کر سکیں۔ جو ہمارا مقصود بھی ہے اور فریضہ بھی۔ تجزیہ کار نکات کے لئے انسان جو عقل استعمال کرتا ہے وہ حواس خمسہ کے ذریعے حاصل کردہ معلومات کی روشنی میں آگے بڑھتی ہے اور حقیقی امکان اس کی کوشش ہے۔ کوئی ہے کہ وہ جانی بوجھی جیروں کے ذریعے مانتیانی اور ان بوجھی چیزوں کو سمجھے۔ انسان نے انہی کی قوت کا انکشاف دیا جس کے ان قارمولوں کے ذریعے کیا جوا بقاء میں دوسرے مقاصد کے لئے وجود میں آ

مرچو

مرچو

تھے۔ اگر ہم کائنات کو خلاصہ عقل یا کم سے کم باوقی اخص (جو کچھ میں داتے ہوں) قوانین کے ذریعہ سمجھنے لگیں تو ممکن ہی نہیں کہ اس کائنات کے کسی ایک پہلو کو بھی سمجھ سکیں۔ پھر تو سورج کی گردش ہے کہ زمین کی حرکت تک ہر چیز کو کچھ حد تک کر دیا جائے گی۔ عام سمجھ بوجھ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم صرف حواسِ بشر (آنکھ، کان، ہانگ) پر محدود کریں۔ گو یا قدرت کی طرف سے ہمیں اس بات کا عادی بنایا گیا ہے کہ انسان ان دیکھی کے سوا کچھ دیکھی بھائی چیزوں پر محدود کرے۔

مثلاً انسان مارا کے چلا جانے کے کمرے میں جب اپنے والد مرحوم کو مصروف نماز دیکھتا تو غور و خوض ہو کر ہماگ کھڑے ہوتے۔

غیر معمولی قوتیں

بلاشبہ انسان کی سب سے بڑی دولت اور طاقت حواسِ بشر کا عمل ہے۔ حواسِ بشر کے ذریعے وہ دنیوی دنیا کا ادراک کرتا اور اس پر غالب آنے کی تدبیریں کرتا ہے۔ تاہم انسان کے اندر کچھ اور قوتیں بھی ہیں جو حواسِ بشر کی گرفت سے آزاد ہیں انہیں نے ملٹی پلکشی کی مثال پیش کی تھی۔ آپ بھی غور کیجئے بعض لوگ اسے ایسا ہوتے ہیں کہ کسی ایسے کچھ آپ دوسرے کے خیالات سے واقف ہو جاتے ہیں کہ آپ کا جواب میں ایسا واقعہ ظہور آ جاتا ہے جو آپ پر سو فیصد سے دو تیرہ دیکھو۔ یہ قوتیں مخصوص طبقے اور مخصوص فزک کی حیثیت رکھتی ہیں۔ قدرت کی حیثیت یہی ہے کہ انسان نارمل زندگی بسر کرے۔ ایسا نارمل زندگی بسر نہ کرے۔ حج کائنات صرف اسی طرح ممکن ہے پھر بھی بعض ایسے ماہمانی حالات پیش آ جاتے ہیں کہ ہمیں ان غیر معمولی قوتوں سے کام لینا پڑتا ہے جو نفس انسانی کے اندر کارفرما ہیں اور آج کی تحقیق خالص علمی اور سائنٹیفک انداز میں ہو رہی ہے۔

میں نے خالدہ رفعت (یہ ایک بہترین وسیلہ اور معمول ہیں) میری نگرانی میں حاضراتِ ارواح کے عمل کر رہی ہیں) سے سوال کیا تھا کہ

حاضراتِ ارواح کے مسئلے میں تمہارا طریقہ کیا ہے؟

نور اور خوشبو

وہ لکھتی ہیں کہ حاضراتِ ارواح کا سلسلہ (نصابِ تہذیب و عظیم شخصیت) S.C.T کی مشقوں سے جاتا ہے۔ میں مشقِ نفس کو درود اور مراقبہ کی عادی ہوں۔ یہ مشقیں پہلے دن جس جگہ سے شروع کی تھیں آج تک اسی جگہ اور اسی کمرے میں برابر کر رہی ہوں۔ مشق سے قبل مضمون ارادہ کر کے قلب و ذہن کو مشق کے لئے آزاد کرتی ہوں۔ پھر کمرے کو منتقل کر کے روشنی بجھا دیتی ہوں (تاکہ مشق کرتے ہوئے کوہم کسی چیز کی طرف منتقل نہ ہو سکے) تاریکی اس لئے ضروری ہے کہ میرے خیال میں حاضراتِ ارواح کے عمل میں روشنی بھی خارج ہوتی ہے پھر لطفِ تو جب ہے کہ اندھیرے میں نور نظر آئے۔ وہ پہلے بھی اسی کمرے میں اسی جگہ پر مشق ہوں۔ حاضراتِ ارواح کا ارادہ دل میں کر کے وہ حالات میں صرب کر لیتی ہوں جو مطلوبہ روح سے چمکنے ہیں۔ مشقِ نفس نور کے بعد ظاہر پانچ مرحلوں کی روح کا لکھتی ہوں اور دایم ایش میں بھی غسل کرتے (سانے کا نذر کھانے کا اہم کارِ اعلیٰ احاطہ فرمادیتی ہوں۔ ان لکھیں دستور بند کر دیتی ہوں تاکہ نور کا تصور قائم رہے۔ پھر مرحلوں کی مدد سے وہ روح کو اپنے پاس لاتی ہوں۔ حواسِ بشر کے کارِ طریقہ یہ ہے کہ مرحوم کی روح مبارک آ کر مجھے چند سوالات کے جواب تحریر کرے۔

پانچ دن بعد احساس ہوتا ہے کہ ”روح آگئی ہے۔“

حساس کو بعد آگئی ہے اس طرح ہوتا ہے کہ درود کی فضا میں دوہرتی ہے۔ کمرہ منیکہ لگتا ہے۔ وہ کمرے کے سامنے (میری آنکھیں بند ہوتی ہیں) مرحوم کی پرچھائی یا تیرا آ جاتا ہے۔ رفعت روپ پرچھائی مجھ سے کافی قریب آ جاتی ہے۔ یہ پرچھائیں زمین سے کچھ اوپر یا فضا میں متعلق نظر آتی ہے۔ اس یقین کے بعد کہ مرحوم کی روح مبارک تشریف لے آئی ہے۔ دوبارہ اسی دروہا سے ساتھ روح کو خلاصہ کرتی ہوں اور پھر زمین میں کوئی سوال قائم کر لیتی ہوں۔ ابتدا میں کچھ دشواری ہوتی تھی۔ میں جواب تحریر کرنے کے لئے کبھی لیکن روح اپنی جگہ متعلق کڑی رہتی اور

سوالوں کے جوابات خود بخود ذہن میں آنے لگتے، جیسے درود جواب دے رہی ہو۔ بار بار روح سے کہنا پڑتا کہ جواب تحریر کرانے جائیں۔ اسرار پر روح سامنے سے پشت کی طرف چلی جاتی ہے۔ اس کے بعد نہیں کہیا جاتا ہے۔ البتہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی خفا سیال مادہ ہاتھ میں داخل ہو رہا ہے۔ ہاتھ کسی قدر بھاری محسوس ہونے لگتا ہے۔ پیش گیر ارواحی طور پر یعنی خود بخود چلنے لگتی ہے۔ جیسے پیش کسی مادہ کو تھکے کے قبضے میں ہے۔

کیا لکھا جا رہا ہے اور کیا لکھوایا جا رہا ہے۔ مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ جواب لکھنے کے بعد پُسل خود بخود رک جاتی ہے اور مجھے اندازہ ہو جاتا ہے کہ سوال کا جواب لکھا جا چکا۔ لکھوایا جا چکا ہے۔ پھر دوسرا سوال ذہن میں آتا ہے اور پُسل چلنے لگتی ہے۔ پھر تیسرا سوال۔ اس طرح سوال جواب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس دوران میں کاپی کے صفحے خود بخود چلتے جاتے ہیں۔ کون پلٹتا ہے؟ نہیں معلوم سوالات ختم ہونے کے بعد دل ہی دل میں کہتی ہوں کہ روح مبارک تشریف لے جائے۔ اس کے بعد قاعدہ پڑھ کر اس کا ثواب مرحوم کی خدمت میں پیش کر دیتی ہوں قاعدہ کے بعد مرحوم کی پرچھا نیکیا یا صوبہ پشت سے سامنے کی طرف آ جاتی ہے اور دھندلی ہوتے ہوئے غائب ہو جاتی ہے (یہ سب مشاہدات نگاہ باطن کے ہیں) صرف دوسرے باب مرحوم کو مجسم دیکھا ہے اور ٹیلی شتی کے ذریعے منظر کی بے اندازہ کمال دیکھی ہے اور روح اچھی ہے یا بری؟ ماحول کی کیفیت سے ہو جاتا ہے۔ کسی طرح روح کی روشناس مندی یا ناراض مندی کا احساس چانے کے طریقے سے ہو سکتا ہے یعنی وہ خوش خوش یا بدی سے یا ناخوش رخصت ہو رہی ہے۔ مکمل حاضرت کے دوران اور ذکر کی خفا سرور دماغ ہو جاتی ہے۔ روح کے جانے کے بعد خود محسوس ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ درودوں سے بات چیت کرتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ خفشی لہریں سیما ت کے ذریعے جسم میں داخل ہو رہی ہیں۔

دیدار شریف

جن حضرات کے لئے پاکیزہ اور مستطاف ہوتے ہیں وہ مقدس ترین ارواح کے دیدار سے شرف

ہوتے ہیں۔ یہ حضرات ارواح کا وہ درجہ ہے۔ جہاں عالمیوں کی رسائی نہیں۔ قدودہ العلماء و تابع العرفاء، مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلوری قدس اللہ سرہ العزیز شاہ محمد جعفر ندوی پھلوری کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سفر میں تھا اور ایک تنہا مکان میں بعد نماز صبح غسل درود شریف میں مصروف تھا تو ”مکلی از واپس“ کا مراقبہ ایسے انکشاف تام کے ساتھ ہوا کہ تمام امہات المؤمنین یکجا کمری نظراً نہیں مگر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے سامنے کی زمین بائیں چاندی کی طرح چمکی جی، اس مراقبے میں مجھے مختلف ہوا کہ آپ کی تھاقت (علم فقہ و قدرت) کے انوار اور ہیں اور یہ بات بھی واقعی ہے کہ صحابہ و اہل بیت میں بجز ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے تھاقت میں کوئی بھی حضرت عمر فاروق حضرت عثمان کے گنگ بھگ نہیں ہے۔ یا حضرت قدس اللہ سرہ العزیز شاہ مبین مہاں پھلوری کو لکھتے ہیں کہ

قلہ لے میں آگ لگی تو خواب میں دیکھا کہ میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے مدار مبارک میں حاضر ہوں۔ مدار اندرون نگاہ سے مگر بائیں بند ہے۔ ایک سیاہ لٹاف سامنے کی طرف ہے۔ درجہ کے بعد اس کے سمت کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک عمدہ چتر پر کچھ لکھا ہے، اگے اس کے سرور و درجہ ہے، پھر دیکھا کہ قبر مبارک مکمل کی تہہ وہ جاتا ہے قبر مبارک کی فیصل پر آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کی طرف نظر کرتا ہوں۔ پھر پلچندہ ہے، وہاں شاہ شہاب الدین چشتی شہاب بندہ، پھر دیکھا کہ وہ آگ میں مکمل نہیں اور آپ نے اس فقیر سے باتیں شروع نہیں، عجیب اسرار تھے اور جب پر لطف باتیں تھیں اور میں نہایت ادب سے خاشع و خاضع (ذرا سہا مودب ہوں) آپ نے فرمایا کہ تمہیں درود پیش ہیں۔ ایک میرا اور ایک حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا میں نے عرض کیا کہ حضور ماہاں اور مجھ گیا کہ میرا طریقہ قلندر یہ قادریہ تو انجی کے واسطے ہے۔ یہی میرے تمام فیوض قادریہ کے بزرگ عجب بزرگ ہیں۔ مجھے یہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے فیض کی نسبت بھی غائب ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ سے اور آپ سے ملاقات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بعد میں خوب مگر اگر مجھ صحبت دی ہے۔ اور اجیر میں بھی آنے سے ٹھٹھے یا تھا۔ انہوں نے مجھے محبت سرائے یا عجیب سرائے تک آ کر رخصت کیا۔ اس درمیان میں کچھ اور

لوگ آ گئے۔ مجاور نے دروازہ مقرر کھول دیا۔ حسنؑ نے اسے نظر کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت قبلہ اس کے والد نے حضور کے خاندان کے احوال میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں حضور کا بھی تذکرہ ہے اور میں چاہتا تھا کہ تذکرہ پیش کروں مگر اس وقت موجود تھا مگر پھر بھی حضور کی خوشنودی اور انبساط کا ظہور ہوا۔ ایک کھٹے کے قریب عالم خواب میں حضرت قدس سرہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور اوراق فیض و برکات حاصل ہوئے۔ الحمد للہ اعلیٰ ذالک۔ پھر دیکھا کہ درود اتریں بند ہو گیا اور ہم لوگ باہر دوسرے محلوں میں گئے اور وہاں پھر امیر مقدس آستانے پر پہنچے دیکھا کہ ایک چھوٹا دروگلا ہوا ہے اور حضرت بیٹھے کچھ لکھ رہے ہیں۔

مروجہ عزیزوں و دوستوں، بزرگوں اور اپنے روحانی پیشواؤں کو بھی لوگ خواب میں دیکھتے ہیں لیکن اولیاء اللہ کے خواب بیداری کی کیفیت رکھتے ہیں۔ یہ خواب نہیں مراءتے کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت شاہ محمد سلیمان قادری پچھواری کا قیلولہ درحقیقت ایک قسم کا مراقبہ تھا۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین ہمدردی سے عالم رویا (یعنی خواب) میں ان کی ملاقات اور گفتگو شخص خواب نہیں ہے بلکہ بیداری کا اعلیٰ درجہ ہے۔ بزرگان طریقت، کشف، مراقبہ اور خواب میں مقدس روحوں سے رابطہ پیدا کرتے ہیں۔ تذکرہ پیدا کرتے ہیں۔

حضرت غوث علی شاہ قادریؒ کے حالات میں صاحب تذکرہ غوثیہ نے لکھا ہے 1296ء میں جب رمضان شریف کا چاند نظر آیا تو بعد نماز مغرب جناب وقیلہ نے کترین کو بلایا اور فرمایا کہ ہم ایک بات کہتے ہیں تم خیال کر کے سنو۔ وہ یہ ہے کہ ایک بار سید اعظم علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہم کو اپنے ہمراہ پانی پت میں لائے اور فقیر صاحب (یعنی حضرت باطنی شاہ قادریؒ کے حواہ پر چلے کر آیا۔ آخر چلے میں یہ دیکھا کہ ایک شخص مجھ پر ہجوم، سانولی رنگ، ہتھکڑی لے پال تشریف لائے اور فرمایا کہ آتم کو تعلیم کریں۔ اسے میں ایک اور شخص، خوبصورت، سرخ و سفید رنگ سفید ریش، لباس سبز پہنے، مصباحاچھ میں لئے ظاہر ہوئے فرمانے لگے کہ

میں اس دیوانے سے کچھ نہیں ہونے کا تم کو یہ تعلیم نہیں رکھتا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہ دیوانے صاحب کچھ نہیں کر سکتے تو آپ ہی کچھ ارشاد فرمائیں۔

انہوں نے فرمایا کہ ذات سے کچھ ہو سکے گا نہ ہم سے۔ تمہارا معاملہ تو ذات سے ہے۔ جو کچھ ہوگا، ذات (یعنی ذات مطلق) سے ہی ہوگا۔ سب مردوں اور عورتوں کو دل سے منادوں کسی سے کچھ نہ ہوگا، جس طرح ذات کی طرف متوجہ ہو اسی طرح سے عاشق ذات ہو۔ نہ کسی بیرون بیرون سے محبت نہ کسی سے خواہش، نہ کسی کی رنجش، پھر کہ جس تعلیم کر سکتا ہے۔ تمہارا اور خدا کا معاملہ ہے۔ تم چاہو اور خدا اس میں ہم لوگوں کو دم مارنے کی طاقت نہیں۔ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو کہنے کی کیا حاجت تھی؟ اس پر کچھ ہوا ہے 3, 4, 5, 6 میں ہو جائے گا۔

رات کو میں سو گیا کہ یاد دیکھا ہوں کہ ایک چہار دیواری کے اندر کسی بزرگ کی قبر ہے۔ چنانچہ قبر تو نہایت قدیم و قدیم ہے اور چاہے شرقی ایک مہذب ہیں۔ میانہ قد، فریہ اندام، سانولی رنگت، کھادہ و کھالی، ہتھکڑی لے ہال و ریشی کھان، کچھ سفید، کچھ سیاہ، دونوں حضرات مراءتے ہیں معلوم ہیں۔ میں نے جا کر سلام کیا، جناب وقیلہ نے اشارہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں جاؤ۔ میں صاحب کی طرف گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں مولانا صاحب چیلے آپ حضرت فرماتے ہیں کہ کھانا کھا لیں، آفریہ مذہب صاحب نے فرمایا کہ اچھا بیٹھو اور میرے کتب پر غور کی ضرب لگائی۔ اس دم آنکھوں میں بجلی کی کوئی اور میں سے خود ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو کہا جناب امیری تہی نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ اب مولانا صاحب کی خدمت میں جاؤ میں ادھر آیا تو جناب وقیلہ نے لہو کی اور میں سے ہوش ہو کر پڑنے لگا۔ ہوش میں آیا تو یہ سوال کیا کہ حضرت میری تہی نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ بس ہمارے گا۔ عرض کیا کہ مر جاؤ میری مراد یہی ہے۔ آپ نے دوبارہ اٹھا فرمایا۔ میں بھرے ہوش ہو گیا۔ بڑی دیر بعد ہوش و حواس درست ہوئے تو درخواست کی کہ حضرت امیری تہی نہیں ہوئی فرمایا کہ اب حیران قلب پھٹ جائے گا بس کر۔

اس کے بعد آٹھ کھلی تو دیکھا کہ جسم عرق عرق ہے اور ہر بن سوسے اسم ذات جاری ہے۔ کتب

اور رات کا آرام بھی۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی کوئی تو جیسے نہیں کی جاسکتی۔ کوئی جیہہ، کوئی سبب، کوئی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی۔ چنانچہ والا! یہ ایک پراسرار واقعہ ہے کہ انیس اور داستانوں میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی، بلکہ نہیں مل سکتی۔ اس حقیقت کا جتنی دنیا میں تو ہم اس قسم کے واقعات کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مہربانی کر کے ان انجمنوں سے نجات دلا دیجئے۔

مرحوم خالد زاد بہن

بہت بچپن میں میری مگنی (پ) سے ہو گئی تھی۔ (پ) میری خالد زاد بہن تھیں۔ اتنا یاد ہے کہ میں اس کے ساتھ بچپن میں بعد شوق کیا کرتا تھا۔ وقت گزرتا رہا اور ہم صادق آباد سے ترک سکونت کر کے احمد پور شرقیہ چلے گئے اور ان لوگوں سے جدا ہو گئی۔ میری خالد خان پور میں رہتی تھیں (پ) اچانک وہ ہیں فوت ہو گئی۔ میں نے (پ) کی وفات کی خبر سنی مگر خدا شاد ہے کہ کوئی خاص رنج یا غم نہیں ہوا۔ درحقیقت اس وقت مجھے کسی مزید قریب کی محبت کی بھیجی اور مجید کی کا اندازہ ہی نہ تھا۔ پھر بھی کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ (پ) کی یاد شدت سے آتی اور مجھے وقتی طور پر سخت بے چین کر جاتی۔

میں نے اس کے چلا دینے کے بعد
تمہاری یاد ہو کر رہ گیا ہوں اے

بچپن گزرا، جوانی آئی اور میری نسبت میری ماموں زاد بہن سے ملے پائی (پ) کی موت کو ساہا سال گزر چکے تھے اور میں زندگی کی روز افزوں مصیبتوں اور انجمنوں میں ڈھونڈتا چلا جا رہا تھا۔ تاہم یہ بات کہہ دینی ضروری ہے کہ ماموں زاد بہن سے مگنی ہو جانے کے بعد مجھے اپنی مرحومہ منیتر (پ) کی یاد بکھڑا دہی آنے لگی۔ ایک روز طبیعت سخت بھیجی تھی جس کی سردی بھی کافی تھی۔ میں اپنے کمرے میں سو بیٹے پڑا تھا۔ کیا یکہ مجھے احساس ہوا کہ میرے علاوہ اس کمرے میں کوئی اور بھی موجود ہے۔ آنکھیں کھولیں تو کوئی بھی نہ تھا۔ پھر بھی احساس شدت کے ساتھ ہوا کہ کوئی نادیدہ ہستی کمرے میں داخل ہے۔ اب جو دیکھا تو ایک لڑکی (پ) کی ہم شکل

سفید لباس میں بلبوس سامنے کھڑی ہے (پ) کو مرے ہوئے اگر چند تھوکی تھی مگر اس کے چہرے کے خدو خدائے ذہن میں تازہ تھے۔ یہ واقعہ آدنی کو بے ہوش کر دینے کے لئے کافی ہے۔ خاص کر میں تو اس قسم کے پراسرار واقعات کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔ مگر خدا جانے اس وقت مجھ میں اتنی قوت برداشت کہاں سے آئی تھی کہ مرحومہ کی روح میرے سامنے تھی اور میں اسے برابر دیکھے جا رہا تھا۔ دیکھے جا رہا تھا اور خواہر اعلیٰ تھی کہ برابر دیکھے جاؤں۔

جلوہ بقدر ذوق نظر دیکھتے رہے
کیا دیکھتے ہم اُن کو مگر دیکھتے رہے

میں اس سحر کو ہلکا تو نہیں کہہ سکتا۔ البتہ حیرت انگیز ضرور کہہ سکتا ہوں۔ شدید سردی کے باوجود میں پیٹے پیٹے ہو گیا۔ تاہم اطمینان خاطر میں کوئی کنڈ آئی کا یک (پ) (نظر سے اوچھل ہو گئی اور میں اپنے مقام پر ہکا بکا اور اعلیٰ وقت ہو کر رہ گیا۔ اس کے بعد یہ معمول بن گیا کہ (پ) اپنے میں دو تین بار میرے سامنے آتی اور چند لمبے کی دیار بازی کے بعد نظر سے اوچھل جاتی تھیں۔ لا اقلہ ادا واقعات ہیں۔ کہاں تک جان کر ان میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ سب کچھ وہم ہو سکتا ہے۔ ہر دوسرے تیسرے روز مرحومہ کی روح کا نمودار ہو جاتا اور پھر کا یک نظر ان سے غائب ہو جاتا تاہم ادا ضرور ہے کہ میں اسے کی طرح قریب نظر نہ کھنچتا تھا۔ ابھی اب چند نامعلوم واقعات سن کیجئے

قبرستان میں

میں اکثر صادق آباد سے مال بردار ڈک کے کہ جاتا ہوں اور اونچی پر ریل میں آتا ہوں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں خان پور آ گیا۔ یہ عرض کر چکا ہوں کہ میری خالد خان پور میں رہتی تھی اور وہیں اس کا دفن ہے۔ قبرستان شہر جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ ریل سے اکثر آکر خان پور چلا جاتا ہوں۔ یا اس طرح کہوں کہ کوئی کشاں کشاں مجھے قبرستان لے جاتی ہے۔ اس قبرستان میں ایک قبر ہے اور وہ قبر میری منزل گاہ ہے۔ قبر کے سر جانے جا بیٹھا ہوں اور نیچے کیا کیا کرتا رہتا

میں نے اس کے چلا دینے کے بعد
تمہاری یاد ہو کر رہ گیا ہوں اے

ہوں۔ اس وقت ہوش و حواس باقی نہیں رہتے۔ ایک عالم بے خودی چھٹا جاتا ہے۔ جب بے خودی دور ہو جاتی ہے تو قبر کو دماغ کے خاندیر انکسٹن پر آ جاتا ہوں اور ساری رات وہاں گزار کر لوٹ آتا ہوں۔ رہیں صاحب! میں رات کو ایک مرتبہ اچھڑا رہا جاتا تھا۔ میرے پاس کافی نقدی تھی۔ جب خاندیر انکسٹن پر گاڑی رکھی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی ان دیکھا ہوا شخص میرے پاس بھرپور رہا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ سڑک پر تمام چھوڑ کر سہا پور تڑوں مگر اس بھی قوت نہ تھی۔ بس بس کر دیا اور جب بے بسی کے عالم میں گاڑی سے اتر کر کھٹک دینے بغیر دیواروں کی طرف چل کھڑا ہوا۔ رات کے دس بجے ہوں کہ میں نے اپنے آپ کو قبرستان میں پایا۔ خدا کی قسم میں اپنے پاؤں پر چل کر وہاں نہیں گیا تھا۔ بلکہ کوئی رکھیل لے گیا تھا۔ چاندنی رات تھی اور قبرستان پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔

عروج ماہ ہے اور مقبروں پر

اب کی چاندنی چھلکی ہوئی ہے

میں نے دیکھا کہ (پ) وہاں موجود ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ اس سے پہلے یہ ہوتا کہ وہ پردہ فیسوسٹے ظاہر ہوتی اور مجھے چپ چاپ سچھی راتنی میں بے اختیار (پ) کی طرف کھینچ لیا جاتا۔ وہ کچھ کچھ کھسکتی رہی اور پھر ایک صاحب ہو گئی۔

جان نہیں کر سکتا کہ اس ملاقات کا دل پر کیا اثر پڑا۔ آخر میں قبرستان سے لوٹ آیا اور رات کے ایک بجے چھ شاہین ایکسپریس سے گھر آ گیا۔ رات کو بہت تیز بخار ہو گیا اور یہ سلسلہ کئی دن چلتا رہا۔ بخار کے دوروں کی بار بجھے (پ) نظر آتی اب وہ تقریباً روزے آنے لگی ہے۔ ملاقات کا یہ سلسلہ پانچ مہینے چلا۔ یہاں تک کہ آٹھ روزوں نے جواب دے دیا لیکن ایک کچھ جس طرح بخار شروع ہوا تھا اسی طرح اچانک آتے گئے اور میں چنگا بھو گیا۔ رہیں صاحب! اب یہ صورت ہے کہ اگر میں اسے ہفتے میں ایک آدھ بار دیکھ نہ لوں تو وہ اس ہو جاتا ہوں۔ دل بہت پر سوز ہو گیا ہے۔ اس کیے میں چھپ چھپ کر رہتا ہوں۔ جی کی بھڑاس دکاتا ہوں۔ روتے ہوئے کئی مرتبہ (پ) نظر آتی۔ اب

صورت یہ ہے کہ کارہ با میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ اپنے تصورات و خیالات میں ڈوبا رہتا ہوں۔ جسمانی صحت ٹھیک ہے۔ البتہ ذہنی سکون غائب ہو گیا ہے۔ والدہ میری حالت سے سخت پریشان ہیں۔ کسی کام میں جی نہیں لگتی۔ جی چاہتا ہے مگر کیا جانتا ہے معلوم نہیں ہے۔

ہے مرے عالم افکار پر غالب کوئی شخص
مگر اس شخص کا کیا نام ہے معلوم نہیں

شمیم مرحومہ

چند سال قبل جنگ سے ایک دوست نے یہ سوال لکھ کر بھیجا تھا کہ

آپ اس پر یقین کرتے ہیں کہ مرنے والے سے دور درو ملاقات ممکن ہے؟ بہت سے حضرات سے میں نے یہ سوال پوچھا ان سب نے مجھے بالکل قرار دیا۔ اور آپ کے دوست (مشہور کالم نویس) ابراہیم پطیس صاحب نے تو بالآخر وہاں اُڑا لیا۔ میں نے جنگ والے دوست کو جواب دیا کہ آپ تمام واقعہ لکھ کر بھیجیں تو کوئی رائے قائم کروں۔ واقعہ انہوں نے اس طرح تحریر کیا کہ میں اٹھارہ سال قبل لاہور کی ایک لڑکی شمیم کو ٹیوشن پڑھاتا تھا۔ ہم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے اور شادی کے قول قرار ہو گئے۔ پھر مجھے لاہور سے ترک سکونت کرنا پڑی اور میں جنگ چلا آ گیا۔ انھوں نے یہ کہہ کر شمیم کو بھی تعلق ختم کر دیا اور حرج و مرج بھی لے کر میں نے والدہ کی اسے اسرار سے کہیں اور شادی کر لی۔ میں اس سے دو سال قبل اور عہدہ فنی پر مشرعوہ ضرور تھا کہ نے مجھ پر یاں زمانے کی! اب شمیم کا حصول کہاں ممکن تھا۔ وہ بھی ازدواجی زنجیروں میں پکڑی جا چکی تھی۔ تاہم مجھے اعتراضات کرنے چاہئے کہ شکست عہد کی ابتدا مجھ سے ہوئی تھی۔ قصور شمیم کا نہ تھا۔ میرا تھا۔ شادی کے بعد آؤنی آؤنی خبر سنی کہ شمیم بے وقت چنگا ہو گئی ہے لیکن اتنی مدت کہاں جی کہ اس کی عیادت کو جاتا بہر حال خوش دوش و خوش وقت گزارنا باب آپ دو واقعہ سنئے جو مجھے ایمان نہ آئے ہوئے ہے۔ شمیم ایک روز کمرے میں سو رہا تھا کہ ایک آدھ گھنٹہ گئی۔ دیکھا کہ شمیم میرے برابر کھڑی ہے۔ حیران کہ یہاں شمیم کہاں؟ میں سخت عالم حیرت میں غرق تھا کہ شمیم کا مجھ پر ہوا جس تحلیل ہو گیا۔ مزید حیرت کہ

ممتاز شاعر جامنورانی کی زبان سے کئی بار یہ واقعہ سنا ہے کہ میڈیکل کالج آگرہ میں ایک لڑکی بڑی جتنی تھی جس کا منگیتر لکھنؤ میں سخت بیمار تھا لڑکی کو اپنے جیون ساتھی کی طرف سے سخت تشویش رہتی تھی۔ ایک روز دھڑھلے شپ کے قریب لڑکی کی آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ اس کا منگیتر صحیح صحت مند کمرے کے دروازے میں کھڑا غور اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ لڑکی حیران کہہ پائی شہید بیماری کے عالم میں لکھنؤ سے آگرہ کس طرح آ گیا۔ لڑکی کو اپنے مشاہدے پر حیرانہ آیا۔ اس نے منگیتر کا نام لے کر آواز دی تو اس نے گردن ہلاتی اور ایک اشارہ کیا اب جو دیکھا تو وہ عجب ہو چکا تھا۔ لڑکی باہر کی طرف دوڑی کہ اسے تلاش کرے مگر اسے مدد سے بھی نہیں، لیکن میں اتنی ہی بگڑنے والے کائنات میں نظر نہ پڑا۔ یا حیرت یہ کہ رات میں ہوٹل کا دروازہ قفل کر دیا جاتا ہے۔ کسی کو باہر نکلنے یا اندر آنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ مارے متحاری کے لڑکی نے ہوٹل کے چوکیدار سے دریافت کیا کہ کیا تم نے کسی شخص کو اندر آنے کی اجازت دی ہے؟ اس بچا دے نے انکار کیا کہ رات میں کبھی دروازہ کھلتا ہی نہیں۔ آخر لڑکی مایوس ہو کر اپنے کمرے میں لوٹ آئی مگر صبح تک اس کے ذہن میں رات کے واقعے کی غلطی رہی۔ دوسرے روز تار ملا کر کل رات فلاں وقت اس کے منگیتر کا انتقال ہو گیا ہے۔

ممتاز شاعر ادراج (ممدول) نے یہ واقعہ سن کر کہ وہ کھانا کھانے کے لیے کچن میں ملازم تھے اور ایک عمارت میں قیام پزیر۔ جب وہ سوتے تو محسوس ہوتا کہ کوئی عورت ان کی بغل میں لیٹی ہوئی ہے۔ آنکھ کھلتی تو کوئی نظر نہ آتا۔ یہ واقعہ متعدد مرتبہ پیش آیا۔ جب انہوں نے مجبور ہو کر لوگوں سے ذکر کیا۔ پتہ چلا کہ تقسیم سے قبل اس کوارٹر میں کسی کچھ عورت کا قتل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس کوارٹر میں جتنے لوگ آ کر رہے انہیں یہی تجربہ ہوا۔ لکھنؤ کی نے سکونت تبدیل کر دی۔

بڑھیا جی انٹھی

ان واقعات اور مشاہدات کو پڑھتے ہوئے بار بار یہ سوال آپ کے ذہن میں بیٹا ہوگا کہ حیات بعد الموت (مرنے کے بعد جینے کی) اہمیت و حقیقت کیا ہے؟ کیا جسم پر موت طاری ہونے کے

یہ خواب ہے یا عالم بیداری ہے

دوسرے روز دوپہر کی ڈاک سے خط ملا۔ یہ شیم کی بہن نے لاہور سے بھیجا تھا اور اطلاع دی تھی کہ شیم چپ دق سے جان بوجھ ہوئی۔ خط پڑھتے ہی لاہور روانہ ہو گیا۔ شیم کے گھر پہنچا اور اس کے بھائی کو ساتھ لے کر قبرستان گیا۔ تقصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ شیم کی قبر پر جا کر میرا کیا حال ہوا ہوگا۔ مجھے پتہ کیا قیمت گزری ہوگی۔ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ بہر حال پڑھ کر اور اس کے سر قند کی ذرا سی خاک لے کر روتا بیٹا جنگ لپٹ آٹا۔ اگلی صبح رات کی رات میں پھر کسی وقت میری آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ شیم کمرے میں موجود ہے اور ایک اجنبی لڑکا خوشبو سے غرا کا وہک رہی ہے۔ شیم کو زندہ تانہ دہ اپنے سامنے دیکھ کر حواس جواب دے گئے۔ عقل رخصت ہوئی۔ کیا یہ صرف وہم تھا۔ جی نہیں۔ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ شیم مرحومہ کو میں نے فوراً ہی بیکر میں دیکھا اور حلیہ عرض کر سکتا ہوں کہ اس کی دلف عزیز کی خوشبو لگتی۔ یہ خوشبو کمرے میں صبح تک پہنچی رہی اور میں رات بھر کمرے میں بیٹھا رہا۔ پھر صبح رات آئی اور میرا اس کی یاد ستانے لگی۔ خواب میں دیکھا کہ شیم آئی ہوئی ہے اور اس سے اسے پہچاننے کی یاد آ رہی ہے۔ وہ بھی میری آنکھ میں سنبھلی جاتی ہے۔ مجھ میں سنبھلی جاتی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ

لوئی ہم نے پانچ سو روپے کا ہمارا مال شیم جا رہے ہیں۔
آنکھ کھلی تو ہے آپ کو کیا پایا۔ بابت خواب کا وہی افسانہ خوشبو سے بھی ہوئی تھی اور شیم صبح ملے گا۔

اور۔

شیم صبح نہ جانے کہاں سے آئی ہے

بجلی رہی ہے فضا میں اک اجنبی خوشبو

بچس صاحب! یہ کیا اسرار ہیں۔ یہ کیا قشاشے۔ کیا ایسا ہوا نامکن ہے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ جی ہاں ممکن ہے۔ اس کا نکات میں ان متجانبات موجود ہیں۔ آپ آفراس غوبے کو دیکھ کر عقل سے یہ کیوں تقاضا کرتے ہیں کہ وہ اس کی شریعت کرے عقل بے چاری کس کس چیز کی شریعت کرتی رہے۔

بعد، ہماری شخصیت کا کوئی حصہ ملک الموت کی دستبرد سے بچ رہتا ہے اور اگر بچ رہتا تو کیا شعور اور حافظہ قبر کے اس پار بھی باقی رہتے ہیں۔ پھر یہ سوال بھی اٹھے گا کہ خود روح کیا ہے اور حقیقت یہ مسئلہ اب تک انسانی عقل و خلاق اور حواس کی رسائی سے باہر ہیں زندگی موت اور روح سے تعلق رکھنے والی تمام بحثیں، ایک ہی منطقی مسئلہ، حواس اور عقل کا تقاضا کرتی ہیں۔ یہی منطقی مسئلہ، حواس اور عقل محض ابھی وجود میں نہیں آئی لہذا فی الحال ان مباحث سے قطع نظر کر لیجئے۔ سر درست تو لوگوں کے تجربات و مشاہدات ہیں کہ جیسے۔

فصل احمد جان (79-الف)، پرانا لاکھیت کراچی) لکھتے ہیں کہ

یہ واقعہ آج سے تقریباً 36,37 سال قبل پیش آیا تھا۔ میرے مکان کے پچھواڑے (پشت پر) ستون کا ایک خاندان آباد تھا۔ میں کو چھ ماہ قبل ترابہ ہرم خان دہلی کا ذکر کر رہا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ ستر سال کی ایک بڑیا قریب المرگ اور جان بلب تھی۔ ایک رات اس کی حالت بے حد خراب ہو گئی۔ سانس اکثر اکڑا چلنے لگے یقین تھا کہ بڑیا مر رہی تھی۔ اس وقت ختم ہو جانے کی جین رات میں ستون کے گھر سے کوئی آواز نہ آئی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بڑیا پر رات خیریت سے گزری۔ صبح میری خالاد نے مجھ تک رو کیا تو حیران رہ گئیں وہ دیکھا کہ وہی عیم جان بڑیا جس کے سانس کھینے جا رہے تھے اور چھ ماہ قبل ہی اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے آگے میں بڑیا کو روکا گیا ہے۔ بڑیا کو کچا کچا چھ بند اور زندہ وصحت مند دیکھ کر میری خالاد نے اسے اس صاحب روزگار دھتے کا ذکر کیا صاحبہ نے کیا۔ وہ دھت چھ پر گئیں اور سنے کے گھر میں جھانک کر وہی مرنے والا شخص دیکھا۔ اس کا بل رسیدہ بڑیا جس میں جھانڈا رو رہی ہے۔ مانی کے جھانچے پر سخت جان بڑیا نے نظر اٹھائی اور مانی کو دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔ مانی کچھ کہنے سے بغیر کوٹھے سے لیپے اتر آئیں۔ بڑیا کی بہو کو جو کافی سن رسیدہ تھی۔ اپنے پاس بلا اور کہا کہ تمہاری نماز کے بعد آنا۔ میں جن میں پانی دم کے دوں گی۔ وہ پانی بڑیا کو پلا دینا۔ سنے کی بہو نے ایسا ہی کیا۔ بڑیا کو دم کیا ہوا پانی پلا یا۔ سب نے دیکھا کہ پانی پیتے ہی بڑیا دھڑام سے زمین پر سر کے گرد پڑی۔ ہم نے مانی سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ فرمانے لگیں کہ

رات میں کسی وقت بڑیا کا دم نکل گیا تھا گھر والے سو رہے تھے اس حالات میں کوئی شخصیت روح اس کے جسم میں داخل ہو گئی اور بڑیا زندہ ہو کر کام کرنے لگی لیکن اس کا جسم مردہ تھا اور یہ مردہ جسم اس شخصیت روح کے زیر اثر کام کر رہا تھا۔ مانی نے کہا کہ جب میں نے بڑیا کو جن میں جھانڈا رو دیتے ہوئے دیکھا اور اس کی نظر مجھ پر پڑی تو میں پچکان کی کہ یہ کوئی اور ہے۔ چنانچہ دم کیا ہوا پانی پلانے سے شخصیت روح نے مردہ بڑیا کے جسم کو آزاد کر دیا۔

فصل احمد خان نے سوال کیا ہے (اور ان مباحث میں قدم قدم پر سنے سے سوال اور انوکھے انوکھے جوابوں سے واسطہ پڑتا ہے) کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ اس کا نکات میں کیا ممکن ہے کیا ممکن نہیں ہے؟ اس سوال کا جواب عملی طور پر دینا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے کیونکہ ہمارے علم کا سرچشمہ آگے، ناک، کان، ناک اور دوسرے حواس ہیں۔ زندہ آدمیوں کے جسم میں آوارہ گرد روحوں کا حلول کر جانا تو عام طور پر سننے میں آتا ہے اور اس قسم کے مرلیضوں کا علاج جنسین آسب زدہ کہا جاتا ہے۔ نفسیاتی طریقے پر کیا ہی جاتا ہے لیکن کسی مردہ جسم میں کسی روح کا گھس جانا ایک ایسا واقعہ ہے جو صرف قصے، کہانیوں، افسانوں اور دوائیوں کے طور پر تو سننے میں آتا ہے۔ عملی زندگی میں ایسا ممکن نہیں ہے۔ اگرچہ میں اس موضوع پر کچھ نہیں کہتا لیکن اس واقعہ میں اس شخصیت کا جسم روح کی حاشیہ آرائی اور داستان طرازی کی کہاں تک؟ فصل احمد جان نے بڑیا کا جو واقعہ بیان کیا ہے اس کو جن کا توں تسلیم کرنا ممکن نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بڑیا سرگئی تھی اور وہ بارہ زندہ ہو گئی۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ سراسر معلوم ہوا تو واقعی بڑیا کا دم نکل گیا تھا۔ ممکن کیا جیتی ہے کہ وہ پکا یکہ صحت یاب ہو گئی تھی۔ موت سے پہلے پکا یکہ صحت یاب ہو جانا کوئی عجب اور بعید از عقل واقعہ نہیں ہے۔

غلام حسین چوہدری رٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس معلم لاہور پانچویں باغ (اپنے خط 17 اکتوبر 1972ء) میں لکھتے ہیں کہ

والدہ بزرگوارم کی عمر 75 سال کی تھی۔ بخار میں مبتلا ہوئے کسی طرح بخار نے چھینا نہ چھوڑا

حالات کا سلسلہ سات آٹھ مہینے چتا رہا۔ کزوری بڑھتی گئی۔ اس کے بعد دوسرے عارضے رونما ہو گئے۔ مثلاً شقیق انفس، بے خوابی، بھوک کا نہ ہونا، ہاتھ پاؤں پر دم چڑھا۔ آخر قریب المرگ ہو گئے۔ ہم سب کو ان کی زندگی سے یاس ہو گئی۔ میں خدمت میں حاضر تھا۔ ستورات نے سورۃ یسین پڑھتی شروع کی کہ ایک قبلہ والد بزرگوار کو ہوش آ گیا۔ بخار بائیں اتر گیا۔ صحت مند ہو گئے۔ بھوک محسوس ہوئی تو شور مچا دیا گیا۔ رات خیریت سے گزری۔ صبح فرمانے لگے۔ پانی گرم کر آؤ میں غسل صحت کروں گا۔ چنانچہ غسل صحت کیا اور دن بھر چار پانی پر بیٹھے لوگوں سے باتیں کرتے رہے۔ تمام شہر میں خبر آؤ گئی کہ قبلہ چوری چوری صاحب امام الدین میں پہل کشتہ جو عمرہ دراز سے بخار تھے۔ ایک تندرست ہو گئے۔ بھر کیا تھا۔ اپنے اور غیر کچھ کچھ ہمارے گھر آنے شروع ہو گئے۔ ہر کسی سے مصافحہ کرتے اور حال بتاتے ہم نے بارے خوشی کے کی بکرے صدقے کے طور پر حال کرائے۔ کئی دیکھیں چاؤ کی خبریں میں تقسیم کیں الغرض ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ہم کہتے تھے کہ مرض دور ہو گیا ہے اور والد بزرگوار شفا یاب ہو چکے ہیں۔ معمولی سی کزوری ہے وہ بھی ریش ہو جائے گی۔ وہ بظاہر اسی تندرستی کی حالت میں باتیں کرتے کرتے لیت گئے اور آٹا فانا روح نفس مضری سے پرواز کر گئی۔

اس واقعے کی بہت حد تک سبب یہ ہے کہ کزوری کی یہ حالت افتاد الموت (موت) ہے۔ پہلے افتاد ہو جانا کی کیفیت تھی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ موت خارجی ہونے سے قبل تمام امراض خود بخود دور ہو جاتے ہیں۔ مرثیہ کافاتہ محسوس ہونے لگتا ہے لیکن یہ حالت اس چراغ کی طرح ہے۔ جو تیل کے ختم ہونے پر بج کر پڑے اور بج کر بج جاتا ہے۔

بج کر پڑے چراغ بج جب خاموش ہو جاتا ہے۔

یہ بیان ہے جناب غلام حسین چوری کا اپنے والد مرحوم کے متعلق۔ کیا وہ بڑھیا مسکن بھی موت سے پہلے اسی طرح کا ایک ناقابل یقین طور پر صحت یاب ہو گئی تھی۔ مجھے قلیل احمد جان کی نانی مرحومہ کے بیان پر شبہ نہیں لیکن ایسے خلاف عقل واقعے کو تسلیم کرنے کے لئے بڑی مضبوط اور ناقابل تردید شہادتوں کی ضرورت ہے۔ تذکرہ غوثیہ پڑھ رہا تھا کہ حضرت غوث علی شاہ مختار (

ذخون پانی پت) کی ایک حکایت غفر سے گزری۔ تذکرہ غوثیہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ

ارشاد ہوا کہ

ہم بج کو چلے تو راستے سے ایک ہندو جوگی چار بیٹوں سمیت مراد ہو گئے۔ کہنے لگے رات کو ہمارے ساتھ ٹھہرا چنانچہ ہم سب ایک حرم شائے میں جا کر رہے۔ انہوں نے بیٹوں سے پوچھا کیا کھانا کھاؤ؟ سب نے اپنی اپنی راجت کے مطابق کھانا بتا دیا۔ وہی کھانا موجود ہو گیا۔ بھر ہم سے پوچھا ہم نے کہا جو آپ کھا سیں گے۔ وہی کھا سیں گے۔ کہا میں تو مونگ کی دال اور چٹائی کھاتا ہوں۔ چنانچہ ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کھایا۔ بات چیت شروع ہوئی۔ تو کچھ اسی بیٹا ہو گیا۔ کچھ توجہ کا ذکر آیا تو میں نے توجہ کی درخواست کی۔ کہنے لگے کہ تین روزہ ہمارے ساتھ رہو۔ چوتھے روز ہم توجہ دیں گے۔ خبر ہم ٹھہر گئے۔ انہوں نے تین دن میں روزہ (برت) ادا کھوایا۔ بھر توجہ دی۔ واقعی بڑے زبردست آدمی تھے۔ ہم بہت سے لوگوں سے ملے اور ان سے توجہ لی۔ بکر یہ تاخیر کی توجہ میں نہ پائی تھی۔ ان کی توجہ سے ہمارا قلب گلاب کے پھول کی طرح مکمل کر قائم ہو گیا تھا۔

ایک دن انتقال روح کا ذکر آیا (انتقال روح یہ کہ روح ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو جائے) کہنے لگے کہ ہاں ہمارا ہی روح ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو سکتی ہے۔ کیا تم یہ تمنا رکھو گے؟ میں نے کہا ضرور کروں گا۔ کہا تمہارا ایک مردہ جانور لاؤ گے تو میں تم ایک مردہ حوطا لائے۔ رات کے وقت وہ مردہ جانور لایا گیا۔ حوطے کو کھانسنے رکھ لیا اور چراغ بج کر دیا۔ سسکی کے کرم کچھنا بکھٹ سے آواز آئی۔ بجلی سی چمکی اور حوطے میں جان آ گئی ہم نے اس کو پکڑ لیا اور حوطے سے باطن شروع کر دیں۔ وہ بول تو نہ سکا تھا البتہ اشاروں میں ٹھٹھکر رہا تھا۔ بھر ہم نے کہا کہ اچھا اب اپنے جسم میں آ جائیے۔ تمنا شاید کچھ لایا۔ تو وہ اسی جگہ دمک کے ساتھ اپنے جسم میں آ گئے۔ ہم نے کہا یہ بات ہمیں بھی سکھاد دیجئے۔ فرمایا: چند روز میں سکھاد دیں گے۔ چنانچہ ہم کو دوسرے کے مطابق انتقال روح کا طریقہ سکھاد دیا۔ بکر ہم نے چند روز پہل کر کے چھوڑ دیا کیونکہ اس میں بڑا تکلیف تھا۔

مرچو

اللہ کل الیہ

پر راجح

چیت کرتے ہیں۔ (چانچھٹ اوراد چا پورڈ کا عمل اس سے ملتا جلتا ہے)۔ الف۔ سالار بیان کرتے ہیں کہ

چندر روز قبل حاضرات ادراراج کی محفل میں میز کی حرکت کے ذریعے کسی روح کی آمد کا علم ہوا۔ ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے کچھ پڑھتے ہیں (یعنی قرآن مجید کی آیتیں) پھر کہتے ہیں کہ اگر کوئی روح ادر سے گزری ہو تو میز کو حرکت دے۔ جب میز خود بخود حرکت کرنے لگی ہے تو یہ چل جاتا ہے کہ کوئی روح آگئی ہے۔ پھر معلوم کرتے ہیں کہ کون ہے۔ ہم یہ اسرار نہیں کرتے کہ لامحالہ فلاں اور فلاں روح ہی آئے۔ اندیشہ یہ رہتا ہے کہ اس طرح زبردستی بلائے سے روح کوئی تکلیف محسوس نہ کرے۔ ہاں ادر سے گزرنے والی کوئی روح خود بخود آجائے تو ظاہر ہے کہ وہ بخوشی آئی ہے۔ مجھ نہیں آئی۔ ہاں تو چندر روز ہوئے کہ حاضرات ادراراج کے محفل میں میری بیوی کی روح نکلا ایک آگئی (میز کی حرکت کے کچھ اشارے مقرر کر لئے جاتے ہیں اور ان اشاروں کے ذریعے سوال و جواب کئے جاتے ہیں) از وہیہ مرحومہ کی روح نے تلا یا تھا کہ روحوں کو کبھی بھار پلا لینے میں کوئی ہرج نہیں۔ اس میں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ پچھلے دنوں ایک روح آئی۔ اس سے کہا کہ فلاں روح کو بلاؤ۔ وقت مقرر کیا گیا۔ مقررہ وقت پر مطلوبہ روح حاضری۔ اسی طرح ایک دوسرے کی وساطت سے دو دوسرے اور رشتے داروں کی روحوں کو بلا دیا گیا۔ ایک میز کی حرکت ٹوک جاتے تو مجھ پرانا چاہئے کہ میں اس مسئلہ پر کچھ سوچتا ہوں۔ کسی سربہ یہ پیام ملتا ہے کہ میں آ جا جانا چاہتی ہوں۔

آپ کی معلومات کے لئے عرض کروں کہ ہماری ڈیوڈی میں ہر جمعرات کو ایسی بھیجی خوشبو آتی ہے کہ روح تک مہک جاتی ہے۔ اکثر روحوں نے بتایا کہ ہم ہمہراہ اپنے ساتھ گھروں میں جاتے رہتے ہیں اور ہمسامہ و عزیزوں کے حال سے غافل نہیں رہتے۔ یہ بھی بتا دیتا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر روز نفس پڑھ کر اس کا ثواب تمام دھنوں اور شے داروں کی خدمت میں بخش دینا ہوں۔

مکرہ حاضرات کی فضا اور محل کے بارے میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق ڈاکٹر کرگلین کے

حوالے سے لکھتے ہیں۔

1908 عیسٰی مجھے خیال جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں مجھے بتایا گیا کہ ایک عورت بوساچہ کو فضا میں نہیں صورتیں نظر آتی تھیں۔ چنانچہ میں چند اور احباب کے ساتھ اس سے ملنے گیا۔ اس نے بتایا کہ وہ فحشی انسانوں میں ہر وقت گھری رہتی ہے اور اس کے کمرے میں ہمیشہ ان کا جھوم رہتا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم بھی دیکھنے چنانچہ ایک خالی میز کمرے کے وسط میں رکھی گئی۔ بوساچہ اس میز پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی سی دیر کے بعد میز میں سے ایک گز بلند ہو گئی اور پھر آہستہ آہستہ آگئی۔ اس کے بعد میز پر سارا رکھ دیا گیا جو خود بخود بیٹھنے لگا۔ یہ سلسلہ قسم ہوا تو فضا میں انسان نظر آنے لگے۔ ایک میرے قریب آیا۔ میں نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ اس کا ہاتھ میری گرفت میں چھلپا ہوا گیا

حاضرات ادراراج کی نقشبیں عموماً شام کے بعد ہوتی ہیں جن میں دس سے لے کر چندرہ افراد تک شامل ہوتے ہیں۔ روشنی کم کر دی جاتی ہے۔ ساز چھیڑ دیئے جاتے ہیں۔ حمد الہی کے گیت گائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ادراراج کو طلب کرنے والا آدمی ایک کرسی پر بیٹھ کر آنکھیں میچ لیتا ہے اور اپنی پوری توجہ عالم ادراراج پر جمادیتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس پر بے خودی سی طمانی ہو جاتی ہے۔ اس عالم میں کبھی ایک سے کچھ عورتیں آ جاتیں۔ آواز آتی ہے۔ گفتگو میں۔ اس میں کبھی ایک نشست میں قیام سونے تک ایک کامیاب رہنما اور متعدد کتابوں کا مصنف لیل میٹر بھی شریک تھا۔ دوا اپنی کتاب The Pathand The Masters میں لکھتا ہے کہ

مکرہ حاضرات ادراراج میں نشست کے وقت ایک پادری کی روح آئی۔ اس سے حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

آپ کون ہیں؟

میں فلاں پادری ہوں۔

آج کل آپ کہاں ہیں؟

میں عالم ادراراج کے بہت ترین طبقے میں بیٹھ رہا ہوں۔

کیوں؟ یہ سزا آپ کو کیوں ملی؟

میں زندگی بھر لوگوں سے بہتر پاک کر کوئی شخص اس بات پر ایمان لے آئے کہ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کی موت تختہ دار پر ہوئی تھی تو اس کے سارے گناہ و معاف ہو جائیں گے۔ اور جس کا یہ عقیدہ نہیں ہوگا۔ وہ گناہ گار مرے گا۔ مرنے کے بعد مجھے حکم ملا کہ پچھلے طبقے میں پھیرا دو اور اپنے ہر سامع کی رو سے یہ کہتے رہو کہ میں زندگی بھر جلا وطن تھا۔

ایک مرتبہ ادراج کی مجلسوں میں ایک تنگ نظر اور خستہ پاری کی روح سے پلا پڑ گیا تھا۔ وہ اس وقت بھی کہہ رہا تھا کہ صرف میں سچا ہوں۔ باقی سب جلاوطن رہے ہیں۔ ایک اور روح نے بتایا کہ اس کو اس وقت تک پست طبقے میں رکھا جائے گا جب تک اس کا دماغ صحیح نہ ہو جائے اور وہ عالم بالا کے قائل نہ بن جائے۔

خوشبوئے روح

جناب نذیر احمد چوہدری (راولپنڈی) نے اپنی یہی شہس کی روحی یا روحانی صلاحیتوں کے بارے میں ایک طویل رپورٹ لکھی ہے کہ کتنی حیرت انگیز حقائق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا خداوندی اور انوار کا نور ہے۔ ہمیں یہ بھی اہم ہے کہ ہم اپنی روحانی صلاحیتوں کو بیکار نہ رکھیں۔ 1950ء میں ہوئی تھی۔ شادی کے ایک سال بعد ہمیں سے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ کہہ رہے ہیں کہ میں تمہیں بعض اوقات نماز چھوڑ دیتی ہوں۔ اگر پابندی سے پانچ وقت کی نماز پڑھتی رہو تو یقیناً تمہارا دامن دھلے ہوئے لٹکے کی طرح پاک و صاف ہو جائے گا۔

خواب دیکھ کر میری یہی بات آگیاں تو صبر کیا کہ وہ پابندی سے پانچ وقت کی نمازیں پڑھا کریں گی۔ چنانچہ انہوں نے نماز چھوڑنا نہ کی پابندی شروع کر دی۔ تقریباً ایک مہینے بعد یہی کادول چنانا شروع ہو گیا (یعنی ان کا لہجہ تھک بیدار ہو گیا اور دل سے اللہ اللہ کی آواز آنے لگی) پھر اس نے روزانہ نماز و عشا کے بعد چاروں گھنٹہ شریف اور درود و شریف پڑھنا شروع کیا۔ کچھ دن بعد میں نے دیکھا کہ وہی بزرگ جو اس سے پہلے خواب میں نظر آئے تھے۔ ایک دریا کے کنارے کھڑے ہیں۔

یہی نے خواب میں محسوس کیا کہ ہوا کے دوش پر کوئی چیز سرسراہٹ کے ساتھ گزر کر دریا کے پار چا رہی ہے۔ انہی بزرگوار نے فرمایا کہ انبیاء کی سواری ابھی ابھی اوج سے گزری ہے اور اب حضرت خٹوت پاک گزرنے والے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد خٹوت پاک کی سواری بھی گزر گئی۔ تمام لٹھا کھڑکی لٹکی آوازوں سے گونج اٹھی تھی۔ پھر کچھ دن بعد خواب میں دیکھا کہ میں مسجد نبوی میں حاضر ہوں اور وہ بزرگ نماز ادا کر کے باہر نکل رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق۔

اس قسم کے چند خواب نکل کرنے کے بعد نذیر احمد چوہدری لکھتے ہیں کہ

اب میں اصل مسئلے کی طرف آتا ہوں۔ چھ مہینے سے میری یہی کونماز کے بعد خاص قسم کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ یہ خوشبو چند منٹ قائم رہتی ہے۔ عثمانی نماز کے بعد کمرہ شریف اور آبیٹا کھری کا دروازہ کھلی خوشبو کی لہریں آنے لگتی ہیں مگر میں نہ وجد یا یہ خودی کی حالت طاری نہیں ہوتی۔ جب میں نے اس پر اسرار اور انہی خوشبو کا ذکر کچھ سے اور بچوں سے کیا تو بچے ماں کے پیچھے پڑ گئے کہ حوا تو جب سے ہم بھی اس خوشبو کو محسوس نہیں کرتے۔ تمہارے کہنے سے تو ہم نہیں مان سکتے۔ بچے نے خیالات اور سننے زبانی کے لوگ ہیں اور اس قسم کی "انہی" باتوں پر کان نہیں دیتے۔

نیکو کلام اور اعلیٰ معیار کا خوشبو کا ذکر یہ ہے کہ خوشبو کا ہوا کوئی مہینے بھر تک یہی کیفیت رہی اور اس زمانے میں مسلسل میں کی طبیعت خراب رہی۔ اسے یہ محسوس ہوتا رہا کہ اس نے کوئی عجیب اور معمولی چیز کھدی ہے۔ مہینے بھر کے بعد اس کی طبیعت تسخیل گئی اور پھر خوشبوؤں کے کاغذ آنے شروع ہو گئے۔ کچھ دن بعد کا واقعہ ہے۔ میں باہر گیا ہوا تھا میں نماز عشا کے بعد سنانے لیٹ گیا تو کیا ایک دلچسپ قلب بیدار ہو گیا یعنی دل سے اللہ اللہ کی آوازیں آنے لگیں۔ میں کھنڈ بھر تک یہی کیفیت میں رہی۔ تمام گھر خوشبو سے مہک اٹھا۔ بچوں کو محسوس ہوا کہ کسی نے عطری کی شیاں مگر میں داخل دی ہیں۔ مگر کے سب لوگ انہی خوشبوؤں میں غرق تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ مگر میں عطری کی ایک شیشی بھی موجود تھی۔ نہ آس پاس کوئی آباد مکان ہے۔ جہاں سے عطری دھجکتی ہوگی۔ میں نے اس وقت میں خواب کی حالت میں تھیں۔ بیدار

کے بعد انہوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا اور وہ نبوی میرے سامنے ہے اور وہ مبارک سے گزر کر جو ہوا آتی ہے وہ خوشبو کوس سے لدی پسندی ہوتی ہے۔ ش کا کیا ہے کہ اس نے روضہ مبارک کی جائیداد کو چھیننے کی کوشش کی اور فضا میں چھلکار فرفوں میں گلہبے کو درختوں پٹا۔ اس کے بعد خانہ کعبہ کا جلوہ نظر آیا۔ دیکھا کہ وہ کچھ اسیت بیت اللہ کا طواف کر رہی ہیں۔

بچے پہلے خوشبو کے وجود سے منکر تھے، اب قائل ہو گئے ہیں۔

نہایت چہ چری اور ان کے کے حیران ہیں کہ یہ باغی خوشبو میں کہاں سے آتی ہیں۔

ہوائے صبح نہ جانے کہاں سے آتی ہے

گلی رہی ہے فضا میں اک ایشی خوشبو

نہایت صاحب کی اہلیہ کے نام کا پہلا حرف ش (شیم) ہے اور شیم کے معنی خوشبو کے ہیں۔

شیم گل ایہ سز کس کو ر اس آیا ہے

یہ تو شیم گل سے چلی کہاں کے لئے؟

ہاں تو یہ خوشبو کہاں سے آتی ہے؟ آج سے آج پہلی نور کرتے چلیں ہم جتنے معمولی یا غیر معمولی

تجربات سے دوچار ہوتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک واقعہ اور تجربہ وہ جو باہر چٹا آتا ہے

۔ دوسرا واقعہ جو ہمارے اندر چٹا آتا ہے۔ مثلاً گلاب کا پھول سونگ ہوں اس کی خوشبو

ناک کے ذریعہ دماغ تک پہنچتی ہے اور حس شامہ (سوجھنے والی حس) سے سوس گزرتی ہے۔

دماغ تک پہنچتا ہے۔ دوسری خوشبو وہ ہے جو دماغ کسی بیرونی وسیلے کے بغیر سونگ لیتا ہے۔ اس

اندرونی خوشبو کے لئے کسی گلاب کے پھول یا صلیبی شیشی کی ضرورت نہیں ہے۔

مشام جاں معلول جس کی بو سے حیر ہن سے ہے

نہیں معلوم اس یوسف کا بیت کس وطن سے ہے

روایت ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے ہوائے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو سونگ لی تھی۔ ایک

خوشبو وہ جس کے سرخوشے یا مرکز کا پتہ ہوتا ہے۔ دوسری خوشبو وہ ہے جس کی اصلیت نہیں سمجھتی

کہ کدھر سے آئی اور کہاں پہنچی۔

دل سے یا گلستاں سے آتی ہے

ان کی خوشبو کہاں سے آتی ہے

انسانوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک حس وہ جو احساسِ شہ کے معروضی (بیرونی) تجربوں کو بڑی وضاحت اور شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔ دوسری حس ان لوگوں کی ہے جو بیرونی تجربوں سے زیادہ نفس کے اندر رہنا ہونے والے واقعات سے دلچسپی رکھتے اور ان میں فرق رہتے ہیں۔ انہیں گلاب کی خوشبو سونگ کر اتنی خوشبو محسوس ہوتی ہوگی۔ جتنی خوشبو کسی محبوب کی یاد سے محسوس ہوگی۔ اس حس کے لوگوں کو نفسیات کی اصطلاح میں واسطہ یا Medium اور معمول حساس یا Sensitiv کہتے ہیں۔ نفسیاتی معمول مزاج کے اعتبار سے معروضی Objective سے زیادہ موضوعی ہوتا ہے۔ یعنی اُسے باہر کے مقابلے میں اندر سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے۔ کسی شخص کے موضوعی یا معروضی ہونے کا انحصار دماغ کی ساخت پر ہے۔

آف آدی کا دماغ کیسا عجیب اور کتنا بڑا گنج ہے۔

حرم میں معرفت کر دگار پر تھی نزاع

صدائے ابرے سے آئی کہ آدی کیا ہے؟

ایک امریکی سائنس دان نے انسانی دماغ کی تحریک اور رفتار ان انٹھون میں کی ہے کہ

دماغ افلاس جوڑوں کا ایک ایسا آلہ ہے جو اپنا توازن خود پر قرار رکھتا ہے۔ ایک ایسا الیکٹرو

نیمیکل پلانٹ ہے جو 62 ہزار میل لمبے رگ پٹوں میں توانائی کی مقدار میں بے کتا ہے۔ دماغ

کے کروڑوں دارنگہ شکل اور مواصلات کے ذریعے ہیں۔ دماغ ایک ایسے طیف فونی نظام کی

حیثیت رکھتا ہے جو ستر سال انسانی واسطہ حرکت کی اور ہالنگ کے بغیر کام کر سکتا ہے۔ یہ دور بین کا

کام بھی کرتا ہے اور خود بین کا بھی۔ اس کا کام رکھنا رکھنا بھی ہے۔ رجسٹر کرنا بھی ہے۔ صرف

بیک فون دماغ اور بہت کچھ ہے۔ یہ مرکز حکومت ہے پارلیمنٹ ہے عدالت عالیہ ہے تجارت گاہ

ہے پولیس کا قاعدہ ہے ٹیلی فون ایکسچینج ہے عبادت خانہ ہے انٹرن لیڈ کی نمائش گاہ ہے، آرٹ

گیلری ہے، کتب خانہ ہے، قیصر ہے، روضہ گاہ ہے، سنٹرل فائلنگ سسٹم ہے، کمپیوٹر ہے، یہ تو ہوا

اس رنگی سائنسدان کا بیان۔

میں عرض کرتا ہوں کہ انسانی دماغ کیا کیا ہے؟ یہ فطری ہے، منجی ہے، مہندس ہے، موزن ہے، شاعر ہے، ادیب ہے، سائنسدان ہے، صنعت کار ہے، تاجر ہے، سیاستدان ہے، مربی ہے، محاسب ہے، حاکم ہے، محکم ہے، ملا ہے، دلی ہے، منکر ہے، پیچھے رہتا ہے، کافر ہے، بظہر ہے، خدا پرست ہے، خود پرست ہے، عقلیت پسند ہے، اوہام پرست ہے، صالح ہے، موبہ ہے، افس ہے، فطنی ہے، شیطان ہے، فرشتہ ہے، اہل سن ہے، زیادا ہے، انا الحق ہے، حق ہے، غرض کہاں تک انسانی دماغ کے امکانات کے بارے میں گفتگو کریں۔ یوں سمجھئے کہ جو کچھ ہے دماغ

مرے شعور کا عرقاں کے نصیب کہ میں

سروش روح ازل ہوں "ما سے آیا ہوں

نذر احمد چوہدری کی رقیقہ حیات (ش) کا دماغ شعور کی جس سطح پر کام کر رہا ہے وہ خاص روحانی یا دینی سطح ہے اور یقیناً اس سطح پر پہنچ کر انسان خوشبوئے روح سو گھٹنے لگتا ہے۔

مرے دامن کی خوشبو اس کی بوئے بہان سے ہے

علیم الاسلام

نثار احمد (نواب شاہ) کا بیان ہے کہ

میرے والد سندھ پختونوٹی، جام شوروہیلے سے انجمن پر فیضیات تھے بچپن سے مجھے یہ تعلیم دینی تھی تھی کہ کسی قبرستان سے گزرو تو اسلام علیکم کہ کرو۔ میں کیا ملت میں بیٹل کاغذ میں پڑھتا تھا۔ میرے راتے میں پہاڑی پر قبر تھا۔ ایک روز یہ ملے کیا کہ کسی قبر کو سلام کیا کروں گا۔ دوسرے گزر تو دیکھا کہ قبر پر چند لوگ فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ خیر میں سرسری طور پر گزر دیا۔ واپسی پر قبر کی طرف سے جو گزرا تو قریب جا کر ابھگی کے ساتھ میں نے صاحب قبر سے کہا کہ السلام علیکم قبر سے مدغم لپے میں آواز آئی وہم السلام یہ سننے ہی میرے قوت ہوش اڑ گئے۔ دل دھڑکنے لگا۔ پسینے پینے ہو گیا

اور کتاب میں چھوڑ کر بھاگ گیا مردے بو لے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بولتے تو ہیں مگر ان کی آواز ہر شخص نہیں سن سکتا انسان کی خوشبو سے ہر دماغ ہلک سکتا ہے۔ البتہ جن کے حواس لطیف اور شعور کا درجہ بلند ہے وہ عالم ارواح کو دیکھتے بھی ہیں چھوٹے بھی ہیں اور سو گھٹنے بھی ہیں۔

ابھی ابھی آپ شمس رخ کے تجربے کی حقیقتات پڑھ چکے ہیں۔ ش۔ رخ کا بیان ہے کہ ان کی منسوبہ "پ" کی روح انہیں نظر آتی ہے، شاید ہم یہ تو باور کر سکتے ہیں کہ دو افراد دو چار نہیں پاؤں ہوا کرتے ہیں لیکن عام کلمہ جو پھر کی رو سے یہ بات ناقابل تسلیم ہے کہ روح نظر آ سکتی ہے۔ تاہم ش۔ رخ اپنے بیان پر مصر ہیں۔

میرے دوست جمشید انصاری نے حاضراتِ ارادہ کے ذریعے "پ" کی روح سے رابطہ قائم کیا تھا۔ "پ" مرحوم نے اپنا ارادہ۔ رخ کا بیج نام لگایا اور کوئی گفتگو نہیں کی۔ ش۔ رخ۔ رخ بقول خود اپنی منسوبہ کی طاقت سے وحشت زدہ ہیں کسی کام میں کسی نہیں لگتا۔ ہر وقت کھوئے کھوئے رہتے ہیں۔ میں نے اپنے دوست سے سوال کیا تھا کہ اگر خود چاہے کیا ہیں؟ یہ کہ مرحوم سے رابطہ برقرار ہے یا نہیں طبعی تعلیم ختم ہو جائے۔ ش۔ رخ نے اپنے تجربے کی حریفہ تعلیمات بیان کی ہیں۔ لکھتے ہیں کہ

الاسلام علیکم امواج شریف نیا سال مبارک ہو۔ جناب کا ارسال کردہ خط ملا۔ میں باہر تھا ورنہ فوراً جواب دیتا۔ بے ادبی معاف! آپ نے چند سوالات کئے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ "پ" کس شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ سو عرض یہ ہے کہ "پ" انسانی فطری میں ظاہر ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ فرق یہ ہے کہ آنکھیں بے حد چمکدار ہوتی ہیں بالکل تھوڑے تھوڑے کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ لباس کسی سفید ہوتا ہے کسی خاک کی اور کسی ڈھیلے ڈھالا ہوتا ہے۔ (میں نے اسے کھن پوش لکھا۔ دیکھا اس کو دیکھنے سے ڈر لگتا۔ البتہ جب وہ ایک قاصد قاصد ہو جاتی ہے تو خوف کا دروہ پڑ جاتا ہے۔ بے شک میری خواہش ہے کہ "پ" میرے پاس آ یا کرے تاہم مجھ بات یہ ہے کہ جب وہیں چند روز گزر جاتے ہیں اور "پ" ظاہر نہیں ہوتی تو جی حد درجہ ادا اس ہو جاتا

مرچو

امین

امین

ہے۔ اس کے دیار کی ترنہ شد سے شہید تر ہونے لگتی ہے۔ جدائی کے زمانے میں بھوک پیاس ختم ہو جاتی ہے۔ کام سے ہی اجاڑ ہو جاتا ہے۔

دوسرا سوال آپ نے یہ کیا تھا کہ میں نے ”پ“ سے کتنی بار ملاقات ہو جاتی ہے تو جناب امر ضیٰ یہ ہے کہ میں نے بھی دو بار بھی چار بار مرحوم سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ پچھلی مرتبہ آخری ملاقات بدھ کے دن ہوئی تھی۔ یہ ایک میں نے میری ملاقات تھی۔ ملاقات کے بعد میری کیفیت عجیب ہو جاتی ہے۔ رنگ سیاہ پڑ جاتا ہے۔ آنکھیں آبل پڑتی ہیں۔ پیسے میں ہانپتا ہوں بھرا ایک آدھ روپے کے بعد حالت درست ہونے لگتی ہے۔ یہ میری زندگی پر مرحوم کا اثر۔ ویسے میری صحت اب پہلے سے بہتر ہے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ یہ پیکریوں ہی چلنے دیا جائے یا ختم کر دیا جائے۔ تو گزارش ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو، مجھے اس پریشان کن صورت حال سے نجات دلا دیجئے۔ میں آج تک ”پ“ سے گفتگو نہیں کر سکا۔ نہ اس نے گفتگو کی ابتدا کی۔ ”پ“ کو دیکھ کر میری زبان لنگ ہو جاتی ہے۔ وہ صرف مسکراتی رہتی ہے میں اس سے سوال و جواب کرنا نہیں چاہتا۔ نجات پانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ میری اس سلسلے میں کوئی مدد کر سکتے ہیں؟ میں نے اس زندگی چاہتا ہوں پر سکون زندگی۔ شریعہ سے منسوب سکون حاصل چاہتے ہیں۔ یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس قدر سکون حاصل ہو سکے۔ میں نے دوسرے خط میں اپنے جو حالات لکھے ہیں۔ مثلاً ”پ“ سے ملاقات کے بعد رنگ سیاہ ہو جاتا۔ آنکھیں آبل پڑتا، پیسے پیسے ہو جاتا۔ ان سے اعزاء ہوتا ہے کہ کتب گاہ کے اصحاب مرحوم سے ملاقات کے پختے کو برداشت کرنے کی صلاحیت کھوٹے چلے جا رہے ہیں۔ یہ صورتحال تشویشناک ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ شریعہ کسی ڈاکٹر کے مشورے سے وہاں بابتہ استعمال کریں اور کھوکھو بھی (مکر ڈاکٹر کا مشورہ ضروری ہے) جب تک اصحاب مضبوط نہ ہوں گے۔ ممکن نہیں کہ شریعہ۔ شریعہ اس خارق العادہ، حیران کن اور ناقابل یقین تجربے سے لطف اندوز ہو سکیں۔

دنیا کچھ بھی کہے گا زمین کا تصور بکھری کیوں نہ ہو، دیکھنا ہے کہ جس شخص کا یہ بیان ہے اس کا

حال کیا ہے؟ مرض اصلی ہو یا خیالی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر مریض اسرار کر رہا ہے کہ میں بارہوں تو میں اس کے قول کا تسلیم کر کے علاج شروع کر دینا چاہئے۔ تسلیم کر لیجئے کہ شریعہ کی آنکھوں کے سامنے برسوں پہلے کی وفات یا ”پ“ ظاہر ہوتی ہے۔ یہ بحث ہی فضول ہے کہ وہ قریب حواس و قریب خیال اور قریب تصور میں مبتلا ہیں۔ میرے اور آپ کے مبتلائے شریعہ کی ذاتی حالت بہتر نہیں ہو سکتی۔ مقصد یہ ہے کہ جو جوان اس ذاتی کرب سے نجات پا جائے۔ خیر میں نے شریعہ کی تمام کیفیتوں پر غور کرنے کے بعد انہیں لکھا کہ

”تم اس معاملے پر اس طرح غور کرو کہ تمہاری خالہ زاد بہن“ ”پ“ جو تم سے بچپن میں منسوب کردی گئی تھی تم پر بار اس لئے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ تم سے کچھ کہتا جانتی ہے۔ شاید کوئی پیغام ہے جو تم تک پہنچانے کے لئے وہ بے قرار ہے۔ ایک بات یاد رکھو کہیں معلوم ہے اور ہم سب کا عام تجربہ یہ ہے کہ شب میں سوئے وقت ہماری جو ذاتی و ذاتی اور نفسیاتی کیفیت ہوتی ہے سوئے کے بعد اسی کیفیت کے خواب نظر آئیں گے۔ مطلب یہ کہ نیند سے قبل خیالات کی جو رو ہمارے ذہن میں چل رہی ہے۔ نیند ظاہری ہونے کے بعد خیال کی وہی رو خواب میں تبدیل ہو جائے گی۔ یعنی جانتے کا خیال سوئے میں خواب بن جائے گا۔ ذہن اسی ڈگر پر چکر رہے گا جس پر پہلے چل رہا تھا۔ نیند اور موت بڑا واسطہ نہیں ہیں۔ نیند کو پھوٹی موت کہتے ہیں اور موت کو بڑی نیند۔ مرتے وقت انسان کی جو ذاتی کیفیت ذاتی حالات اور نفسیاتی خصوصیت ہوتی ہے مرے بعد اس کی حالت اسی رہتی ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

چیمبر دافا میر پونچر پونچر دافا عذو

یعنی یاد افار ہے تو یاد افی جاے گا اور بے وقافتی کے عالم میں جان دی ہے تو خواب مرگ سے چمکنے کے بعد بے وقافتی ہی اس کا شعار ہوگی۔ پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ دوسری دنیا ہے کیا؟ دوسری دنیا یا عالم مثال اس دنیا سے مختلف نہیں ہے۔ وہ بھی ایک طرح مادی ہی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس کی ساخت زیادہ لطیف ہے۔ اس لطیف دنیا میں جب انسان پہنچتا ہے تو اس کی ذاتی و ذاتی اور نفسیاتی کیفیت میں کوئی بنیادی تبدیلی واقع نہیں ہو جاتی۔ جسم کی موت انسان کو نہیں بدلتی۔ صرف جگہ بدل

مرچو

پر

والدین

دیتی ہے۔ یعنی وہ گوشت پست کے بجائے زیادہ لطیف لباس اوڑھ لیتا ہے۔ البتہ رہتا وہی ہے جو تھا جیسا تھا۔ موت درحقیقت تبدیلی لباس کو کہتے ہیں۔

دیکھ اے لباس تنگ وجود دہکا کہ ہم
تنگ برجگی سے تنگ پیش ہو گئے ا

دوسری دنیا میں بھی آدمی وہی رہتا ہے جو مرنے والا ہے۔ وہی کرتا ہے جو کرتا رہا ہے۔ انفرض قبر کے اس پار دنیا میں جسے دائمی تعلق میں اس کی دائمی ساخت "خدا" ہی منتہا نہیں اور آدمی زمین قریب قریب وہی رہتی ہیں جو مرنے یعنی لباس بدلنے سے قبل اسے بے قرار رکھتی تھیں۔ "پ" کی دائمی کیفیت یہ ہے کہ وہ اب تک اپنے کوئی۔ ج۔ کی تکثیر کرتی تھی ہے اور چونکہ ان کی معنی مرحومہ کی موت کے بعد ماموزا و بہن سے ہو گئی ہے۔ اس لئے مرحومہ کی بے قراری اور جذبات کے اضطراب میں شدت پیدا ہو گئی۔ اس کے بار بار ظاہر ہونے کا سبب بھی یہی ہے۔ جس طرح اکثر انسان اس دنیا میں غیر قدرتی زندگی بسر کرنے پر اسرار کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسری دنیا میں بھی "ایب" ہارل "لوگوں کی کمی نہیں۔" "پ" عالم مثال کی ایب ہارل لڑکی ہے اور اس معنی ایب ہارل لڑکی کا نفسیاتی علاج ضروری ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ

مراد کے نفسیاتی علاج

وفات پائی ہوئی نفسیاتی مرید کا علاج کس طرح ممکن ہے؟ عرض یہ ہے کہ مردوں کا یہاں نفس بھی اسی طرح علاج پزیر ہوتا ہے جس طرح زندہ لوگ۔ علاج کے معاملے میں زندہ اور مردہ یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ گوشت پست کے جسم کی فنا یا بکھر جانے کے معنی یہ نہیں کہ نفس بھی بکھر گیا۔ "پ" کے معاملے پر اسی انداز سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

مردہ انسانوں سے سوال وجواب کے سلسلے میں آٹھ ایک رانگہ یا خود کا تجربہ کا ذکر کیا جائیگا ہے۔ خود کا تجربہ کا طریقہ ایک سبب پر عرض کروں۔ گوشت تنہائی میں پائیٹھے۔ آنکھیں بند کر کے ناک کے دونوں سوراخوں سے آہستہ آہستہ۔ آہستہ آہستہ۔ گہرے گہرے سانس اندر کھینچتے اور

اسی آہستگی کے ساتھ باہر نکالنے۔ اس طرح سانس لینے سے آپ کے اعصاب پر ایک خواب میر کیفیت طاری ہو جائے گی۔ یعنی بے خودی اور ڈوب جانے کی حالت۔ سانس کامل اگر خالی پھٹ گیا جائے تو اس کے فوراً میں اس کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ ناک کے سوراخوں سے گہرے گہرے سانس لینے اور خارج کرنے کے بعد قلم کو داہنے ہاتھ میں پکڑ لیجئے۔ سادہ کاغذ سامنے ہو۔ یہ تصور کیجئے کہ داہنا ہاتھ بالکل بے جان ہے۔ اس میں قطعاً حس و حرکت اور قطعاً جنش و گردش نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ تصور کیجئے کہ "پ" آپ کے قریب ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس تصور کے ساتھ ہی قلم از خود آپ کے قصد اور اختیار اور ارادے کے بغیر یا کاغذ پر پھلے گئے۔ اور کوئی مہارت تحریر ہونے لگے۔

فرض کیجئے کہ یہاں نہیں ہوتا۔ قلم کاغذ پر نہیں چلن۔ ہاتھ جنش میں نہیں آتا۔ اس صورت میں خود بے مقصد سوچنے لگے۔ بغیر کاغذ پر قلم چلنے لگے۔ بہت سے حضرات کا تجربہ ہے کہ بعض اوقات فری رانگہ کرتے ہوئے انہیں احساس ہوتا ہے کہ ان کا ہاتھ کسی ناویہ و طاقت کی گرفت میں ہے۔ اور ان کے قلم کو کوئی ناویہ و طاقت حرکت دے رہی ہے اور نہ جانے کیا کھوار ہے۔ جس طرح خود کا تجربہ کر رہے ہیں "پ" معلوم کرتے ہیں کہ اس کی وصیت کیا ہے؟ وہ کیا کھوانا چاہتی ہے۔ کیا پیٹنا۔ مونا چاہتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ "پ" اپنے آواز سے کی قوت سے آپ کے قلم کو حرکت میں لائے اور جو کچھ چاہتی ہے وہ آپ کے قلم کے کھوانے فری رانگہ کا طریقہ نفسیاتی علاج کا معمول اور ایک آزمایا ہوا اصول ہے۔ خود کا تجربہ کر کے ذریعے صرف زندوں کا نفسیاتی علاج ہی ممکن نہیں مردہ نفسیاتی مریدوں کی اصلاح بھی ممکن ہے۔ جس طرح سے خاک کی جسم رکھنے والے لوگ دائمی انجمنوں میں جلا ہوتے ہیں۔ اس طرح خالص نفس والے لوگ یعنی نام نہاد مردے بھی طرح طرح کی جذباتی پیچیدگیوں سے دوچار ہو سکتے ہیں "پ" کی نفسیاتی پیچیدگی یہ ہے کہ اس نے اب تک موت کی تبدیلی کو قبول نہیں کیا۔ موت سے انسانی وجود میں صرف اتنی تبدیلی واقع ہوتی ہے کہ وہ جسم سے آزاد ہو کر نفس خالص بن جاتا ہے۔

مرچو

مراد کے نفسیاتی علاج پر روح

دونظرے

انسانی وجود کے بارے میں دونظرے ہیں۔ ایک مشقی یا مادی نظریہ دوسرا روحی یا روحانی نظریہ۔ پہلے نظریے کو Cebero-centric کہتے ہیں۔ دوسرے کو Psychocentric کہا جاتا ہے۔

پہلے نظریے کی زد سے روح اس طرح جسم کی پیروی اور ہے جس طرح العابد دین و دہن کی۔

دوسرے نظریے کے سامنے والے (سائیکو سنٹرک) انسان کو روحانی وجود قرار دیتے ہیں۔ ان کی نظر میں جسم کی اہمیت لباس سے زیادہ نہیں۔ جوڑوں نے بعض مقاصد کے لئے جوڑ رکھا ہے۔

یہ دونوں نظریے اچھا یا بُہدا نہ ہیں۔ انسان نہ صرف روح ہے نہ محض جسم۔ وہ جسم بھی ہے روح بھی ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز اور ایک دوسرے سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ البتہ یہ

بات ملے ہے کہ روح کو جسم پر فوقیت حاصل ہے۔ جسم کو مکان (space) کی ضرورت ہے۔ روح مکان کی قید سے آزاد ہے جسم روح کا قید خانہ نہیں، کیونکہ روح، کسی مکان میں قید نہیں ہو سکتی

۔ لباس بدن جان کا آلہ کار ہے۔ جب تک جسم کام کرنے کے قابل رہتا ہے روح اس سے کام لیتی رہتی ہے اور جب مادی قوانین کے تحت اس پر بڑھاپا اور فرسودگی طاری ہوتی ہے۔ تو روح گوشت

پوست کے جسم کو اس طرح اتار چھڑکتی ہے کہ اس طرح جسم پر اتار لاس لگا کر کانا لباس نکلتے ہیں۔ جسم نہ مادی کی بنی ہوئی ہے بعد روح کا نیا لباس وہ نورانی جسم ہوتا ہے جو کائنات جسم پر طبع سے ہونے سے

عام مثال (موت کے بعد والی دنیا) میں روح اس نئے لباس یعنی نورانی جسم کے ساتھ سفر شروع کرتی ہے۔ کچھ عرصے بعد یہ لباس بھی بایسیدہ ہو جاتا ہے تو پہلے نورانی جسم کی طرح دوسرا لطیف

ترین نورانی جسم ظہور میں آتا ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ بار بار جاتا ہے تا تکلیف و محن چمکا کر محض روح صرف روح رہ جاتی ہے۔ اس کے بعد ہم پر کیا کڑنرتی ہے۔ کچھ نہیں معلوم۔

آنچہ اور وہم نیا آتش

موت عالم مثال میں بنی پیدا کُنش کا نام ہے۔ جب یہاں ڈوبتے ہیں تو کھیں اور طلوع ہوتے

ہیں۔ سرے کے بعد دوسری دنیا میں ہماری مثال نو انیدہ بنے کی سی ہوتی ہے۔ تو زائیدہ بنے کی روح جتنی قوی ہوتی جلی جاتی ہے۔ بنے کے جسم میں انکی ہی تہد بلیاں نمایاں ہوتی جلی جاتی ہیں۔

بچپن کے بعد لڑکپن کا دور آتا ہے۔ لڑکپن کا جسم بچپن سے نرودہ فعال اور چست ہوتا ہے۔ بچپن سے نوجوانی کی عمر پھوٹی ہے اور جسم میں ہی تہد بلیاں ظہور میں آتی ہیں نوجوانی، جوانی اور جوانی

بھر پور کی حد میں قدم رکھتی ہے تو انسانی جسم کچھ اور ہو جاتا ہے پھر وہ دور ماضی و تقدہ آتا ہے۔ جسے ہم پختہ کا عصر کہتے ہیں۔ پھر اوج و زور، پھر مکمل اوج و زور، پھر بڑھاپا اور پھر موت۔ اس مادی عالم میں

انسانی روح جسم کے توسط سے یہ تمام منزلیں طے کرتی ہے اور پھر عالم مثال میں بھی اسی طریق کار کو دہرائی ہے۔

محض سمجھنے کے لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا سے بعد از مرگ کے سات طے ہیں۔ روح کے بعد دیگرے ان طبقات میں ترقی کرتی رہتی ہے اور ہر طبقے میں پہنچنے کے بعد اس کی لطافت میں

اضافہ اور کثافت میں کمی ہو جاتی ہے۔ یہ ہے عالم برزخ یا عالم مثال کے بارے میں مابعد الطبیعیات والوں کا نظریہ ہمارے بزرگان تصوف بھی اپنے مشاہدات کی رو سے اس نظریے کی تصدیق کرتے ہیں۔

حضرت شیخ علی الدین ابن عربی مہام فرائی، حضرت داتا گنج بخش (سید علی ہجویری) حضرت شاہ ولی اللہ اور دوسرے ائمہ تصوف نے بھی حیات بعد الموت کے بارے میں ایسی اراشا و فرمایا ہے۔

سواری اور سوار

امام غزالی نے روح کے بارے میں فرمایا ہے کہ

وہ ایک جوہر ہے۔ اس کا تعلق بدن سے ہے۔ اس طرح کہ نہ وہ اس سے بندگی ہوتی ہے۔ نہ کلی ہوتی ہے۔ نہ داخل ہے نہ خارج۔ سمجھتا ہو چتا، ارادہ کرنا، فیصلہ کرنا اور فیصلے پر عمل کرنا روح کا کام ہے۔ جسم تو روح کے ارادے کی تعمیل کا ذریعہ ہے اور کس۔ افعال و امور دوسرے نقشوں نے

تیسری جماعت تک پائی ہے۔ لکھنے کے سلیقے سے واقف نہیں۔ بس ہے بے حالات جیسے دیکھے گئے
دے گئے ہیں۔

عبدالشکور مرحوم

میرے نین بھائی ہیں۔ میں سب سے بڑا ہوں۔ مجھ سے چھوٹا عبدالرشید، اس سے چھوٹا
عبدالشکور اور سب سے چھوٹا عبدالغفور ہے۔ یہ واقعہ عبدالشکور سے متعلق ہے جناب مرحوم جو بچا
ہے۔ قصہ تو لمبا ہے۔ خاص خاص باتیں عرض ہیں۔

آج سے ٹھیک پانچ سال پہلے عبدالشکور مرحوم کی عمر تقریباً بارہ سال کی تھی۔ وہ روزی کا کام سیکھنے
کے لئے صدر چایا کرتا تھا۔ ہم لوگ خدا داد کالونی میں رہتے تھے۔ ایک سال تک عبدالشکور مرحوم
باقاعدگی سے کام پر جاتا رہا۔ پھر اچانک اس میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہوئی شروع ہوئیں۔ وہ مقرب
جینک لائن سے تانگے میں بیٹھتا اور صدر میں اتر جاتا۔ ایک سال بعد یہ ہونے لگا کہ عبدالشکور اس
موڑ پر جہاں گیراج کی دیوار کے قریب جٹ لینڈ لائن سے آنے والی سڑک مقرب جینک لائن
کے راستے سے ملتی ہے۔ تاکہ روک کر اترتا اور سوسائٹی کے قبرستان میں چلا جاتا اور دن ویرا گزار
دیتا۔ ہمیں جب اس کا علم ہوا تو ہم نے غصے کی۔ ڈانٹ ڈپٹ کر لے کر عبدالشکور نے بتایا کہ جب
میں صبح چھ بجتے ہیں تو کھانا کھاتی تھیں تو تانگے سے کوئی ہے کہ تانگے سے اتر جا اور سوسائٹی
(P.E.C.H.S) کے قبرستان میں!

عبدالشکور کبھی کبھی کہتا کہ میرے ساتھ ایک زوج ہے۔ مگر ہمیں کچھ نظر نہ آتا۔ لیکن کاہنہ کچھ کر
اس کی بات کا کھڑا اعداد کر دیتے۔ حضرت دیکھ! میں تو ہات کا قائل نہیں۔ میری ساری عمر جنگلوں
اور پہاڑوں میں گزری ہے۔ آج کل چھٹی پر ہوں۔ فرض ایسی طرح تین سال گزر گئے اور
عبدالشکور مرحوم کی حالت میں اور تبدیلیاں ہوئیں۔ اب وہ اچانک نیکی نیکی باتیں شروع کر دیتا
حضرت علیؑ کا طریقہ بتانے لگتا۔ کبھی کہتا کہ آج میں شریعہ کے حضور گیا تھا۔ کبھی کہتا کہ تم حسینؑ کے
لہجے کو کیا جانو۔ اسے ہم جانتے ہیں۔ والد صاحب حافظ قرآن ہیں۔ ان کو احکامات کرتے ہیں

بدن کو سوار کی اور روح کو سوار قرار دیا ہے۔ بدن کے سر جانے سے روح کو بچانے خود کوئی نقصان
نہیں پہنچتا۔ صرف یہ ہوتا ہے کہ روح کا ایک ہتھیار کم ہو جاتا ہے۔ پہلی بیٹا اور مولانا درمیان کا بیان
بھی یہی ہے۔ حیوانات میں روح کی ترقی کی آخری حد روح حیوانی ہے۔ بس ان کی ترقی اور
نشو و نما نہیں تک ہے۔ انسانی روح پر روح کل یا روح کا نکات یا حقیقت مطلق کا پرتو اس طرح
پڑتا ہے جس طرح آفتاب کے میں آفتاب نکلس۔

جہاں تک "پ" کا تعلق ہے تو کسی اندرونی کشش کی بنا پر وہ اب تک زمین سے چٹنی ہوئی ہے
اور بار بار اپنے ہتھیار پر غماز ہوئی ہے۔ اس قسم کی روحوں کو "زمین بستہ روہیں" کہا جاتا ہے۔ یعنی
وہ روہیں جو مرنے کے بعد عالم مثال کے پہلے طبقے میں بھی داخل نہیں ہو پنا۔ اس کا سبب ان
کی وقتی کثافات اور روحانی بوجھ ہے۔ مرنے کے بعد ہمت سے لوگوں کے وقتی رشتے دنیا سے
برقرار رہتے ہیں اور وہ رشتے اسے مضبوط ہوتے ہیں کہ بار بار انہیں عالم بالا سے بھیج کر بہشتی میں
لے آتے ہیں۔ یہ رشتے محبت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ لذت کے بھی ہوں گے کبھی انتقام کے بھی
"الہ بعض افراد ایسی بھی ہوتے ہیں جو ای زندگی میں عالم ارواح کی شہرت اختیار کر لیتے ہیں۔
یعنی ان کا جسم تو خاکی انسانوں کے درمیان رہتا ہے اور روح عالم مثال کی سرکرتی رہتی ہے۔

عبدالغفور ولد شمس الدین علیؑ کے والدین علیؑ کے بعد عرض ہے کہ میں کی سال لکھے آپ
کی تحریر پڑھ رہا ہوں۔ سچا پیشہ ہوں۔ کوئی خدمت 44 سال گزری ہے۔ میری عمر اب 70 سال کی ہے۔ کوئی
کس طرح گزری۔ اس کا اعجاز ہر وہ شخص اسکا ہے جس نے کچھ بدعت فوج میں گزارا ہو۔ دل
بہت مضبوط ہے۔ خاندان بھر میں سخت دل اور سنگدل مشہور ہوں۔ شہر کے محاذ پر لڑا ہوں۔
ہزاروں لاشیں دیکھی ہیں۔ جبر 65ء کے جہاد میں چھڑے (سایکلوٹ) کے معرکے میں شریک
تھا۔ بے شمار لاشوں سے گزرا ہزار ہا گھیز خون ریزی سے مقابلہ پڑا۔ قوم سے راجحیت دیکھو
تورہنے والے ہوں۔ مجھے نئے نئے حیرت انگیز واقعات نظر سے گزر چکے ہیں لیکن جو واقعہ درج
ذیل سے نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ اس واقعے کے سلسلے میں آپ کو تکلیف دے۔ ہاں۔ امید ہے کہ آ
سپ میری مدد فرمائیں گے۔ طویل خط لکھنے کی معافی چاہتا ہوں۔ تعلیم ہندوستان میں انگریزی کی

لوگ دیتا کہ یہ لفظ ایسے نہیں دے جسے (جب کہ مرحوم باکل ان پڑھ تھا) بھر یہ بات شروع ہوئی کہ وہ رات بھر غائب رہے گا۔ چھوٹا بھائی عبدالغفور چچا کا تو وہ سوسائٹی کے قبرستان کے کونے پر چاک ٹاک غائب ہو جاتا۔ بھر بڑا گوشہ کے بعد نظر آتا تا ایک رات ایسا ہوا کہ پولیس نے اسے قبرستان میں پکڑا اور قاتلہ میں لے جا کر بند کر دیا۔ سچ گوشت میں لے جا کر چھڑا۔ والد صاحب نے کئی بار اسے کمرے میں بند کر کے گا لے دیئے۔ صبح دیکھا تو تالے کھلے پڑے ہیں اور عبدالغفور غائب ہیں۔ وہ دو روز دراز مرادوں پر جاتا۔ بروز نہا کر مضرہ خوشبو دیا تا۔ پھولوں کو ہر وقت ہاتھ میں رکھتا۔ قوالیوں میں جاتا، مہاس خرم میں شرکت کرتا۔ میا دودں میں بڑے شوق سے حصہ لیتا۔ عبدالغفور میں کس قسم کے باوجود بڑی جرأت پیدا ہو گئی تھی۔ مولا تا۔۔۔ کا وضع ہو رہا تھا کہ عبدالغفور اٹھا، ایک ٹرک سے کچھ پرچے پر لکھوا دیا اور کاغذ کا دوپہ چڑھا عطا کے پاس بھیج دیا۔ پرچے پر تحریر تھا۔

تائیے! خدا نے مجھ عبدالغفور کو کس مقصد کے تحت پیدا کیا ہے؟

مولانا نے یہ چہ پڑ کر کہا کہ جس کا یہ سوال ہے وہ کھڑا ہو جائے یہ کھڑا ہو گیا۔ مولا نے کہا کہ اللہ نے انسان کو عبادت اور انسانی حقوق کی ادائیگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس پر عبدالغفور نے کہا کہ مولا تا صاحب! اگر میری جگہ کبھی محمد یا شان محمد ہو کر توتا تو کیا فرق پڑتا؟ وہ جب بھی کوئی چٹوٹی کرتا نصف بھرت پوری ہوتی۔ مولا صاحب نے یہی جواب دیا کہ میری رائے کیا ہے کہ سب سے پہلے وہ جس کس کے ہاتھ کی کوئی چیز نہ لکھا تا سچی کھر کا کھانا کھاتی پھوڑ دیا۔ کئی کئی روز اس کی گھرائی کی گئی اور یہی دیکھا گیا کہ وہ فاتحہ سے ہے۔ تاہم اس کا پھر وہ بھاش بھاش رہتا۔ اس زمانے میں ہمارے گھر کی یہ حالت تھی کہ روپیہ پورے ہرستا جب برکت کے دن تھے۔ 6 جون 1969ء کو مکتب میں بچے بستر پر لیٹ گیا کہ مجھے بخار ہے۔ ہاتھ کا رو دیکھا تو بخار کا دور دور تک پہنچا تھا۔ پڑوسیوں کو بلا کر معافی مانگی کہ اب ہم چند روز کے مہمان ہیں۔ میں فوج سے دو مہینے کی چھٹیوں پر آیا ہوا تھا۔ میں نے عبدالغفور کی یہ حالت دیکھی تو کہا کہ یہ بھانے چھوڑ دو اور کوئی کام کرو۔ دو سال سے اس نے روزی کا کام چھوڑ دیا تھا۔ یہاں پھر تا قہار تارا دار و دار نہ تھا۔

12 جون کو ہم اسے جناح اسپتال لے جانے لگے تو کہنے لگے کہ بھائی جان! اہم تو کل جا رہے ہیں ہمارا چناؤ کل جمعہ میں پڑھنا۔ مجھے غصہ آ گیا اور میں نے اسے کافی سخت کہا اس لئے کہ وہ بظاہر کسی طرح بیمار نظر نہ آتا تھا۔ اسپتال میں ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کیا تو باکل ٹھیک ٹھاک پایا اور باکل فٹ کا کارڈ دے دیا۔ ہم عبدالغفور کو واپس لے آئے اور شام کے چار بجے صبح اس کی طبیعت خراب ہوئی۔ لوگوں کے کہنے سے چند جیروں اور عالموں کو بلایا۔ ان میں حیدر آباد کا لونی کے۔۔۔ صاحب بھی شامل تھے لیکن یہ لوگ جو نبی اس کے سامنے آئے۔ گھبرا کر بھاگ کمرے ہوئے گوشہ کے باوجود نہ دے۔ عبدالغفور کو بخار تھا نہ دور صرف آنکھوں میں عجیب اور مہیب چمک پیدا ہو گئی تھی۔

بیت ناک چمک

ایسی چمک میں نے زندگی بھر نہیں دیکھی۔ اس عالم میں کوئی مرد اور عورت عبدالغفور کو دیکھ کر آکھ نہیں ملا سکتا تھا۔ اس چمک کو دیکھ کر دل میں خوف کی لہر اٹھتی اور یہ لہر بڑھ کر جڑی میں دوڑ جاتی۔ میں اپنے فوجی رہاے میں ضرورت سے زیادہ ڈر کھما جاتا ہوں لیکن یقین کیجئے کہ میں اپنے چھوٹے بھائی عبدالغفور کی کھانسی کی تاب نہ لے سکتا تھا۔۔۔ امین

آج بھی محلات یہ ہے کہ اس چمک کا تصور کرتے ہی ہمارے خوف کے روکھار دکھنا کھڑا ہو جاتا ہے۔ خبر عرض کرنا ہے کہ شام کو سات بجے اس نے بچوں میں پیسے تقسیم کیے اور 13 جون بروز جمعہ صبح چار بجے اس کا انتقال ہو گیا۔ رئیس صاحب! میں اپنے پیارے بھائی کے لئے کچھ نہ کر سکا۔ اس کا مرض ہماری سمجھ میں آ پانڈا آنکروں کی۔ جیروں و عالم تو اس کی شکل دیکھ کر ہی فرار ہو گئے تھے۔ غلامیہ یہ کہ اب لوگ اس کی قبر پر جا کر پھول پڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں جا کر جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ عبدالغفور کی موت کے بعد سے والد صاحب کو قہر آ رہی۔ وہ اس راز کو جانا چاہتے ہیں جن پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ رئیس صاحب! آپ یہاں نہیں والے اور اولاد والے ہیں! میں نہایت لاجپت سے گزارش کرتا ہوں کہ جہاں تک آپ کے اقتدار میں ہے اس مسئلے میں آ

پ ہماری رہنمائی کیجئے۔ جانتا ہوں کہ میرے والدہ کی دایہ نہیں آ سکتا۔ جاوہر اور دایہ وغیرہ ہونے کا دعویٰ تو بہت سے لوگ کرتے ہیں مگر عبد اللہ کو روکنا ہو گیا تھا یہ کوئی نہیں بتاتا۔

عبد اللہ کو روکنا ہو گیا تھا؟ اس سوال کا جواب نہیں انہیں دے سکے۔ یہ معاملہ اس فن کی حدود سے باہر اور اس کے دائرہ عمل سے خارج ہے۔ نذاریات والے تو یہ کہیں گے کہ وہ مرحوم سائیکس پر انسانی اختلال میں مبتلا تھا اور جو چاہے دیکھتا دیکھتا رہتا اور کرتا۔ سب لہجوں اور خود فراموشی کے عالم میں بیٹھی اسے اپنی ہی خبر سمجھتی۔ رات کو لگا تو قبرستان نکلتی گیا۔ اس کا یہ بیان کہ ہر وقت ایک نادیہ ہستی میرے ساتھ رہتی ہے۔ جس وہ ہم اور قرب یہ خیال کی بیدار ہے۔ اس واقعے کے لمبا سا پہلو حسب ذیل ہیں۔ (1) عبد اللہ کو کھانا منسل کر کے بند کر دیا جاتا۔ صبح دیکھنا تو تالے ٹوٹے پڑے ہیں اور وہ غائب ہے۔ (2) کئی روز تک کچھ کھائے بچے بغیر بھاشا بھاشا رہتا۔ (3) چینی چینی اور کھری کھری پھینکو نیلاں (4) بغیر کسی نگاہری بیماری کے یہ کہنا کہ میں چند روز کا مہمان ہوں (5) میرے قتل آنکھوں میں ایسی غیر معمولی چمک پیدا ہو جاتا۔ جس کو دیکھ کر پاک فوج کا ایک سپاہی جس نے میدان جنگ میں جڑا ہوا خون آنکھوں کو رو دیا ہے۔ لرز اٹھا تھا۔ اور اب تک اس کی چمک کے تصور نے اس کی ہر ہڈی کی ہری میں خوف کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

بھیکو مجذوب

عبد اللہ کو مرحوم کا یہ واقعہ پڑا کہ مجھے تذکرہ خوشی کی ایک حکایت یاد آئی۔ حضرت نوح علی شاہ نے بھی ایک ایسے لڑکے کا ذکر کیا ہے جو بہت ہی متون مرادوں کے بعد پیدا ہوا تھا۔ بچپن ہی میں اس پر جذب کا دورہ پڑا اور وہ جنگل کو کل گیا۔ عبد اللہ کو دیکھنے کے معاملے میں غیر معمولی مشابہت پائی جاتی ہے۔ مثلاً کھائے بچے بغیر بھاشا بھاشا رہتا۔ آنکھوں میں ایسی غیر معمولی چمک کہ لوگ حیرت زدہ ہو جائیں۔ تجمائے سکوت و استغراق وغیرہ وغیرہ صاحب تذکرہ خوشی کا بیان ہے کہ وہ بار بار ادولی تھا۔ میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ عبد اللہ کو مرحوم بار بار ادولی تھا۔ یہ تو کوئی عارف کامل ہی بتا سکتا ہے کہ عبد اللہ کو مرحوم کی روحانی کیفیت کیا تھی۔ ولی را ولی ہی شناسد۔ البتہ

اس میں شبہ نہیں کہ وہ مجذوب تھا۔

جذب کے بے شمار درجے ہیں۔ بعض لوگوں پر سیاہی تقریروں کے ذریعے جذب کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ بعض بظاہر ظلم کے کسی شہسارے کو پڑا کہ حالت جذب میں آ جاتے ہیں۔ بعضوں کے لئے موسیقی و دھڑا اور تاب تہوتی ہے۔ بعض ذہنا پیچروں، حسین چڑوں اور گوش مناظر قدرت کو دیکھ کر از خود اور وقتہ ہو جاتے ہیں۔ غرض کئی کئی ایسا نہیں کہ جذب سے محروم ہو۔ ہر شخص کی زندگی وقت جذب پر ضرور بن جاتا ہے۔ جذب کے عالم میں ہوتا ہے کہ شعور کی مسلسل رد و بار درمیان میں سے کوئی رشتہ رشتہ آدھی گہرائی میں ڈوبا رہتا ہے۔ بھر بوش میں آ جاتا ہے۔ بھر بیکری بے ہوشی کے عالم میں بعض حضرات کو ایسی نادیہ دنیا کی جھک نظر آتی ہے جس کا وہ شعوری عالم میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یورپ و امریکہ کے جی S.D. کے ذریعے یہ کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہمارے شعور کے حلقہ درجے ہیں۔ بیاڑی طرح تہہ در تہہ اور پت در پت۔ شعور کی اوپر پت پت وہ ہے جسے عام سمجھ بوجھ (کامن سنس) کی پت کہا جاتا ہے۔ ہم روزمرہ کی زندگی اسی شعوری سطح پر بسر کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی بعض روئی جاؤں مثلاً چاندنی یا اندرونی جاؤں مثلاً شمع و تھیں جلانے والے سے کبج شعور کی اوپر پت (عام سمجھ بوجھ) کوٹ جاتی ہے اور اندک پت نور ہوتا ہے۔ اس وقت آدھی محسوس کرتا ہے کہ وہ دنی دنیا میں نکلتا گیا ہے۔ بچپن ہی سے عبد اللہ کو کے ذہن کی بالائی سطح کرو جاتی۔ یعنی وہ کامن سنس زندگی بسر کرنے کے قابل نہ تھا۔ میں مرحوم کو بار بار مجذوب سمجھتا ہوں۔ مجذوب و مجنوں میں فرق یہ ہے کہ مجنوں (تاؤ پتھیکہ مکمل طور پر شغلیاب نہ ہو جائے) شعوری زندگی بسر کرنے کے قابل رہتا ہے لیکن مجذوب لا شعوری اور شعوری زندگی بھی بسر کرتا ہے۔

جذب کی کیفیت کو سمجھنا مشکل ہے بعض لوگ تو بوش و حواس سے بالکل عاری ہو جاتے ہیں تاہم اپنی دنیا میں مستغرق رہتے ہیں۔ عبد اللہ کو کے ذہن کا ایک درجہ عالم مثال (مادی دنیا کے بعد والی دنیا) کی طرف مکمل کیا تھا۔ مثلاً اس کا یہ کہنا کہ میں آج شیر خدا کے حضور میں گیا

تھا۔ اس کی دلیل ہے کہ اس کی دنیا عام دنیا سے بالکل مختلف تھی۔ آنکھوں کی غیر معمولی چمک دکھ اس کے روحانی جوش و خروش کی علامت تھی جو اس مرحوم کے شمس میں لہریں لے رہا تھا۔ عبدالغفور کی بیماری کسی کی سمجھ میں نہیں آئی نہ آ سکتی تھی کیونکہ درحقیقت اس کا جسم بیمار تھا ہی نہیں ایک نادر و نادر تھی جو اس پر سایہ کے ہونے تھی۔ یہی عجیب قوت اسے اپنے ساتھ لے گئی۔ یہی بات یہ ہے کہ اس کی زندگی بھی راز تھی اور موت بھی۔

کشکشان منبر حلیم را

ہر زمان از غیب جانے دیگر است

عبدالغفور کی قسم کے لوگ حضرات ابراراح کے مستقل وسیلہ یا میڈیم ہوتے ہیں۔ روحانی جہلوں میں معمولی پر ڈوب جانے کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ درحقیقت جذب ہی کا ایک درجہ ہے۔ نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت S.C.T کی تمام مشقیں اگر پابندی کے ساتھ کی جائیں تو ذہن پر جذب و خود غلبی کی حالت طاری کر دیتی ہیں اور اسی حالت میں تمام غیر معمولی مشاہدات ہوتے ہیں۔ نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت کے ایک طالب علم ابراہیم (ہوں) لکھتے کہ

آکھ کتھی ہی اچھے جسم میں برقی دور دراز کرتے ہوئے محسوس ہوتی ہے۔ اس برقی کرفت کے تحت میں کوئی بارہو ہوا ہوں انھیں جسم بالکل سے جدا کر دیتا ہے نہ کہ اس کا جسم ہوں نہ آکھ سکتا ہوں نہ مل سکتا ہوں جیسے زندہ مگر بے جان لاش۔ تاہم دیکھ سکتا ہوں میں سکتا ہوں، ہونگہ سکتا ہوں البتہ ہونے کی طاقت سلب ہو جاتی ہے۔ عالم مگر بشری پاکستان سے جسد صاحب نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی رات کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایراد داغ ظلم کا پردہ ہے اور اس دماغی پردہ ظلم سے طرح طرح کے مناظر گزر رہے ہیں۔ رات کو کبھی اتفاق سے آنکھ کھل جاتی ہے تو وہ تمام باتیں جو دن میں ہی تھیں۔ ٹھیکے خود بخود دہن دے جاتیں ہیں انھیں کوئی شکر کہ ان باتوں کو نسلوں مگر بھڑا رہتی پڑتی ہیں۔

کراچی سے انور صاحب (عمر 22 سال) رقمطراز ہیں کہ رات کو جیسے ہی سوتا ہوں ایسا لگتا ہے کوئی مجھے جھجھوڑ رہا ہے رنگ دمک میں بجلی دوڑ رہی ہے کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے سر کرانے

جا رہا ہوں وہ بھی بدروح کی گولی کی رفتار سے۔ پھر مجھ پر پڑنے کی ہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ دماغ کی جسمی حرکی اعصاب یا وہ دماغی حصہ جو حرکت کرنے والے پنوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ کن ہو جاتا ہے اور تا دیر ہے کسی اور بے حرکتی کی یہی کیفیت طاری رہتی ہے۔ اس صورت میں یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ جسم کی ہندسوں سے آزاد ہو گیا ہوں۔ گہری نیند کے علاوہ جب جاگتے ہوئے اعصابی سکتے کی یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو عجیب و غریب حالتیں نظر آتے ہیں۔ دیکھتا ہوں کہ چند آدمی مجھے بری طرح پیٹ رہے ہیں یا مگرے کو نیں میں پیچک رہے ہیں۔ اندر میرے میں کبھی کبھی تیزی روشنیوں دکھائی دیتی ہیں یا کوئی سایا گھومتا ہوا نظر آتا ہے۔

غلام محمد (پشاور) کا بیان ہے کہ بچپن ہی نیند میں ہوتا ہوں تو کانوں میں زبردست گونج پیدا ہوتی ہے۔ دل پر دباؤ پڑتا ہے، مل جل جک نہیں سکتا (جیسے زندہ لاش) اس وقت مجھے ہوا میں اڑنے کا احساس ہوتا ہے اور یہ بھی کہ سبز خواب سے نکل کر فرش اور دروازوں سے رگڑا جا رہا ہوں حالانکہ جسم بستر پر دراز ہوتا ہے میں ڈر کے مارے فریاد کر رہا ہوں مگر کوئی نہیں سنتا حالانکہ میں اس حالت میں دوسروں کی باتیں سنتا ہوں۔ غلام محمد (پشاور) کی عمر 24، 25 سال ہے۔

صفیرہ بیگم (دھاکہ) ایک طویل خط کے آخر میں لکھتی ہیں کہ دوسری تکلیف مجھے یہ ہے کہ آکھیں بند کرنے کے لپٹی ہوں تو عجیب و غریب شخصیں نظر آتی ہیں۔ کچھ انسانی چہرے کچھ حیوان نما چہرے۔ کسی کی جاب کوئی ہے کسی کے بڑے بڑے خود ادرانت ہیں کوئی ان سے کہتا ہے کوئی دے دیکار رہا ہے کسی کے قصہ کا پڑ پڑا رہا ہے ہیں کسی کی ناک مل رہی ہے۔ کوئی گردن کو کھینچ دے دے رہا ہے۔ غرض خبر نہیں کہ کس کی کیسے عجیب و غریب لوگ آکھیں بند کرنے کے بعد نظر آتے ہیں۔ ان میں چڑیل بھی عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ جب گہرا کر آکھیں کھاتی ہوں۔ تو سب کچھ غائب ہو جاتا ہے۔ اس خالق نے آکھیں بند کرنے کے بعد بے شمار عجیب و غریب قسم کے چہرے، شخصیں اور صورتیں نظر آنے کا جو تجربہ بیان کیا ہے مسئلہ دو سال تک یہ حالت میری بھی رہی ہے۔ جرنی آکھیں بند کرنے کے لیے طرح طرح کے چہرے نظر آنے لگتے۔ ان میں اکثر بدھنل ہوتے تھے۔ بیماری کے زمانے میں آکھیں بچ لینے کے بعد بہت قد سیاہ بیٹوں اور

اس سلسلے میں پادری جنس اسے پکے مشہور روحانی معمولوں کی خدمات حاصل کیں تاکہ ان کے توسط سے جہاں مرگ بھی جی روح سے گفتگو کر سکے۔ چنانچہ بعد پادری جنس نے اعلان کیا کہ اس نے فلاولفیا (امریکہ) کے مشہور سید (میڈیم) آرقرا سے فوراً کے ذریعے، جو خود بھی پادری ہیں۔ چھ مرتبہ اپنے بیٹے جی سے گفتگو کی۔ اس مجلس حاضرات کی کارروائی فوراً ٹیلی ویژن سے ٹیلی کاسٹ کی گئی اور کناڈا کے ہزاروں لاکھوں افراد نے ٹیلی ویژن اسکرین پر اس مجلس کی کارروائی کو دیکھا۔ میڈیم آرقرا نے فوراً کے عالم پر خودی میں اعلان کیا کہ ابھی ابھی دوسری دنیا کے چند افراد روشنیوں سے براہ ہوئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو پادری جنس اور اس کے بیٹے جی کا عزیز ہاتھ ہیں۔ میں ان لوگوں کو اپنی چشم باطن سے دیکھ رہا ہوں۔ لیجئے جی کی روح بھی میرے سامنے حاضر ہوگئی۔ وہ اپنے باپ کو ایک پیغام دینا چاہتی ہے۔

اس موقع پر میڈیم آرقرا سے فوراً کے بجائے خود جی کی روح نے اپنے باپ کو خطاب کر کے کہا (حالانکہ عام طور پر زندگی اور مردے کے درمیان میڈیم کے ذریعے گفتگو ہوا کرتی ہے) کہ میں اس ملاقات سے پہلے وقتی طور پر بہت پریشان تھا لیکن آپ نے زیادہ جلدی اور حقیقی ہے اور یہ کہ موت والا جانتا ہوں کہ قبر کے اس پار جو دنیا ہے وہ آپ کی دنیا سے زیادہ جلدی اور حقیقی ہے اور یہ کہ موت صرف ہمارے جسم کا چھوٹی ہے۔ روح ہمیشہ کئی کئی بار ملک الموت کی رسائی سے باہر ہے۔ جسمانی موت کے معنی یہ ہیں انتقال صرف انتقال۔ ہمیں انتقال سے پہلے اس مکان کو چھوڑ کر اس مکان میں چلے جانا۔

بہت سے لوگوں نے بہت سے لوگوں سے مطلب ہے 90 فیصد افراد نے فوراً ٹیلی ویژن کی اس مجلس حاضرات کا مذاق اڑایا اور اسے ایک شو کا نفسیاتی فراڈ یا تو جی شہید قرار دیا۔ جنس اسے پک اور میڈیم آرقرا سے فوراً دونوں تحیک کا نشانہ بنائے گئے۔ کہا گیا کہ یہ دونوں پادری خود بھی بے وقوف ہیں اور دوسروں کو بھی اسحق بنانا چاہتے ہیں مگر اس تحیک کا نشانہ یہ اور جسٹس کے باوجود جنس اسے پک کا بیان ہے کہ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ میں نے اپنے بیٹے جی کی روح سے گفتگو کی ہے۔ دنیا کچھ بھی کہے مجھے حاضرات ارواح پر یقین ہے۔ جی نے بعض ایسے خاندانی معاملات پر

بات چیت کی جن سے کوئی دوسرا واقف ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ ہے ان رپورٹوں کا خلاصہ، جو فیروز ویک 9 اکتوبر اور صحت روزہ تا 11 اپریل 1971ء لندن اور نورٹھامپٹن (کناڈا) کی مختلف اسٹیشنوں میں چھپی ہیں۔

عقل کا کرب

بار بار عرض کر چکا ہوں کہ میں حاضرات ارواح کے فن سے خود واقف ہوں۔ میرے بہت سے دوست اس کا تجربہ دیکھتے ہیں۔ میں نے پانچ پندرہ ماہ جوہرہ اور روحوں کو پالنے اور ان سے گفتگو کرنے کے دوسرے طریقوں کا مقصد کی نظر سے نہیں منکر کیا ہے۔ اس سلسلے میں سیکڑوں افراد نے مجھے اپنے تجربات لکھ کر بھیجے تھے۔ جن میں سے چند خطوط میرے پاس محفوظ رہ گئے ہیں۔ اگر میں اس ذخیرہ خطوط کو ضائع نہ کر دیتا جو نفس انسانی کے مختلف مظاہر اور نفسیات و مابعد النفسیات کے رنگ رنگ پیکڑوں کے متعلق پچھلے چند سال میں موصول ہوئے تھے تو میرے خیال میں یہ مجموعہ خطوط، نفسی، وقتی اور دماغی تجربات انسانی انجمنوں اور روحانی وارداتوں کا ایک اصول اور نادر مجموعہ یا دواشت نہ بن جاتا۔ بہر حال گزشتہ آٹھ گزشت۔

نفسیاتی نقطہ نظر سے حاضرات ارواح کی کیا اہمیت ہے؟ کیا کچھ بھی اسے منجانب دیتی ہیں؟ صرف کی طرف کاٹ کر اس کی حرکت کرتا ہے اور ان حروف سے باہمی الفاظ اس طرح بن جاتے ہیں؟ معمول دوسروں کے سوالوں کا جواب کس طرح دے دیتا ہے؟ فرانس یا بے خودی طاری ہونے کی وجہ کیا ہے یہ تمام سوالات بدستور مجھے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دائم الحروف نہ وہی ہے نہ کسی خوش بھی میں جانا۔ کوشش یہ رہتی ہے کہ ہر معاملے پر عقلی نقطہ نظر سے بحث کی جائے اور خود عقلی نقطہ نظر کو بھی عقل کی کوئی پرکھا جائے۔ جوش فیض آبادی صاحب نے میرے مجموعہ قلم و قریں "الف" پر اظہار خیال کرتے ہوئے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ

"اگر رئیس صرف اپنا ایک شعر مجھے دیتے تو

میں اپنا سارا مجموعہ کلام بخوشی بخش دیتے

مِرْجُو

پَر رُجُو

پَر رُجُو

پَر رُجُو

پَر رُجُو

پَر رُجُو

پَر رُجُو

پَر رُجُو

پَر رُجُو

پَر رُجُو

پر تیار ہوں۔"

(آپ الفاظ کو حقیقت پر محمول نہ کریں، محض جوش صاحب کا شاعرانہ مبالغہ سمجھیں) جب جوش صاحب کا یہ مضمون شائع ہوا تو لوگ حیران رہ گئے۔ جوش صاحب مجھ سے شاعری میں کوئی بیس سال سینئر ہیں۔ ان کے یہ الفاظ اور اعتراف درحقیقت ہمدرد کی بزرگی، ذوق نواز اور بصیرت افزائی کی دلیل ہیں اور اس اچھا لپ وہ شعر سن لیجئے جس نے مجھے یہ حق بخشا کہ شاعر انتخاب کی عمر بھر کی کمائی پر قابض ہو جاؤں۔ شعر عرض ہے۔

شاید اسے عشق بھی نہ سمجھے:

جس کرب میں عقل جتا ہے :

آج کی عقل اور آج کی سائنس واقعی جس کرب جس سے یعنی اور جس اضطراب میں جتا ہے۔ سائنسدانوں پر بے چینی کی جو کیفیت طاری ہے۔ ایٹم اور ایٹمی برق پاروں کے پیچھے جو پراسرار کائنات چھپی ہوئی ہے اس نے ہر باشعور شخص کو نگہ کر دیا ہے۔ انگلستان کا مشہور مفکر سائنسدان، عالم ریاضیات اور ایٹمی طبیعیات کا ممتاز ترین دانشور سر آرتھر ایٹکن کتا ہے کہ میں ایک باشعور ہستی ہوں اور میرا شعور کائنات کی محسوس میں اُلجھ گیا ہے۔ ایک طرف تو میرا شعور اس دنیا کی کہانی کہہ رہا ہے جو میرے پاروں کی طرف مائل ہوئی ہے اور دوسری ساری چیزیں جانی پہچانی ہیں۔ یعنی رگھو، بدھ، ایزد، آتما اور ہندو مت کی دنیا۔ ان گھوڑوں سے ٹھہر آئے گاؤں سے ملنے اور باہر سے چھوٹی جانے والی دنیا ایک ایسی کائنات کے اندر واقع ہے جو بالکل دوسرے۔ وقت کا ادھیڑ اور دائمی دھماکا ہے جو بہتا چلا جا رہا ہے مسلسل تبدیلیاں پیدا کر رہا ہے۔ میں اس دنیا کی کہانی کہہ رہا ہوں مگر اس دنیا پر مجھے اظہار نہیں رہا۔ اکثر مواقع پر اس دنیا نے محسوس کا مجھ کو کھل جاتا ہے۔ یہ بات بالکل صاحب ظاہر ہوئی کہ چیزیں دیکھتی ہیں، بھی نظر آتی ہیں۔

مختصر یہ کہ سر آرتھر ایٹکن کی عقل کرب میں جتا ہے۔ اس کرب کا اور لوگ بھی محسوس کر رہے ہیں۔ شاید ان سطور کی تہ میں بھی یہی کرب کا راسخہ راسخہ دھڑکن چلا جا رہا ہے۔

مشہور ادیب و شاعر فضل احمد کریم فضلی نے (جن کی تیار کردہ فلمیں، چراغ جہان اور ایسا بھی

ہوتا ہے) پاکستان میں کسی حد تک مقبولیت حاصل کر چکی ہیں) مجھ سے بیان کیا کہ جب وہ آئی سی ایس کی ٹریننگ کے سلسلے میں لندن میں مقیم تھے۔ تو ایک بار اخبار نے حاضرات ارواح کے کسی میڈیم محمول کے بارے میں لکھ دیا کہ وہ فراڈ ہے اور جاسوس راجی کا سارا دھندا فریب پستی ہے۔ میڈیم نے اخبار کے خلاف ازالہ حیثیت عریٰ کا مقدمہ دائر کر دیا۔ جو جوان ہندوستان سے آئی سی ایس کی ٹریننگ کے لئے انگلستان جاتے تھے۔ ان کی قانونی ٹریننگ کا ایک جزو بھی تھا کہ وہ مقدمات کی روٹنگ کریں۔ چنانچہ فضلی صاحب اس دلچسپ مقدمے کی کارروائی ختم بند کرنے کیلئے رپورٹر کی حیثیت سے مامور کئے گئے۔ فرماتے تھے کہ حاضرات ارواح کے میڈیم یعنی مدھی اور حاضرات ارواح کا مذاق اڑانے والے مدھی علیہ سبب اخبار کے درمیان یہ مقدمہ بے حد حسرت لافراقتاب تھا۔ دعوے کی تردید اور تائید ان میں دونوں طرف سے بڑے بڑے گواہ پیش کئے گئے۔ میڈیم کی طرف سے مشہور سائنسدان سر اولیو لاہ بھی گواہ کی حیثیت سے آئے تھے انہوں نے میڈیم مشبہ کی تصدیق کی اور کہا کہ حاضرات ارواح کا معاملہ فریب پستی نہیں اور یہ کہ دونوں سے بات چیت ممکن ہے۔ یہ مقدمہ حاضرات ارواح کے سلسلے میں ٹیسٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جوں نے اپنے فیصلے پر یہ بھی لکھا تھا کہ ہمارے سامنے جو شہادتیں پیش کی گئی ہیں وہ نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں۔ روحوں کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرنے کا سب سے بڑا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر امر اور واقعہ سے ہوتے ہیں جو بغیر کسی ظاہری سبب کے کسی آباد یا اجاڑ مکان میں پیش آئے تھے ہیں۔

محمد یونس لکھتے ہیں کہ

مئی ماں! میں فوق العبادت مظاہر (سیر ناول) کا قائل ہوں۔ اس زمانے میں ایک ذاتی تجربہ قابل ذکر ہے۔ کسی زمانے میں ہمارے گھر میں خود بخود دو کنوئیں کی بوتھماں ہوتی تھیں اور حاشا کوئش کے باوجود کوئی پھینکنے والا نظر نہ آتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ کسی روح فحش کی کارستانی ہے۔

ایک اور صاحب لکھتے ہیں کہ کچھ دنوں میرے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ میں کنگھہ ایٹر کا طالب علم ہوں۔ رات تقریباً ساڑھے نو بجے گھر آیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اپنے

کمرے میں سونے کی غرض سے داخل ہوا بجلی کمرے سونے کی کوشش کر رہا تھا کہ لپکا کمرے کے دروازے کی کنڈی کھٹکے کی آواز آئی۔ محسوس ہوا کہ کوئی کائنات کے بڈل کے بڈل میری طرف پھینک رہا ہے۔ کائنات گرنے کی صاف آواز سنائی دے رہی تھی۔ کمرے کے دروازے کی طرف گیا تو ایسا لگا کہ کائناتوں پر چل رہا ہوں۔ حیرت یہ کہ کنڈی بھی ہوئی تھی۔ فوراً بجلی چلائی دو کیسا کمرہ اور مختلف قیمت کے ٹوٹوں سے بھرا ہوا ہے، جو بڑوں کی قفل میں فرش پر بکھرے پڑے ہیں۔ حیران ہوا اور اپنی والدہ اور بہنوں کو اس حیرت انگیز معاملے کی اطلاع دینے کے لئے بالائی منزل کی طرف جانے لگا بجلی جل رہی تھی اور لاکھوں کروڑوں روپے کے یہ کرسی ٹوٹ فرش پر ٹھکے دکھائی دے رہے تھے۔ کمرے سے نکل کر باہر بیڑیوں پر چڑھتے ہوئے دو بارہ مڑ کر دیکھا تو کنڈی کھٹکے کی آواز آئی اور چشم زدن میں تمام کرسی ٹوٹ غائب ہو گئے۔ اس وقت رات کے سوا گھنٹے کا گھٹا تھا۔ اس واقعے کو دیکھ کر مجھے شدید خوف محسوس ہوا نہ کوئی گھبراہٹ۔ کیا یہ کسی غیبیہ روح کی کارستانی تھی؟

حاضرات ارواح کی لغت میں ارواحِ غیبیہ ان روحوں کو کہتے ہیں جو جتنی سے ترقی نہیں کر سکیں اور اپنی کائنات کے سبب زمین سے بندھ کر رہ جاتیں ہیں۔ عام طور پر بیکور میں روحانی مجالس کی کارروائیوں میں مداخلت کرتی ہیں۔ اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ان کی غیبت اور زور کی بے دردیوں سے کیا ہے۔ البتہ ان کی زور و دماغ رکھنے والے وکیلوں (مینیجر) کا مطلق عالم ہلاک مقدس ارواح سے قائم ہو جاتا ہے۔

میری عمرانی میں جو لوگ حاضرات ارواح کی مشقیں کرتے ہیں۔ ان میں چند بڑے اچھے معلم ہیں اور ان کی روحی ترقی قابل رشک ہے۔ مثلاً ر۔ ر۔ اپنے تازہ خط مورخہ 26 اکتوبر میں لکھتی ہیں کہ حقیقے کے دوران حضرت بابا عبداللہ شاہ غازی اور چند دوسری مقدس ہستیوں کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ رات مراکتے میں یہ تصور ہوا کہ حضرت بابا عبداللہ شاہ غازی کے حزار پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھ رہی ہوں۔ یہ منظر اقدار حقیقی ہوتا ہے کہ بیان نہیں کر سکتی۔ بابا کے یہاں کی روحانی تھکنیں اور ان میں شرکت کبھی نہیں آتا، یہ کیا اسرار ہیں؟ قابل یقین قابل یقین!

ایک منہ ختم یہ بیدار بے یار و مددگار؟

ابھی 22 اکتوبر کی بات ہے میں تصور اپنی طور پر بابا کے حزار پر حاضر تھی۔ دیکھا کہ ایک سفید پوش بے حد روانی شکل و صورت کے بزرگ حزار کے سامنے کھڑے فرما ہیں ان کے گرد کچھ دوسری بزرگ ہستیاں بھی ہیں میں ان سے کچھ کاہلے پر بیٹھ گئی۔ ابھی بیٹھے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ان سفید ریش بزرگ نے جن کا چہرہ بے حد روانی تھا۔ چھوٹی قسم کا ایک ایک تاش سب میں تقسیم کیا۔ ایک ایک مجھے بھی عطا فرمایا۔ میں نے اسرار لے کر کھالیا۔ مجدد لوگ آپس میں مصروف گفتگو ہو گئے۔ کچھ ہی بعد میں باقیہ استغراق کی کیفیت ختم ہو گئی لیکن جب یہ کہ استغراق ختم ہو جانے کے بعد جب میں ہوش میں آئی تو تاش کی کئی کئی مٹھاس میرے منہ میں باقی تھی اور یہ لذت دہر تک باقی رہی۔

حیرت یہ ہے کہ حالت استغراق میں کہاں سے جانے والے تاش کا ڈانڈ منہ میں کس طرح باقی رہا۔ اس کے علاوہ یہ چیز بھی قابل ذکر ہے کہ جب میں بے خودی کی حالت میں بابا عبداللہ شاہ کے حزار پر حاضر ہوئی ہوں تو اٹھا کرتی ہوں کہ حضرت مجھے اپنا سر پہنائیں۔ ابھی چند روز ہوئے اس سوال کا یہ جواب مجھے ہوا کہ تمہارا سلسلہ پہلے ہی ہم سے قائم ہے۔ حاضرات کی مجلس عموماً ہمعصرانہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی روح و ہمت کے مطابق کئی کئی کتب کا مطالعہ عرض کر دیتی ہوں۔ ان کے علاوہ عام کتب پر ہے (ر۔ ر۔) خود نوک کے گردے پر لے کر ارواح سے سوال و جواب کرتی ہیں) یہ بھی تحریر کر لیا کہ

دیکھیں کہ کہنا آج کل وہ بہت ہو شیار اور چوک رہے ہیں انہوں نے کہ تم نے ابھی اس میں ایک لفظ کی خبر سب پر صرف اپنا ہی اختیار رکھنا۔

صرف سبھی فقرے تحریر کرانے۔ ان کا مطلب آپ کچھ کہتے ہیں

میرے دوست مشہور دہشتا شاعر مرزا الدین اختر مرحوم نے

حقِ محضرت کے سبب آ ز اور وفا

اپنا تاجر پہنایا۔ فرمائے گئے کہ میں تمہارا سر میں بیٹھا مشق کی مشق کر رہا تھا کہ کچھ مجھ پر

مرچو

ذوب جانے کی کیفیت ظاہری ہوئی اور اچانک میں نے دیکھا کہ صحت سے اٹلا لٹکا ہوا ہوں اور میرا جسم فرش پر شمع کے سامنے بیٹھا ہے۔ میں اس مشاہدے سے ڈر گیا۔ یہ کیفیت تم کو دیکھیں سنا لٹکنا کب قائم رہی اور پھر میں اپنے جسم میں لوٹ آیا۔ منور عباس شباب اپنے دو کینٹ کراچی سے ایک مرتبہ انجمن موضوعات پر گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمانے لگے کہ ایک زمانے میں ان کی حساسیت (sensitivity) اتنی زیادہ تھی کہ چاند کی روشنی کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے کیا پایا ہوا کہ چاندنی میں لیٹے ہیں کہ ستر سے ایک فٹ کے قریب آگئے تھے۔ غلط پولیس کے ایک اعلیٰ افسر میری زیر ہدایت سانس کی مشقیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر آپ سانس کی مشقوں (پرائیام) سے حقیقی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو گوشت ترک کر دیجئے۔ یہ بقرعید سے دو چار روز پہلے کا ذکر کرتے لگے کہ اتنی اجازت دیجئے کہ قربانی کا گوشت ڈٹ کر کھالوں، پھر جنس یکموں کا۔ ان صاحب نے بقرعید کے کوفے کباب اڑا کر گوشت ترک کر دیا۔ کہتے تھے جسم (مطلق نفس) نور اور ترک حیوانات کے سبب (احتاج) ہوتا ہو گیا ہے کہ دوسرے جنود کی عالم میں رہے۔ ہوا کہ ستر سے باشت بھر بلند ہو گیا۔

بلوچستان کا کھیل

حاضرات اربعہ کے کمرے میں اجتماع انگیز منظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ شٹل میز کا خود بخود زمین سے بلند ہوجانا ہے۔ جان انیماء کا حرکت کرنا کھروف پر عباس کی حرکت انے مطلق ہر کو (poltergeist phenomena) کہتے ہیں۔

عبدالرحمن شباب (فوت سنہ ۱۹۸۰ء) کا بیان ہے کہ

ہمارے علاقے میں طلباء ایک کھیل کھیتے ہیں۔ یہ کھیل پانچ آدمیوں کے بغیر نہیں کھیلا جاسکتا۔ ایک آدمی کو سید حارمہ کے طرح لٹا دیا جاتا ہے اس پر چار ڈال دیتے ہیں۔ اس شخص کے دونوں پہلوؤں اور پنڈلیوں کے ساتھ ساتھ ایک ایک آدمی بیٹھ جاتا ہے اور اپنی دونوں اٹھائیاں اس کے بازوؤں اور پنڈلیوں سے متصل کر دیتے ہیں۔ دائیں پہلو کی طرف بیٹھا ہوا شخص بائیں جانب بیٹھنے ہوئے آدمی سے کہتا ہے کہ

جنت کا بادشاہ فوت ہوا۔ اللہ اس کو بخشے۔ اس کا ساتھی جواب دیتا ہے کہ ہاں اللہ اس کو بخشے۔ الغرض سات مرتبہ یہ فقرہ آہستہ آہستہ ان کے درمیان دہرایا جاتا ہے۔ سات مرتبہ یہ فقرہ دہرا کر دہائے پہلو پر بیٹھا ہوا شخص سٹی بھاتا ہے۔ آنکھوں کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کرتا ہے کہ اس مردہ کو اٹھائیں۔ چنانچہ کوئی بوجھ ڈالے انیسے زور دے کر مردہ (جسے معمول قرار دیا گیا ہے) اٹھ جاتا ہے اور ہاتھوں کی بلندی تک اٹھاتا اور غصا میں قائم ہوجاتا ہے۔ سب لوگ خاموش ہوتے ہیں۔ جب خاموشی توڑ دی جاتی ہے تو وہ معمولی زور سے زمین کی طرف آجاتا ہے اور بے قایم ہوجاتا ہے۔ یہ معمول زمین سے اٹھنے وقت اور نیچے آتے وقت بالکل ہوش و حواس میں ہوتا ہے۔

اس تحریر میں تصحیح سنا لیں۔ میں خود عامل بھی رہا ہوں اور معمول بھی بن چکا ہوں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آٹھ اٹھائیاں (چار آدمیوں کی دودھ اٹھائیاں) سے ایک آدمی کو اتنی آدائی سے ٹپس آٹھا جاسکتا۔ عوام میں مشہور ہے کہ معمول (مردہ نما شخص) کو تین آٹھا تے ہیں۔

یہ عمل صرف انسانوں پر ہی نہیں بعض چیزوں مثلاً گھاس، گھڑ اور دوسری بے جان چیزوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ جس طرح بلوچستان کے اس کھیل میں آٹھ اٹھائیاں کے معمولی سہارے سے زورہ آدمی کی لاش اٹھائیں بلند ہوا جاتی ہے۔ اسی طرح وہ تین آدمی اگر لٹکے ہیں ان کی اٹھائیاں رکھ دیں تو اس کا حرکت ہو جاتا جیسی ہے۔

اس موضوع پر حال میں کئی حقیقات کی گئی ہے اور یہی نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ یہ انسانی ذہن کی طاقت ہے جو اشارہ پر اثر انداز ہو کر انہیں حرکت میں لے آتی ہے۔

محمد حیدر ملوی (ڈھاکہ) رقمطراز ہیں کہ

میں آپ کی زیر نگرانی مشین کی مشق کر رہا ہوں۔ دو تین روز سے مجھ سے عجیب و غریب مشقیں نظر میں شمع کی لو پر گڑی ہوئی تھیں۔ اور میں گروہ مشق سے بے خبر تھا کہ اچانک ایک شخص کے ساتھ ٹپس اپنے مقام سے ہوا میں بلند ہوئی اور زمین پر گر پڑی۔ جیسے کسی تادیب و طاقت نے اُسے ہاتھوں سے اٹھا کر اچھال دیا۔ میں ڈر گیا۔ شمع جینی ترک کر دی۔ ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ

اگر انسان کی توجہ نہ ہو جائے تو ذہنی قوت کس چیز سے مل کر رہی ہے اور کتنا حیرت انگیز عمل؟

بے شک انسانوں کی طرح مادی چیزوں پر بھی ذہنی قوت اثر انداز ہوتی ہے۔ باہدہ اہلیات کی سائنس میں (اگر یہ کوئی سائنس ہے اس پر مابل مقلہ کو (Psychokinesis) P.K کہتے ہیں اور اس کی ریاضیاتی علامت کا مقرر کیا گیا ہے۔ دوسری علامت Y ہے جس کا تعلق ٹیلی پتھی، مستقبل بینی اور اس قسم کے دوسرے مظاہر سے ہے۔ ہاں تو یہ توجہ کی قوت نہیں جڑوہ معمول یا کسی بے جان شے کو زمین سے اٹھا کر ہوا میں بلند کر دیتی ہے بلکہ معمول کے ذہن کی قوت ہے جو انھیں سے خارج ہو کر جسم کا خلیجی ہے۔

میں نے ہندوستان میں ایک یوگی کو دیکھا کہ اس نے پانی سے مجھ سے ہونے لگنے پر نظریں بند کر دیں اور وہ گھبرا کر کسی کے ہاتھ لگے بغیر فطرت میں بلند ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ اپنے آتر آیا۔

ابن بطوطہ کا مشاہدہ

مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں ہندوستانی یوگیوں کے بعض حیرت انگیز چہرہ دیدہ کرشموں کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز سلطان محمد تغلق نے اپنے ایک مجلس میں طلبہ کو اس کا آج نہیں دیکھا تھا۔ سلطان نے ان کے گرد بیٹھ کر ان کے ہاتھ دیکھا۔ یہ لوگ بہت سستے پڑے چپے ہوئے تھے اور ان کے شانوں پر لیے لیے بال ببارہ تھے۔ سلطان کے اشارے پر انہوں نے کھیل شروع کیا۔ ایک یوگی کی کھڑاویں خود بخود زمین سے اٹھیں اور فضا میں معلق ہو گئیں بڑے یوگی نے اپنے شاگرد کو اشارہ کیا۔ وہ بھی فضا میں آہستہ آہستہ بلند ہونے لگا اور اتنا بلند ہوا کہ نظر سے اوجھل ہو گیا۔ (اس قصے کی تفصیلات سے گریز کرتا ہوں) ان ابن بطوطہ کہتے ہیں کہ اس معجزہ کو دیکھ کر میرے ہوش و حواس غائب ہو گئے اور جب مفرح شربت پیا گیا تو اوسان بحال ہوئے۔

ابن بطوطہ کے عہد کے لے کر اب تک ایسے یوگی موجود ہیں جو اس قسم کے کرشمے شعبہ اور کرشمے دکھلا سکتے ہیں۔ شاید آپ نے بھی ایک آدھ کرشمہ دیکھا ہو۔ میں تو متعدد پاکمال یوگیوں

کے حقائق الحادرات مظاہر کا تماشا کی رو چکا ہوں۔

ان موضوعات پر ڈاکٹر تریسی جاسن ایم اے۔ آکسن۔ لی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈی۔ ایچ۔ سی۔ لندن۔ (ماسٹر آف کلچر کالج، بلڈورن یونیورسٹی) نے اپنی کتاب (The Imprisoned Splendour) پانچویں عشرت میں خاص طور پر اس کی تفصیل نظر سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ اس قسم کے مظاہر نامکمل واقعات کیوں اور کس طرح پیش آتے ہیں؟

کتاب کا نام بھی ہے حد خیال انگیز ہے۔ "پانچویں عشرت" یعنی انسان کی ذات ایک ایسی عشرت یا جلی ہے جو آپ دیکھ کر زمین میں متحیر ہے۔ کاش یہ عشرت پانچویں اس زمانے سے آزاد ہو سکتی۔

میں ہوں خود اپنی یا خاستر جاں میں مدفون
دن ہو چھ خرابے میں کوئی سرمایہ

حضرت جوش ملیح آبادی نے اپنا عجیب و غریب تجربہ نقل کیا۔ ایک زمانے میں جوش صاحب کو پانچویں (حضرت حاضریہ ادراج) کے ذریعے روحوں کو بلا کر ان سے تحریری سوال و جواب کرنے کا بے حد شوق تھا۔ انہوں نے اپنے تجربات ایک رجسٹر میں قلمبند کر لے گئے۔ فرماتے تھے کہ اس رجسٹر کو قلمبند کیا ہے صاحب خود یا ہوا کی قرض سے لے گئے تھے۔ ہر گز ان کے پاس

ہاں تو جوش صاحب فرماتے تھے کہ حیدر آباد نوں میں خواب عزیز جنگ مرقوم کے مکان پر حاضرات ادراج کا جلسہ ہوا تھا اور میری حرکت کے ذریعے نامہ پیام کا سلسلہ جاری تھا کہ جوش صاحب نے انتظام کیا تعلیم الشان روح کا نام ایسا کہ اسے بلا لیا جائے۔ یہ ایک خرافہ سا ہوا۔ میرا ایک ہنگامے کے ساتھ زمین سے بلند ہوئی اور مجھ سے جا بگرائی۔ میرے کھڑے اڑ گئے۔ تمام حاضریں ہلے خوف سے لرز گئیں۔

ظاہر جوش صاحب روح حیات سے منکر واقع ہوئے ہیں۔ کہا کرتے ہیں کہ جسم کی موت کے بعد روح اس طرح فنا ہو جاتی ہے جس طرح بلب ٹوٹنے سے بجلی (حالانکہ بجلی کبھی فنا نہیں ہوتی) وہ بلب ٹوٹنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے) میں نے جب بھی ان سے یہاں حاضرات ادراج کے

بارے میں سوال کیا۔ مولانا غفلتوں میں یہ کہہ کر چل دیا کہ یہائی یہ سب کھوپڑی کے کرشنے ہیں۔ اس کھوپڑی کے اندر سب کچھ ہے۔

(جہانے اس فقرے سے اُن کی کیا مراد ہے؟)

مشہور ادیب شاعر ابن اثنا نے بیان فرمایا کہ

دور اوتوں سے اُن کے دولت خانے پر سنگباری ہو رہی ہے اور پتھر پھینکنے والے ہاتھ نظر نہیں آتے۔ میں نے ابن اثنا صاحب کے اس تجربے کا ذکر اپنے مضمون (مطبوعہ جنگ سورجہ نیم جون 1970ء میں تفصیل کے ساتھ کیا تھا) میں نے ابن اثنا صاحب سے سوال کیا کہ ان کے گھر میں کوئی کسٹ پیچی تو نہیں۔ فرمایا کہ آسب زدگی ہو یا روحوں کے کرشنے ان دونوں مظاہر میں کوئی نہ کوئی لڑکا یا لڑکی ضرور ملوث ہوتا ہے۔ ممتاز مصنف اور مابعد انیشتیا کے عالم بیری پر اُس نے اپنی پراسطومات کتاب (POLTERGEIST OVER ENGLAND) حاضرات ارواح اور آسب زدگی کے بہت سے واقعات کا تجربہ اور علمی جانچ پڑتال کر کے ان کی تصدیق کی ہے۔

پراسرار آوازیں، کسی ایٹمی کے پاؤں کی چاپ، دور درازے پر انہماں ہاتھوں کی دستک، دور درازوں کی قہقہے کے اگلے اگلے جانے یا زمین پر دے چلنے کا شور، کسی کھانا کھانے سے گر کر ٹوٹ جانا یا قہقہے کا اس قسم کے مظاہر P.K. گروپ سے نقل دیتے ہیں۔

ان مظاہر کی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ بعض کسٹن یا بالغ ہوتے ہوئے لڑکے لڑکیاں ان خارق العادات (ہیرا ناول) کرشموں کے لڑکار یا معمول بن جاتے ہیں۔ بیری پر اُس نے جو رپورٹ مرتب کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کے مظاہر 95 فیصد لڑکیاں اور پانچ فیصد لڑکے لاشعوری طور پر ملوث پائے گئے ہیں۔

تو کیا ان مظاہر کا کوئی تعلق جیسی قوت کے کباب سے ہے؟ راقم الحروف نے بھی متعدد کیس دیکھے ہیں اور واقعی کسی نہ کسی لڑکی کو اس میں ملوث اور جلا ضرور پایا ہے۔ بلوغت کے زمانے میں (دس گیارہ سال کی عمر سے سولہ ستر سال کی عمر تک) لڑکے اور لڑکیاں بے حد حساس ہو جاتی ہیں۔ یہ دو

زمانہ ہے کہ ذہن اور جسم میں نئی نئی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ اُن پر اکثر ہسٹریک کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ ان ہسٹریک کے دوروں میں کبھی کوئی بھوت یا روح بھی نمودار ہو جاتی ہے، مابعد انیشتیا کے عالموں کا خیال یہ ہے کہ آسب زدگی اور حاضرات ارواح کے کرشموں کا جیسی ہیجان سے گہرا تعلق ہے۔ آغاز بلوغ میں جسم کے بعض غدودوں کا عمل انتہائی بے انتہا ہو جاتا ہے اور ان سے اتنی طاقت خارج ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ!

بہر حال عرض کرنا یہ ہے کہ ذہن، اشیاء اور اشخاص پر اثر انداز ہوتا ہے۔ خواہ وہ زندہ انسانوں کا ذہن ہو یا ان وقت قاتلوں کا جو جسم کی قید سے آزاد ہو چکے ہیں۔

حاضرات ارواح اور آسب زدگی کے تجربات و مشاہدات میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ ارواح، جنات، آسب، فرشتے یہ سب مادے دو دنیا کے پاس ہیں۔ کبھی کبھی یہ ہماری دنیا کے معاملات میں بھی مداخلت کرتے ہیں۔ آسب زدگی کے موضوع پر انشاء اللہ بشرط حیات ایک مستقل تصنیف پیش کی جائے گی۔

جناب عبدالحمید الیچاوی دو کیت (کراچی) رقمطراز ہیں کہ:

میرے دوست خان بہادر عزیز احمد مرحوم (جن کی وفات کراچی میں ہوئی) ذکر ملکی زندگی بسر کرتے تھے۔ تیس سال تک میرے اُن کے دوستانہ تعلقات رہے۔ جس روز سے ملازم ہوئے اس روز سے آخر دم تک اپنی خواہ کا تہائی حصہ خیرات کر دیا کرتے تھے۔ ہر پختے اُن کے پاس عالم بیداری میں دن دہائے دو چار روپیہ اس آئیں۔ کوئی مردہ کھانا میری قبر پر ڈال دیا میری طرف سے فرمائش ہوتی کہ کھانا کھاؤ صرف آواز آتی تھی۔ کسی کی شکل نظر نہ آتی تھی۔ جب روح سے پوچھا جاتا کہ

تمہارا نام کیا ہے؟ کیسے کھانا کھاتے تھے؟ کہاں مزار بنا تھا؟

تو کوئی جواب نہ دیا۔ بہر حال مرحوم خیرات کے اکیس سال خواب کر دیا کرتے تھے۔ خان بہادر

الحق مالکی علیہ الرحمۃ والکرامۃ پر رحم فرما خارق العادات آمین

مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ زمین سے بندھ گئی رو میں دنیا میں آتی ہیں اور اس قسم کی ضرورتیں محسوس کرتی رہتی ہیں۔ البتہ مرنے کے بعد جو لوگ بلند مدارج پر فائز ہو جاتے ہیں۔ ان کی رو میں بچے آئے پند نہیں کرتیں۔ مرحوم فرماتے تھے کہ ایک روز عالم تہائی میں کوئی روح آئی اور گرجہ دارِ واز میں کہنے لگی۔

عزیز احمد! میں بہت بھوکا ہوں کھانا کھلاؤ اور میرا حصار بنادو۔

پوچھا۔ حضرت آپ کون ہیں؟

جواب ملا کہ میں شہنشاہِ بلین کا سپہ سالار ہوں۔ میں بہت بھوکا ہوں بہت بھوکا ہوں۔

سوال کیا کیا کہ آخر کس طرح کھانا کھلائیں اور کہاں مرا رہنا کہیں؟

جواب نہیں ملا۔ خان بہادر صاحب کہتے تھے کہ میں نے مرحوم کا نام اپنی وائری میں لکھ لیا۔ شہنشاہِ بلین کے عہد کی تاریخ دیکھی تو واقعی سپہ سالار کا نام ہی تھا جو مرے کی آواز نے دہرایا تھا۔

حرف آخر

حاضرات ارداع کے بارے میں میرے پاس نیکروں خطوط کا ریکارڈ محفوظ ہے۔ بہت سے حضرات نے ذاتی تجربات اور بہت سے دوسروں کے مشاہدات و بیانات تحریر کر کے بھیجے ہیں جس سے خلاصہ کی بنیاد پر (مختصر مضمون ارداع) کے مرتبہ ہو گا۔ خیال کیا گیا ہے۔ گلاس کو حرکت کرتے اور حرف کی نشاندہی کرتے دیکھا ہے۔ ان تمام مشاہدات و معلومات کے باوجود میں ارداع کے ظہور اور ان سے مرسلات (سوال و جواب) کے موضوع پر کوئی حرف آخر کہنے کی قطعی فیصلہ کر دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

عالمِ طب بہر حال عالمِ طب ہے۔ تاہم دنیا کے سلسلے میں ہماری معلومات بے حد ناکافی ہیں۔ ہمارے علم اور ادراک کا ذریعہ صرف حواسِ خمسہ ہیں اور حواسِ خمسہ کی بے بسی کے علم میں ہے۔ پھر یہ موضوع (ارداع کا مسئلہ) اتنا ڈرامائی ہے کہ ذرا سا اشارہ پڑے ہی عقل و تصور کی تمام قوتیں حرکت میں آ جاتی ہیں۔ یہاں حقیقت ہے شمارِ فاضلوں کے مدحن میں بھیجی ہوئی ہے۔

میری نگرانی میں جو لوگ روحوں کے وسط یعنی میڈیم کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ میں ان کے 90 فیصد بیانات کو مسترد کر دیتا ہوں اس لئے نہیں کہ وہ دانش خاں بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے مشاہدات کے بارے میں مجھے کوئی غلط رپورٹ دے سکیں۔

وہ اس کے نتائج اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی معمول خود کا تجربہ کے ذریعے کسی نایاب و ہستی (مثلاً کسی روح) سے رابطہ اور حقیقی قائم کرتا ہے اور اس کا حکم خود بخود گردش میں آ کر چلنے لگتا ہے تو خود معمول یا وسیط کے لاشعور کا بہت سا واقعاتی مواد اس تجربہ میں شامل ہو جاتا ہے جسے روح کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ حاضرات ارداع کے حقیقی کنندے کا کام یہ ہے کہ وہ روحوں کے وسط (معمول) کی تجزیوں کا بخور مطالعہ کر کے پہلے یہ طے کرے کہ اس تجربہ کا کتنا حصہ وسیط کے لاشعور سے برآمد ہوا ہے اور کتنا حصہ روح کے بیان کردہ اشارے پر لکھا گیا ہے۔

میں اس کتاب کے چار کیمین سے درخواست کروں گا کہ وہ صرف مطالعہ کتاب پر اکتفا نہ کریں۔ خود حاضرات ارداع کا تجربہ کر کے دیکھیں۔ میں اس سلسلے میں ہر امکانی مدد کے لئے تیار ہوں۔ حاضرات ارداع کے عمل کے متعدد طریقے ہیں لیکن یہ عمل بھی کتابِ فقیر و عظیمِ نصیحت (S.C.T) کی دوسری جلدوں کی طرح کسی آئینہ کی نگرانی میں کرنا چاہئے۔ کئی کام عملیات میں خطرے بھی چھپے ہوئے ہیں۔ ان خطرات کا اعجازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو نفس انسانی کی کلیہ گیوں اور نفسیات و باہد اعطیات کے عملی اصولوں اور نظریات سے واقفیت رکھتے ہوں۔

حاضراتِ ارواح

حصہ دوم

ریس امر وہوی

اے مالکِ کل میرے والدین پر رحم فرما

ویکم بک پورٹ

اردو بازار کراچی، پاکستان

خارق العادت نفسی مظاہر

حاضراتِ ارواح کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے مشہور برطانوی مفکر و فلسفی پروفیسر ای ایم جیوڈاچی خیال افروز کتاب ”انکارِ حاضره“ میں لکھتے ہیں کہ نفسی مظاہر کی سب سے اہم شے بیانات کی وہ اہم قسم ہے جو ہر دم خود مردوں کے پاس سے آتے ہیں۔

میں نے مردوں کا لفظ دو تین میں اس لئے لکھا ہے تاکہ مدعیانِ روحانیت (اسپرینچل ازم) کے ان دعوؤں کو بھی تسلیم کر لیا جائے جن کی رو سے ان بیانات کو ارسال کرنے پر جو کارندے مامور ہیں۔ (جو ارواح کہلاتے ہیں) وہ ذاتیں ہیں ان ان حاضرات کی انجوسی زمانے میں روئے زمین پر معمولی مادی اجسام کے اندر آباد تھے۔ یوں تو یہ بیانات کئی مختلف طریقوں سے وصول ہوتے ہیں لیکن باہم اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک (Medium) جس پر استغراق کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ ان بیانات کو دہراتا چلا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ متواتر یہ بات بتلائی جاتی ہے۔ اسکی آواز اور اس کا لب و لہجہ ہر دو صاف طور پر پہچان لئے جاتے ہیں۔ کہ وہ کسی خاص مرد سے کیا آواز اور ای خاص مرد سے کا لب و لہجہ ہے۔ اس طرح جو بیانات کہلائے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر تو عامیٰ غرضیں ہی تھیں۔ تعاقب ہوتا ہے جو کہ حاضرات میں باہم ہوتا ہے تاکہ یہ استنباط ممکن ہو جائے کہ وہ روح اس شخص کی موجودگی ہے یا نہیں۔ اور اس سے اپنا تعلق قائم رکھنے کیلئے واسطے (میڈیم) کی خارق العادت قوتوں سے مستفید ہو رہی ہے۔ لیکن بعض اوقات وہ کارندہ جو فی الواقع واسطے پر حاوی بھی ہو۔ اور اسکی وساطت کا کام کرنے میں مصروف بھی۔ تو اسے اس شخص کی روح نہیں سمجھا جاتا جو ان بیانات کا ارسال کنندہ ہے۔ بلکہ روحوں کی ایک مخصوص صنف ہے۔ جو بطور موکل (Control) کے ہوتی ہے۔ موکل بظاہر چند خصوصیتوں اور صلاحیتوں سے متصف ہوتا ہے۔ جس کی بدولت وہ اس قائل ہو جاتا ہے کہ اپنے بیانات ارسال کرنے کی خاطر واسطے (معمولی یا میڈیم) کے جسم کو کام میں لائے، اس طرح آدراہ کی حد تک تو موکل ایک کا صمد یا ترجمان ہے۔ اس عالم (مادی دنیا) اور عالمِ ارواح کے مابین آگیا اس لفظ

مِرْچُو

نگاہ کی رو سے ہر وہ پیغام جو ایک عالم سے دوسرے عالم تک ارسال ہو رہا ہو۔ اسے غلیظ فوٹوں کے دوا کیچھ میں سے ہو کر گزرتا پڑتا ہے۔ اس جانب واسطہ ہوتا ہے۔ اس جانب موکل!

پروفیسر کی ای جوڈ کی وضاحت یہ ہے کہ عام مجلس حاضرات ارواح میں روحوں سے پیغامات وصول کرنے اور پیغامات دینے کا طریقہ یہ ہے کہ حاضرات کی مجلس کا مرکز ایک واسطہ معمول ہوتا ہے۔ اس شخص پر استغراق کی حالت طاری ہوتی ہے اور جو بھی وہ اس میں آتا ہے۔ عالم ارواح کا ایک موکل معمول کا کنٹرول سنبھال ہے اب آپ معمول سے جو سوالات کرتے ہیں۔ اس کا جواب آپ موکل معمول کی زبان سے ادا کرتا ہے۔ یہی موکل طلب کردہ روحوں کے پیغامات معمول کے ذریعہ حاضری تک پہنچاتا ہے۔ تو گویا روحوں سے بات چیت کرنے کے لئے دو ذراتوں کا وسیلہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ ایک معمول جو استغراق کی حالت میں آپ کے سامنے بیٹھا ہے دوسرا موکل، جو معمول پر مسلط ہے اور پھر وہ روح جو موکل کی وساطت میں روحوں کی زبان سے مصروف سوال و جواب ہے۔

موکلوں کی حیثیت

پروفیسر جوڈ لکھتے ہیں کہ:

ان موکلوں کی حیثیت اور نوعیت بھی بدستوری سے بہت سمجھ لی ہے۔ ہر مرکز اور روح کے اس موضوع کی قدر سے تفصیل سے چھان بین کی ہے۔ اور وہ انہی وضاحتوں کو پیش کرتے ہیں۔ جو خود موکلوں کی مہیا کردہ ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موکل یا تو واسطے (معمول) کی بنی لا شعوری ذات (UN Conscious Self) ہے۔ یعنی روح کی ثانوی شخصیت جسے اس نے خاص اس فرض سے وجود بخشی بیٹھا ہو۔ (یعنی پروجیکٹ کیا ہو) تاکہ وہ ان سے جو نوازشی کیفیتوں اور مادی جسموں کے تابع ہیں اپنا رابطہ و تعلق قائم کرے یا روح کا ایک نقاب یا وہ خود شخص جو روح کی بجائے اس لئے کار گزار ہوتا ہے کہ وہ خود کسی اور مظیف میں منہمک ہوتی ہے۔ یا پھر ایک خود کار شخصیت جیسی کہ توہمی نیند یا کالوس (Night Mare) میں از خود پیدا ہو جاتی ہے۔ یا پھر موکل

ایسی درمیانی مخلوق ہے۔ جو اس عالم کے اور دوسری دنیا کے مابین افسر رابطہ کی حیثیت سے ہر کار ہو۔ بہر حال زیر بحث موضوع کا یہی الجھا ہوا ہے جس کے پیش نظر ان ارواح کی شخصیتوں کے بارے میں (جن سے مکروہ حاضرات میں ملاقات ہوتی ہے) بعض مواقع پر اس طرح گفتگو ہوتی ہے۔ گویا کہ وہ روح کے ایسے عارضی مظاہر ہیں جنہیں ایک موکل نے معنوی طور پر گھڑ لیا ہو۔ جو ارواح کی شخصیت اور واسطے (میڈیم) کے درمیان حائل رہتا ہے۔ موکل کی حیثیت کا معاملہ جس تاریکی سے گھرا ہوا ہے اسکی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ یہ تمام کا تمام موضوع اسی تیرگی سے چلنا ہے البتہ تاریک کے دوطرفے تو بدہاجت جادو ہیں۔ جن کے حوالے سے یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ روحانیت (روحوں کا حاضر ہونا) کے دعوے کا کوئی قرینہ ہے بھی یا نہیں؟ پہلے تو یہ کہ آیا ان پیغامات کے ذریعہ کوئی ایسی معلومات مہیا ہوتی ہے۔ جن کے متعلق یہ حضور نہیں ہو سکتا کہ ان پر کسی کز سے ہوئے شخص کے ماسوا کوئی اور شخص دسترس رکھتا ہو؟ ہمیں فوراً ہی یہ بات مانتی پڑے گی۔ کہ اس امر کا ثبوت ہم پہنچا کر آ یا ایسی معلومات کی منتقلی عمل میں آ رہی ہے کہ نہیں؟ انتہائی دشوار ہوگا۔ یعنی دشواری یہ ہوگی کہ ہر صورت میں متعلقہ اشخاص میں سے ہر ایک کی حد تک اس کا پورا یقین ہو جائے کہ وہ معلومات نہ تو شعوری طور پر اس کے قبضے میں تھیں یا اس کے قبضے میں آ سکتی تھیں؟ اور نہ اس کے لا شعوری خلوق میں اور گہرائیوں میں اس کا امکان ہو سکتا تھا۔ گویا کوئی طور پر یقین کرنا چاہئے کہ زعمہ شخص خواہ مرد ہو یا عورت! ان معلومات کی تریل کے لئے اپنے چھین حیات ہی کوئی حتمین انتظامات کر کے بلکہ یہ کہہ بہتر ہوگا کہ اپنی موت کے بعد بھی ہمارے کے مظاہرے کی خاطر اپنے جیتے کی کوئی "زعمہ" علامت" مقرر کرے تو صرف ایسی صورت میں ہی یہ کہا جاسکے گا کہ لوازمات ثبوت میں سے چند ایک کی تکمیل ہوئی ہے۔

شہادت کی کوتاہی

حاضرات ارواح کی نوعیت و حقیقت پر پروفیسر جوڈ کا مذاہد جاری ہے۔ لکھتے ہیں کہ چنانچہ کئی ایک صورتوں میں ایسا ہوا بھی ہے۔ مثلاً ایف ویلیو۔ ایچ اور ڈاکٹر اے ڈیلو

مرچو

مالک کل مدر والدین پر راجہ

ویرال (Verrall) جو روحانیت پر یقین کلی رکھتے تھے کہا جاتا ہے کہ اپنی زندگی ہی میں ان دونوں نے اس کا اہتمام کر لیا تھا۔ کیونکہ ان کے پس ماندہ احباب دماغ کا بیان ہے کہ وہ لوگ ان دونوں کے مرچنے کے بعد بھی ان سے ہم کلام ہوتے رہے ہیں لیکن جہاں تک میں واقف ہوں ان بیانات کے ذریعے جو مضمود طور پر گزرے ہوئے، ان شخصوں کی طرف سے آتے ہیں۔ کسی وقت بھی مظلوم فراموش نہیں ہوا یعنی یہ ثبوت کہ ان بیانات کی مہیا کردہ معلومات ایسی ہوں۔ جن سے مسلسل طور پر صرف اس شخص کے باخبر اور واقف ہونے کا امکان ہو۔ جس نے اپنی وفات سے قبل ہی یہ بیانات کہہ لئے ہوں۔ اور اگرچہ کسی ایک موقوفوں میں اس نوعیت کا ثبوت کا اور عاکیا چاچکا ہے لیکن جب بھی ایسا ادعا کیا گیا ہے تو غیر جانبدار اشخاص نے جب اس شہادت میں جرح و تعدیل سے کام لیا۔ جس پر وہ ثبوت مبنی تھا تو ان کے نزدیک ایسا ثبوت کچھ اطمینان بخش قرار نہ پایا۔ یہ بات مجھے اس دوسرے سوال پر کھڑا کرتی ہے۔ جس کو اس وقت اٹھانا میرے خیال میں مناسب ہوگا۔ جب کہ جتنے روح کے دعوے کا قرینہ (Spirit Hypothesis) مد نظر ہو۔ یعنی ان بیانات کی عام نوعیت کا سوال جو ارواح کے یہاں سے وصول ہوتے ہیں۔ اور جن کی عانت یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ ان حالات کو بیان کرتے ہیں جن میں ارواح کا وجود پایا جاتا ہے۔ ان بیانات میں (۲) عام خصوصیتیں پائی جاتی ہیں۔ اولاً تو ان میں یہ مفروضہ معلوم اور معمولی باتیں ہوتی ہیں جیسا کہ دنیا و دوسرے امور کو بیان کرتی ہیں۔ (۳) اور دوسرے امور کے ہم نشینوں کی عام تہذیب و تعلقات نیز انہیں ان کے خیالات اور نقطہ نظر کے محرکات! دوسرے الفاظ میں بول کر کہنا چاہئے کہ دوسرے امور کے ہم نشینوں کا سامنا شرعی اور عاداتی پس منظر رکھنے والے اشخاص اگر اپنے خیال سے کام لیں۔ تو یہ بیانات ایسی ہی پر واضح خیال سے عبارت ہوں گے۔ نیز یہ کہ وہ کسی ایسی شے سے ملوث ہوں گے جسے ان متعلقہ اشخاص کے جو بقیہ حیات ہوں۔ اور وہ خیال سے سوایا گیا کہہ جائے۔ عالم برزخ۔ (Summer) (Land) کہ قصوں کا چرچا تو ایک حد تک بہت ہی عام اور معمولی بات ہے یعنی وہ عالم جہاں گزر رہے ہوں تو لوگوں کی روشیں اپنا وقت گزاریں ہیں۔ لہذا اگر وہ اشخاص جنہیں ہم قدردان عزت کی

دیکھیں ہوں سے دیکھتے اور جن سے ہم وابستہ رہے ہیں۔ وہ ان ارواح کی صورت اور ہوتی ہر دو کے ذمہ دار ہیں۔ تو پھر جو بے غیاضت سے ساتھ ہیں یہ تجویز افذ کرنا بڑے گامک وہ دوسری دنیا ایک ایسی جگہ ہے جس میں روح انسانی کم سے کم اپنی عقلی وصف کی حد تک تو حسرت ناک طریقہ پر اختر سے اختر ہوتی چلی جاتی ہے۔ پھر یہ تجویز بھی افذ ہو سکے کہ کبروت (Ghost) اگر صاحب نفس یا ذی روح بھی ہوتے ہیں تب بھی ان میں دماغ تو بہر حال نہیں ہوتا۔ تاہم ان بیانات کے مغلطیاں تھیں اور پوچھنے والے نے بہت زیادہ زور نہ دینا چاہئے کیونکہ "مازس" نے اپنی تحریف میں ایک جگہ ایسی بات کہی ہے جو دل میں اثر جاتی ہے چنانچہ نفسی تعلقات کے وہ مغلطیہ جن کا پتہ کچھ بھی نہیں معلوم! موصوف ان کا کھون لگنے والوں کا موازنہ کولیس اور اس کے ہم سفر ملا حوس سے کرتے ہیں۔ جنہیں امریکہ سے لوئین تعارف وہاں کے سمندری نباتات کے خوش نما مناظر۔ نیز بہت ہی ہوتی تھیں اور کمر کا سوس (Sargasso Sea) کے دوسرے شس و خاشاک کے ذریعہ حاصل ہوا تھا۔ مازس کا کہنا ہے کہ اگر عالم فہم کے متعلق ہمارے لوئین حقائق صرف حیرت و پوچھ دکھائی دیں۔ تو کیا ہمیں اس کے سبب اپنی تلاش ڈھنچے بڑا کرنا چاہئے۔ کیونکہ کولیس کے لئے بھی یہی چارہ کار تھا کہ وہ امریکہ کا قافی ساحل سے آدھے راستے پر چھوڑ کر اپنے گھر چلا جاتا تھا اس بناء پر کہ ایسے بڑے مظلوم کی روایت ثابت ہے۔ جو صرف یہ جاننے والے کے ذریعہ اپنے وجود کا اعلان کر رہا تھا۔

پروفیسر جڈ نے حضرت ارواح کے بعض پیلوڈس پر جو گفتگو کی ہے اس کو سمجھنا اور سلجھنا ضروری ہے آپ مثلاً ارواح کا عام طریقہ معمول (میدیم) اور موکل! موکل مظلوم یہ روح سے آپ کا جواب حاصل کر کے اسے معمول کی زبان سے ادا کر دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ موکل کون ہے۔ پروفیسر جڈ نے سوال کیا ہے کہ کیا یہ معمول کا لاشعوری حصہ ذات ہے جو حضرت ارواح کی مجال میں موکل کا روپ دھار لیتا ہے۔ درحقیقت اس سوال کا کوئی جواب فاضل مصنف نے نہیں دیا پھر یہ کہ جتنے روح کے اثبات کے لئے جو شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ کافی اور ایک حد تک نا اطمینان بخش ہیں پھر یہ بھی کہ معمول اور موکل کے ذریعہ سوالات کے جو جوابات ملتے

ہیں۔ وہ منجھکر خیر اور حیرت انگیز رنگ تک نظر نہ ہوتے ہیں۔ لیکن کیا ان جوابات کی سطح کے سبب عالم ارواح کی تلاش و تحقیق کا سلسلہ بند کرنا چاہیے؟ ایف۔ ویلیامز مائرس کہتا ہے کہ نہیں، پولیس امریکہ کی دریافت کے لئے لگا تھا ابتدا میں اسے پانی پر ٹکڑی کے سمیتر پڑے ہوئے دکھائی دئے تو اسے یقین آیا کہ کوئی حصہ زمین قریب ہی ہے۔ جہاں سے ٹکڑیاں بہر بہر سمندر میں آ رہی ہیں امریکہ کے وجود کا ثبوت بہت حقیر جتنی طرف صرف وہ خاکشاک لیکن وہ حقیقت بہت عظیم و انقلاب انگیز تھی جس کا علم ان پہنچی ہوئی ٹکڑیوں اور خش و خاک کے ذریعہ کیا جا رہا تھا۔ دنیادہ دنیا کی ہمہ جہتی امریکہ کی دریافت سے متشابہ ہے ابھی مجلس حاضرات میں سے معنی جوابوں اور سطحی باتوں سے ہمارا ساتھ نہ جاتا ہے۔ اس کا کامی سے آگاہ نہیں چاہتے ممکن ہے کہ مقرر قریب پر وہ اٹھ جائے اور ہمیں اس عالم عظیم الشان کی جھلک نظر آجائے۔ جس کا نظارہ ہم خواہیں میں کرتے ہیں۔ اس موضوع کے بعد پروفیسر ای ایم جیڈن نے کمرہ حاضرات کے مظار پر بحث کی ہے یہ بحث بھی قابل مطالبہ اور حاصل مطالعہ ہے۔

حاضرات کے مظار

مجلس قسم کے مظار ہر قوم میں ملتا ہے مظار میں مائوس ہی ہوں گے۔ مظار ہے کہ ایک مظار میں کیا جاتا ہے۔ اور (دائیں) مائوس جس کے ذریعہ مظار سے رابطہ کیا جاتا ہے۔ گورمان میں لے کر ایک مظار نکالیا جاتا ہے۔ اور معمول کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے جاتے ہیں۔ صرف ایک دم سر اٹھاتی رہتی ہے پھر ایک گرام فون ہمارے حاضریں سے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ وہ گانا گائیں اور شجر اٹھیں۔ (خیال یہ ہے کہ کردہوں کے مائیکس کو شجر و شنب پسنے) اس انشاء میں بہت سی چیزیں سرزد ہوتے لگتی ہیں۔ جو کافی ٹھیک اور پھر قسم کی ہوتی ہیں۔ مثلاً کمرہ حاضرات کا درجہ حرارت گرے لگتا ہے۔ ہاتھوں اور جڑوں پر دوا کے جھوٹے محسوس ہوتے ہیں کہ وہ مختلف حصوں میں روشنی کی شاہیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ کبھی کسی کی گود میں کبھی کسی کی شانوں پر اور کبھی کسی کی ہاک کے نیچے، وہیں ایک منجھو ہوتا ہے جسے بڑی احتیاط سے

ہر طرف سے سیل بند کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔ اور جس میں انواع و اقسام کی چھوٹی چھوٹی چیزیں لگی رہتی ہیں۔ ان چیزوں پر خاص طور سے لگا ہوتا ہے تاکہ وہ انہیں منور کر دے۔ اب یہ چیزیں بڑا کی ذرا میں حرکت کرتی دکھائی دیتی ہیں انکے علاوہ کمرے کے پورے اڈر اندر کی طرف لٹک جاتے ہیں۔ منجھو اور ٹھیکٹیاں سی پڑتی ہیں۔ فرش پر منجھو خود بخود گر کر کھینچے ہے۔ رومی کی نوکریاں ہوا میں اڑنے لگتی ہیں۔ اس پر پورے عرصہ میں معمول کی کھینچوٹی سے نیکڑا ہوتا ہے۔ اور جس پر بھلا ہر گھری غیظ طاری ہوتی ہے۔ سانس لینے میں بڑی وقت چٹن آتی ہے کچھ دیر بعد موکل۔ جسے ان مظار ہروں کی چٹن کش کا ذکر دیا جھکا جاتا ہے یا تو پہلے سے مقرر کردہ کسی شکل کے ذریعہ اس امر کا اشارہ کر دیتا ہے۔ یا معمول کی زبان سے بول اٹھتا ہے۔ اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ اس قسم کے واقعات کی ایک نمائندگی مختصر اور لازماً اور حیرت انگیز دیکھا ادا ہے۔ جس کے رد و فنا ہونے کی توقع اس وقت کی جاتی ہے۔ جب کہ معمول بہت مستحضر اور متکلیف ہوا اور مناسب طور پر حاضرات کی کارروائی کی نگرانی اور پابندی کا انتظام بھی ہو۔ جیسا کہ رومی آگینڈا اور اسٹیلٹا سی۔ لیکن بعض مرتبہ یہ کارروائی زیادہ سست سی خیر و خوات کی بنا پر قدرے متورج بھی ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر میں نے دیکھا کہ رومانی خود بخود ہوا میں اڑ جاتا ہے۔ پھر اس کے دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ اور خود بخود اس میں گرہ پڑ جاتی ہے۔ لیکن تمام واقعات کم و بیش وہی فتح اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ کھینچنے سے بیان کیا گیا ہے۔ جانے کون مظار کا بازو دھکا دے گا۔ دینی یا داری گری ہے۔ جس کو دم ہی روشنی ادا۔ بات چیت نیز گرام فون کے شور و خلل کی آواز سے کرکٹل میں لایا جاتا ہے۔ تو میں نہیں جانتا کہ اس ادا کا کوئی کیسہ لکھا جاتا ہے کیا کسے گا۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ ہر شخص کو نیز اپنے آپ اس کا فیصلہ کر لیتا چاہئے میری حد تک تو ہے کہ میں شہیدہ ہادی میں کوئی کمال نہیں رکھتا اور میرا شمار ان لاتعداد لوگوں میں ہے۔ جو نہ صرف اس سے واقف ہوتے ہیں کہ اس قسم کے التماسات (خبر نظر) کس طرح چٹن آتے ہیں؟ بکدان کے پاس تو کوئی ایسا نظریہ بھی نہیں۔ جس سے یہ معلوم ہو کہ ان مظار کی پیشکش کیونکر ممکن ہے؟ لہذا اس معاملہ میں میری رائے کی کوئی وقعت نہ ہوگی۔ البتہ میں اسے اس عقیدے کے گورج کرتا چلوں۔ کہ مختلف مواقع پر میں نے جن

مرچو

ک:

آج کل یورپ و امریکہ میں باضابطہ انجنین قائم ہیں جو عرصہ سے روحانیت کے متعلق تحقیقات کر رہی ہیں۔ ان انجنینوں میں سر رابنڈر وینکٹر امر آرتھر کونن ڈائل اور سر الیور لان جیسی گراں پایا شخصیتیں شامل ہیں۔ ان لوگوں نے ناقابل تردید مشاہدات کی بنا پر یہ کلیے قائم کیا ہے کہ مرنے کے بعد انسانی روح نہ صرف زندہ رہتی ہے۔ بلکہ اپنی پوری فریخت (شخصیت) باقی رہتی ہے۔ اور عالم برزخ کی زندگی اس زندگی سے بہت حد تک ملتی جلتی ہے۔ مرنے کے بعد ہمارا کیا حال ہوگا؟ یہ متوفی ہے اس پر کہ ہمارا اس دنیا میں کیا حال رہا ہے۔ اگر میری ادبیات کا مطالعہ کرنے والے آسکر وائیٹل کے نام سے خوب آشنا ہوں گے۔ وہ شاعر حق تشیل نگار تھا خود تھا۔ اس کے ادبی کلمات انگریزی زبان میں ذہانت و پاکیزگی کے بہترین نمونے ہیں لیکن انکی ذاتی زندگی پر اسرہ وہ ان (گمراہی و سیاه کاری) تھی۔ وہ نہایت کثیف قسم کی نفسانیت کا غلام تھا انکی تمام عمر بے چینیوں میں بسر ہوئی۔ حال ہی میں ایک عورت نے "آسکر وائیٹل کے روحانی مراسلات" کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی ہے اسکو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آسکر وائیٹل عالم برزخ میں بھی اسی طرح سکون و اطمینان سے عرصہ سے جس طرح اس دنیا میں تھا۔ وہی رک رک کر جذبات ہی نفسانی دنیا کے ایک اور عالم میں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ گویا دنیا کے ایک کونے کی دراصل یہ صورت ہوتی ہے۔ کہ اگر آپ زندگی میں نا آسودہ رہے جو مرنے کے بعد بھی نا آسودہ رہے۔ جس کتاب (روحانی مراسلات) کا میں نے حوالہ دیا ہے۔ اس کے ایک ایک حرف سے گھنٹے والی کی صدق و خلص کی برآتی ہے۔ اور کوئی شخص کہہ نہ سکے جو بھینس۔ اس کے علاوہ وائیٹل کے جتنے مراسلات اس میں درج ہیں۔ وہ سب وائیٹل کے خاص اعتماد میں ہیں۔ حالانکہ وائیٹل نے اس سے پہلے آسکر وائیٹل کی کبھی ہوئی ایک طرح کی نہیں پڑھی تھی۔ روح اور روحانیت کے خلاف ایک پھر دیکھ لی جاتی ہے کہ روح ہم کو کھڑو آتی نہیں۔ ہم زندوں کے ساتھ اس کے تعلقات کس طرح تسلیم کر لیں۔ اس بارے میں بھی صرف اکتا جانا پڑتا ہے کہ آپ نہ جانے کتنی ایسی چیزوں کے وجود اور ان کے اثرات کو مانتے ہیں جو غیر مرئی ہیں۔ (دیکھائی نہیں دیتی) (روحوں کو

آپ کے ملک نہیں دیکھتے لیکن آپ گیسوں کو کب دیکھتے ہیں۔ یا برقی روکن آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ برقی روپ آپ کی ضروری کیا کرتا ہے۔ کہنے والے کہیں گے کہ کم سے کم ان آلات کو دیکھتے ہیں جن میں برقی روپ دیکھنا ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ان آلات کو دیکھتے ہیں جگہ دار بعد میں اپنا کام کرتی ہیں۔ مثلاً پانی تختہ اور دیگر آلات حاضرات ایسے مسائل میں صرف اس دلیل سے کام چلتا ہے جو مولانا رام نے خدا کے وجود کو ثابت کرنے میں پیش کی ہے۔

دست پنیاں و قم میں علامہ گور
اسپ ۵۵۵۵۵۵ و ۵۵۵۵۵۵

(پتھر نظر نہیں آتا چارہ چل رہا ہے گھوڑا کرم رفتار ہے اور سوار کا پتھر نہیں) روحانیت (جس کے روح کا مقصد ہے) کوئی نئی چیز نہیں بلکہ ہر شے۔ ہر عہد میں حیات بعد امارت پر یقین رکھتی چلی آئی ہے اور اس حد تک کہ زندوں اور مردوں میں سلام پیام کا امریکان بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ انکی نفسانی توجہ یہ جو کچھ بھی ہو۔ مگر یہ ایک تاریخی حقیقت کہ عہد جاہلیت میں اس یقین کا محرک "خدا" تھا۔ اس وقت کے جاہل اور غیر مستند لوگ جب مردے کو خواب میں دیکھتے تھے تو جانا چوں و چرا سمجھ لیتے تھے کہ مرنے والا کہیں نہ کہیں ابھی موجود ہے۔ اور ہم سے اس حالت میں آکر ہم کلام ہوتا ہے۔ یہاں اس بات کو کہیں ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ بتا کر اور جہالت کے اس دور میں پیدا ہوئی اور تمام دونوں حالتوں کو یہاں اور ہر داہلی سمجھا جاتا تھا۔ روحانیت عہد میں مسمر (مسمر) کا بانی اور سونیڈرنگ کے ہم تاریخی شہرت رکھتے ہیں۔ مسمر کا ایک ڈاکٹر تھا۔ اس کے معالجات نفسی کا کوئی کامیابی نصیب ہوئی کہ دور دور سے لوگ اس کو کہنے کی غرض سے آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مسمر کی مہارت و طاقت میں آگیا۔ سونیڈرنگ مسائل میں عمر گزارنے کے بعد روحانیت کا قائل ہونا پڑا کیونکہ آسکر وائیٹل مشاہدات اور اہلانات کا ذاتی تجربہ ہونے لگ تھا۔ اور وہ عادت جذب و ودھان میں بڑے سے بڑے اولیا، فقیہ، مسلمان اور ریاضیاتی وین مثلاً کالون، ویتھر، سر، و سونیڈر اور حوا فیروز کو کہنا لگا کرتا۔ اور ان سے مراصلے بھی حاصل کر لیا کرتا تھا۔ اس وقت تک نفس تحت الاشعور یا شعور یعنی Subliminal Self کے لوگ واقف نہ تھے اس لئے

ہم ان کو اس کا علم ملتی نہیں کہ سب کے سب ان چیزوں کی بنیاد کتنی گہری ہے۔ جو ظاہر ہیں لکھنوں سے پوشیدہ ہیں۔ بعض لوگ صرف اس لئے "نفس غیر شاعر" (اشعور) کے منکر ہیں کہ وہ اس کو محسوس نہیں کرتے لیکن جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ یہ کوئی حلق نہیں ہم توانائی کو نہیں دیکھتے مگر اس کا وجود طبیعت میں تسلیم کیا جا چکا ہے۔ ہم اشعر (Ether) کو مانتے ہیں برقی پاروں (ایلیٹران) کے قائل ہیں کیونکہ ان کو تسلیم کئے بغیر عالم مادے کے نہانے سے مظاہرہ میں آنے سے رو جاتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ نفس غیر شاعر (اشعور) کے وجود سے انکار کیا جائے۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انکی بناء پر کامیابی کیا تھا ان واقعات کو قبیحہ ہو سکتی ہے جن کو اب تک دنیا بھر میں وقرات اور نہ جانے کیا کیا ادبیات و خرافات سمجھ کر تاقی رہی!

نفس غیر شاعر

نفس غیر شاعر۔ نفس کے اس حصے کو کہتے ہیں جس کا ہمیں شعور حاصل نہیں۔ تاہم وہ برابر شعور پر اثر انداز ہوتا رہتا ہے۔ پر و فیض مجنوں گورکھ پوری کا بیان ہے کہ

اس نفس غیر شاعر (اشعور) کو صرف ان گوشہ ارتقا مات (ذہن پر جو توجہ چھپ گئے ہیں) کا دفتر نہ بھٹکا جائے۔ جن کا ہر دماغ اس کا کتب خانہ ہے۔ بلکہ یہ حقیقت اسے ایسی تو قوی کا کتب خانہ (خزانہ) سمجھنا چاہئے۔ جو اس شاعر (نفس انسانی) کا وہ حصہ ہے جس کا ہمیں شعور حاصل ہے) کے حصے میں نہیں آئی۔ ہمارا نفس غیر شاعر اپنے کوششوں سے کھٹکتا ہے۔ جنہیں ہمارا شعور خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ یہی نفس غیر شاعر ہے۔ جو مجرم کی ہر مافضیت اور ایمانی کی دیوانگی شاعری شاعریت، دہلی کی ولایت و لاہور اور بمبئی کی دعوت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ بیعت پریت، ارواح، جنات، ملائکہ اور اس قسم کے دیگر مظاہر جو ہمارے حیطہ شعور اور دائرہ عمل کے باہر ہیں۔ اس نفس غیر شاعر کے توسط سے مشاہدے میں آتے ہیں۔ اس لئے انکی بات تو قوت ہوتی سمجھ کر نال دیا جاتا ہے یا فوق الفطرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا رگہ اسباب و دل میں کوئی چیز نظام فطرت سے ملے ہوئی نہیں ہے۔ (یعنی ہر واقعہ قاضی فطرت کے تحت ظہور میں آتا ہے۔ گواہیں ان قوانین کا علم نہ

ہو۔) ہر چیز کا محسوس یا غیر محسوس سبب ہوتا ہے۔ جن روحانی تجربات کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان کے لئے ہر نفس یکساں موزوں نہیں ہوتا۔ بالخصوص جن لوگوں میں عقل و استدلال کا مادہ ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے۔ وہ ان مشاہدات سے بہرہ ور نہیں ہوتے عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ ضعیف الاعصاب لوگوں خاص کر عورتوں میں ان مظاہر و حوادث کو محسوس کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ ایسے لوگوں میں ایمان لانے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے بلکہ درحقیقت ان کا نفس لاشاعر (اشعور) نفس شاعر (شعور) کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ فوق اشعور واقعات کا تجربہ آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ اس کی ضرورت نہیں کہ "روحانیت" حاضرات ارواح (حاضرات) میں جتنے مشاہدات و تجربات ہو چکے ہیں ان میں سے بعض کو کٹاؤ پیش کیا جائے۔ کیونکہ منکر جب انکار پر عمل کرتا ہے تو پھر کوئی ثبوت کوئی دلیل واقعی ہو یا خیالی اسکے لئے بیکار ہو جاتی ہے میں مثالیں پیش کرتا ہوں گا اور میرے مخالف ان کو شعبہ بازی یا تھم کی صفائی اور نظر بند کی کہہ کر رو کر دے کرے جائیں گے۔ مجھے تسلیم ہے کہ آج کل روحانیت میں اس قسم کی فریب کاریاں کمزور سے ہورہی ہیں۔ لیکن گہروں دکھا کر جو فردوں میں ایسے لوگوں کی بھی کی نہیں۔ جو واقعی گہروں میں پہنچنے والے ہوں اس سے پہلے اشارہ بتایا جا چکا ہے کہ ان حقائق کے حقائق ایسے ہیں جو ادنیٰ لوگوں کے دائرہ ادراک کا باہر ہیں۔ اور جن کو اس محسوس کیا جا سکتا ہے صرف خواص نفس یا محسوس دانستہ لال سے نہیں بلکہ ذوق و وجدان سے (آج کل مادیت کا طغیان دیکھنا روز بروز کم زور پڑتا جا رہا ہے۔ اور باب بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ چکے اور پہنچ رہے ہیں کہ حواس خمسہ (دو بائیں حواس جن کی مدد سے ہم دیکھتے، سننے، چمکنے، سونگنے میں آتی ہیں اور ان سے کتب حقیقت ممکن نہیں یہ حقیقت کو کام محسوس کرنے یا سمجھنے کی صلاحیت یہی نہیں کہتے ہمارے پاس انکی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کہ ہمارے روزمرہ کے محسوسات اور معقولات (یعنی جو کچھ ہم محسوس کرتے ہیں۔ اور جو کچھ سمجھتے ہیں۔) کوئی حقیقت بھی رکھتے ہیں؟ اگر کوئی عقلیت (حک پند) ان کو اس لئے اب قائل نہ کہتے ہیں کہ حقیقت جاتی نہیں جاسکتی۔ صرف محسوس کی جاسکتی ہے۔ اور اس کو محسوس کرنے کے لئے انکی قوتوں کو فروغ دینے کی ضرورت ہے جو ہمارے اندر روپی ہوئی ہیں۔ البتہ کبھی کبھی

شاعر کے شعر، مجذوب کے بڑھوئی کی کشف و کرامات اور نبی کے الہامات میں ظاہر ہوتی ہیں۔ فرانس کے مشہور فلسفی برکس نے نہایت واضح طور پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ انسان کے عقل و حاس اس لئے بنائے ہی نہیں گئے۔ کہ وہ ہستی کے امر کو کچھ سمجھ سکے۔ اس کام کو انجم دینے کیلئے وہ جان کی ضرورت ہے یہ وجدان باخود ہمارے نفس "غیر شاعر" کے اندر مجہول و معطل پڑا رہتا ہے زندگی کی حقیقتوں کو سمجھنے کیلئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اس وجدان (لا شعوری قوت) کو ابھاریں اور اس کو اپنے نت نئے کرشمے دکھانے کا موقع دیں پھر بقول شیخ، دیکھو وہ آنکھ سے کہ نہ دیکھا ہو خواب میں، شعور کی شمع کو ہمیشہ کے لئے نہیں بجھیں کبھی بجھا دینا چاہئے پھر عالم نور سے صرف استغنیٰ کی آیت ملانی دیکھی۔ بلکہ ہاں کے تمام جلوے آنکھوں سے سامنے روشن ہو جائیں گے۔ مگر ہاں پہلی شرط یہ کہ

دور نظر اور ذرا غور و فکر
بہر اداس اس نور کا ادراک کن

(پہلے تم اپنے دل کے رنگ کو صاف کرو۔ پھر اس نور کا ادراک کر سکتے ہو) جب تک انسان کی آنکھوں پر محض وہوش کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اس قوت تک اس کو حقیقت کی صرف بیرونی سطح نظر آسکتی ہے جس کو اپنی صورت کا عجز کہہ سکتے ہیں۔

اے مالک کل میرے والدین پر رحم کر
روحانی مرا املاات

حاضرات اوداج کی گفتگو میں آپ مسز پائیر کا نام سن چکے ہیں یو یوشن (امریکہ) کی رہنے والی تھیں اور خود نویسی (یا آؤٹ ٹیک رائٹنگ) کے ذریعے روجوں سے پیغامات وصول کرتی تھیں۔ ان کی خود نویسی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ استغراق کی حالت میں گفتگو یا بات چیت تھیں۔ جب وہ استغراق کی حالت سے باہر آتی تو اسے شدید تکلیف ہوتی۔ اس کا بیان تھا کہ یہ دینا۔ اس دینا کے مقابل میں (یعنی استغراق کی حالت میں جو دنیا نظر آتی ہے) بندھی۔ بدرگاہ اور سبے مزہ نظر آتی ہے یہاں کی چیزیں وہاں (عالم برزخ) کی چیزوں کی نسبت کمزور اور بصورت گفتگو جتنی حال چہروں کا

ہے ایک وفد اس نے ہوش میں آنے کے بعد کہا کہ مجھے تم لوگوں کی ضرورت نہیں۔ مجھے وہی دنیا زیادہ مرغوب ہے تہذیبی صورت دیکھ کر مجھے بھی آتی ہے۔ مختصر یہ کہ تم لوگ متحدے اور بدلتا رہو میں کبھی گوارہ نہیں کر سکتی کہ میری صورت بھی تم جیسی ہو۔ کیا تم لوگ واقعی زندہ ہو؟ اس دنیا (عالم برزخ) میں جو لوگ ہیں۔ وہ تم سے کہیں زیادہ زندہ نظر آتے ہیں۔ مسز پائیر کا یہ بیان بھی ہے کہ جب میں اس دنیا سے قطع تعلق کر کے (بہالت استغراق دوسری دنیا میں پہنچتی ہوں تو وہاں کے لوگ مجھ سے عکاس ہونے کے لئے چاہتے معلوم ہوتے ہیں اور جب کبھی موقع پاتے ہیں۔ مجھے کوئی پیغام ضرور دے دیتے ہیں۔ ڈاکٹر ہا جس (Dr. Hadgson) نے جب مسز پائیر کا امتحان لیا۔ اور اس کی تحریروں (مراسلات) کی تحقیق کی تو وہ مدد پر محفل (حقیقی) اور منکر تھے لیکن کئی سال کی تحقیق اور تنقید کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یقیناً یہ روحانی مراسلے حقیقی لوگوں نے لکھوائے ہیں۔ اور وہ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہیں۔ ڈاکٹر ہا جس کا کوئی عام آدمی نہ تھے۔ جو خوش اعتقاد ہی میں چلتا ہو کر ہر بات کو "ہوئی" سمجھ لیتا ہے وہ بلند پایا مفکر مذہب کا رشتہ دار و علم دوست بزرگ تھے۔ یہ پروفیسر ہائرس نے مسز پائیر کے مراسلات کو جانچا اور وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ کسی طرح حقیقی ہر فریب اور معنی نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ خودی کے عالم میں مسز پائیر جو کچھ بتاتی ہے یا گفتگو کرتی ہیں ہوش میں آنے کے بعد اس کو مطلقاً اس کا علم نہیں ہوتا مسز پائیر کے بار میں یہ رائے صرف ڈاکٹر ہا جس کا اور پروفیسر ہائرس ہی کی نہیں ہے۔ جن علماء تعلیمات نے اسکا معائنہ اور اسکے مراسلات کا مطالعہ کیا ہے وہ سب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ واقعی مرنے والوں کے پیغامات ہیں جو انہوں نے مسز پائیر کے قلم سے لکھوائے مسز پائیر کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوسرے معمولوں کی طرح عوامی تعلیمات سے ہمیشہ اثر قبول نہیں کرتی تھیں تو اس سے بگلی تو یہی خیر ظاہر ہو جاتی ہے کہ انہوں کوئی عوامی تہذیب کا رکن نہیں ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ وہ ہم سے کہہ سکتے ہیں کہ مسز پائیر میں اثر پڑنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قصہ اور ارادے کے بغیر اس پر بے خودی کی حالت ظاہر ہو جاتی ہے۔ پروفیسر ہائرس لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسز پائیر سے فز جینی کی فرمائش کی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح مسز پائیر کے اور سے وجود کے متعلق کچھ معلوم

مرچو

اے مالک کل میرے والدین پر رحم کر

روحانی مرا املاات

کیا جانے جس کے ذریعہ دوسرے والوں سے ہم کام ہوتی ہے۔ سزیا پھر کچھ بھی بھڑکی جینی کا الحاق نہ ہوا تھا۔ بہر حال اس نے بوجہ جینی پر تقریریں جادیں مگر اسے کچھ نظر نہ آیا۔ البتہ دوسرے روز صبح جاگنے کے بعد سزیا پھر کوختہ روحانی طاقت اور جسمانی طاقت کا احساس ہوا۔ اسکو ایسا محسوس ہوا ہوا تھا جیسے کسی نے رات میں اسے سموات گردیا تھا۔ سزیا پھر یہ جب یہ خودی طاری ہوتی ہے تو وہ اپنے کو فوٹ "Phinuit" کہتی ہے یہ اس کے منوکل (کنٹرول) کا نام ہے جو جماعت استغفری اس پر مسلط ہو جاتا ہے جب دوسری بار سزیا پھر اس کیفیت سے دوچار ہوتی تو "فوٹ" لے کر کہا کہ وہ ایک بار پہلے بھی آیا تھا مگر کوئی اسکی طرف متوجہ نہ ہوا۔ یہ بلور جینی کے واسطے کی طرف اشارہ تھا۔ بلور جینی سے تھوڑی دیر کے لئے سزیا پھر کی دوسری شخصیت کو ابھار دیا تھا۔ سزیا پھر یہ جب "عظیم کے ذریعہ" خواب کی حالت طاری کی جاتی ہے تو وہ دیر پا نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ تو ایسا ہوا کہ تھوڑی کیفیت بمشکل ایک قائم رہی اور "فوٹ" اس سے زیادہ نہ کہہ سکا کہ میں ٹھہر نہیں سکتا۔ فوٹ کے بارے میں اتنا جان لینا ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے کو ایک روح بتاتا ہے جو سزیا پھر اور عالم ارواح کا درمیان پیام رسانی کے فرائض انجام دیتی ہے۔ اس کا یہ بھی بیان ہے کہ وہ سزیا پھر میں حلول کرنے کے چند منٹ بعد تک تو روحوں کے بیانات کو یاد رکھ سکتا ہے۔ پھر بھول جاتا ہے۔ اپنے ذریعہ وہ نہیں اور چند روز کے بعد اسے پھر یہ نفسیات سے سراخ رساں بھی لگے تاکہ اس بات کا پتہ چلا کہ کس سزیا پھر نے والوں کے ذمہ ورشتہ داروں سے فوٹ کے بارے میں عجیب معلومات حاصل کر کے نہیں بتادی۔ لیکن سزیا پھر کے خلاف کوئی شہادت نہیں ملی۔ سزیا پھر نے کبھی ان لوگوں کے ذاتی حالات جاننے کی بھی کوشش نہیں کی جن سے وہ بھی واقف تھی۔ اور جو حاضرات کی مجال میں شریک ہو جتے تھے ڈاکٹر یا حسن اکثر بلا اطلاع اس کے پاس لوگوں کو لے آتے (جن سے وہ قطعاً واقف نہ تھے) ان لوگوں نے سزیا پھر کی زبان سے ایسے روحانی پیغام "سے" جن میں اس کے متعلق انہیں یقین ہے کہ یہ پیغام صرف مرحوم ورشتہ دار یا دوست ہی دے سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ سزیا پھر کی دیانت شک و شبہ سے بالاتر ہے اس مشہور روحانی مہولہ انگلستان سے

تعارف: S.P. I

The Society for Psychical Research (London) نے کرایا۔ جو اس قسم کی تحقیقات کے سبب عالمگیر شہرت کھیتی ہے۔ امریکہ کے علمائے نفسیات پہلے سے ہی سزیا پھر کو جانتے تھے۔ پہلی مرتبہ یہ پروفیسر جس نے ۱۸۹۵ء میں سزیا پھر کا مطالعہ شروع کیا۔ چند ہی نشستوں میں پروفیسر جس کے خطوط شہادت رفیع ہو گئے۔ خود پروفیسر جس کا بیان ہے کہ سزیا پھر سے میری پہلی ملاقات ۱۸۹۵ء کے موسم خزاں میں ہوئی اس سے قبل میری خوشدھان

(Mrs Gibbens) نے تھامی (حاضرات ارواح) کے استیاق میں سزیا پھر سے مل چکی تھیں سزیا پھر نے میری سسرال کے بعض استغفری افراد کے نام اور حالات بتائے جن کا کسی غیر کو علم ہو ہی نہیں سکتا تھا جی الحاق میری سالی (Miss G.) کو پیش آیا۔ میری سالی اپنے ساتھ ایک خط لے گئی تھی۔ جو عالموی زبان میں تھا۔ سزیا پھر نے خط کو اپنی پیشانی سے لگا کر خط گھسنے والے کے بہت سے عجیب حالات بیان کر دیے یہ بالکل معجزانہ واقعات تھے۔ کچھ دن بعد میں خود اپنی بیوی کے ساتھ سزیا پھر سے ملنے گیا اور اسکی شخص کا دور رس خط لینا کیا۔ سزیا پھر نے اس کا طبع اور اس کے حالات اتنی وضاحت سے بتائے کہ میں تسلیم کرتے ہی نہ سب کچھ وہ ہم بے خودی کی حالت میں کرتی تھی کہ پروفیسر جس نے اپنے ورشتہ داروں پر یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ وہ سزیا پھر سے کس درجہ متاثر ہیں؟ انہوں نے ان واقعات کی دوسری باتیں کرنے کی کوشش کی مگر ایک تلاش سی (تحقیق حال کی) بدل میں پاتی رہی۔ چنانچہ پھر کچھ دن بعد پروفیسر جس پھر سزیا پھر کے پاس گئے تاکہ ایک مرتبہ پھر ذاتی گفتگو کی اور تحقیق کر سکیں۔ ان کی بیوی کے علاوہ اور کوئی ان کے ہمراہ نہ تھا۔ انہوں نے سزیا پھر کو یہ نہیں بتایا کہ اس سے قبل ان کے کچھ ورشتہ دار ان کے پاس آچکے ہیں۔ اور نہ یہ بتایا کہ سزیا پھر کو ان ہیں۔) سزیا پھر نے رجوع کے نام بتاتے شروع کئے یہ نام وہ پہلے بھی پروفیسر کے ورشتہ داروں کو بتا چکی تھیں۔ روحانی معمولات سزیا پھر کے باپ یعنی پروفیسر جس کے خسر کا نام پہلے نبلن Neblin اور پھر Giblin بتایا۔ حالانکہ اصل نام Gibbens تھا۔ پچھلے سال پروفیسر جس کا ایک لڑکا جس کا نام Herman تھا فوت ہو گیا تھا

مرچو

ایک مالک کل الدین پر رہے

مسز یا پھر اسے اس لڑکے کا نام ہرین Herrin بتایا۔ انہوں نے تھوڑی سی گفتگو کے بعد وصف روحانی معمولہ سے سرنے والوں کی زندگی کی جو تفصیلات بیان کیں۔ وہ سو فیصد صحیح تھیں۔ (پروفیسر جنس لکھتے ہیں کہ) اسکے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ یا تو مسز یا پھر فیئر معمولی قوتوں کی مالک ہیں یا وہ میری بیوی کے رشتہ داروں کے حالات کسی نہ کسی ذریعہ سے جانتی ہیں۔ بعد کو انکی اور امتحان لئے کئے اور اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خاتون فیئر معمولی قوتوں کی حامل ہے۔ پروفیسر جنس نے کتبہ کو کوشش کی کہ وہ مسز یا پھر پر بخوبی فہم طاری کروے۔ آخر ان کوششوں میں فیئر معمولی کامیابی نصیب ہوئی۔ اور مسز یا پھر پر بخوبی فہم طاری ہو گئی۔ اس سلسلے میں پروفیسر صاحب کا بیان ہے کہ استغراق کی وہ کیفیت جس کے ذریعہ اس مسز یا پھر نے سرنے والوں سے ہم کام ہوئی ہے۔ بخوبی فہم سے جدا کوئی کیفیت ہے قدرتی ہے خودی طاری ہونے پر وہ مجسم حرکت واضطراب بن جاتی ہے مگر بخوبی فہم میں معمولہ پر مکمل سکوت غالب آ جاتا ہے۔

ایک روح سے مراسلت

پروفیسر جنس نے مسز یا پھر کے کچھ مراسلات بھی نقل کئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ دلچسپ وہ ہیں جو ڈاکٹر باخسن کے روح سے لکھے گئے۔ باخسن کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر باخسن کا انتقال ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو ہوا۔ وہ ایک روحانی شخص تھے۔ ان کے کئی کتبے لکھے گئے۔ بعد دوسری روحوں کے مقابل مسز یا پھر کو جلد قابو پس لے آؤں گا ۲۸ دسمبر ۱۹۰۵ء کو مسز یا پھر نے ڈاکٹر باخسن کا ایک پیغام وصول کیا۔ اس کے بعد جب بھی وہ "حاضرات ارداح" کی محفل میں تھیں یہ محسوس کرتی کہ ڈاکٹر باخسن کی روح اس کے گرد منظر ادا رہی ہے۔ اڈول اول جو موکل ڈاکٹر باخسن کا پیغام مسز یا پھر کے پاس لکھا ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو مسز یا پھر نے ڈاکٹر باخسن کی روح پر براہ راست باتیں کرنے لگی۔ اب ذرا خود نویسی (آزاد نگاری یا فری رائٹنگ) کے ذریعہ مدعا کہ ادراد یا امراسوئی کا طریقہ دیکھئے۔ جس مجلس میں تجیہ ویت پڑے بھی حاضر تھیں۔ رکنز نے مسز یا پھر کو پیغام لکھوا کر شروع کیا۔ لیکن دفعتاً مسز یا پھر کے ہاتھ سے پینسل گری

مرچو

اور کی صفحہ تک اب پر لکھنی طاری رہی۔

میں تجیہ ویت پڑے پے پو چھا۔ کیا ہوا؟

(مسز یا پھر کے ہاتھ نے پینسل HK لکھا۔ اور پینسل کو اتنا دبا دیا کہ اسکی نوک ٹوٹ گئی۔ اسکے بعد لکھا۔ "پخسن")

مس پاپ نے کہا خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔

ہاتھ نے لکھا۔ میں موجود ہوں!

مس پاپ۔ کیا یہ ہمارے دوست ہیں (ڈاکٹر باخسن کی طرف اشارہ)

ہاتھ نے ہاں لکھنے کی بجائے پانچ مرتبہ کاغذ کو کھٹکھٹایا۔ رکنز نے لکھوا یا کہ

ذرا میرا کرو۔ وہی ہے۔ ہاں وہی تھا۔ اس کا دم گھٹنے لگے اس لئے وہ یہاں نہ ٹھہر سکا ذرا انتظار کرتی رہو۔ وہ سب

کو لے کر آئے گا۔

میں پاپ۔ بڑی بڑ سرست خبر ہے!

رکنز۔ ہر بات بہتری ہوتی ہے۔ دیکھو وہ اپنے ہاتھ میں ایک انگوٹھی لے ہوئے ہے۔ کیا تم

اسے نہیں دیکھتے ہیں؟

میں پاپ۔ جنس میں نہیں دیکھ رہی۔ ان سے کہو کہ وہ اس انگوٹھی کے بارے میں کچھ بتائیں۔

رکنز۔ تم اس کا مطلب سمجھتی ہو؟

میں پاپ۔ میں اچھا جانتی ہوں کہ ان کے پاس ایک خوب صورت انگوٹھی تھی۔

رکنز۔ مادر گریٹ!

("سب کے بعد حرف "ب" (B) لکھا گیا اور جب مس پاپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ تو کوئی

جواب نہ ملا۔ پھر B - اور ایل L کے بعد دیگرے لکھے گئے۔ ان کی وضاحت بعد کو ہوئی۔

پہلا پیغام ایڈ تھی تھا۔ انگوٹھی کا واقعی ایک قصہ تھا۔ جو S.P.R.R (پہلی تحقیقات روحانی) کی

رواد کی پانچ سوئیں جلد میں درج ہے جس پاپ کے ساتھ دوسری نشست ۸ جنوری ۱۹۰۶ء کو

ہوئی۔ ڈاکٹر پھنسن کی روح آئی اور کھوانے لگی۔ میں پھنسن ہوں۔ (ہاں ڈاکٹر پھنسن) میں نے تمہاری آواز سنی۔ تم بس پاپ ہو۔ مسز پائر (معمولہ) ہے میں تمہیں جانتا تھا ہوں۔ میں خوش ہوں۔ یہاں آتا بہت دشوار ہے۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ (مجلس حاضران ارواح میں) ماہر استدلال کیوں آتے ہیں۔

میں غصہ نہیں سکتا۔ میں آج نہیں بھر سکتا۔

۲۳ دسمبر (۱۹۰۰ء) کو مسز پھنسن اور پروفیسر پھنسن حضرات میں بیٹھے۔ اس مرتبہ جب پھنسن کی روح نے آواز دنگاری کی بجائے معمول (مسز پائر) کی آواز سے کام لیا۔ اور اپنے وجود کا پورا ثبوت دیا۔

کیوں کیا یہ لمبی (پھنسن) ہیں۔ کیا مسز پھنسن اور بی بی جین خدا تم پر اپنا فضل نازل کرے۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ (تہنید کا کر) میں گویا کہ انہوں کے کنبہ سے میں نکلا ہوں۔ (تہنید) مجھے راستہ مل گیا اور میں یہاں پہنچ گیا۔ ذرا غمیرا وہاں میں فخر سے ہوں۔ مجھے بھولنا نہیں دلیم کہاں ہے؟ ان سے میرا سلام کہو اور کہو کہ یہاں مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے۔ میں اسے ظاہر کرنے میں کوئی وقت ضرور گزارنا مشت نہیں کروں گا۔ سنتے ہو؟ مجھ میں شب زیادہ تاب نہیں ہے۔ لیکن ذرا صبر سے کام لو میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ عمل کی کتنی کتنی سکھوں۔ میں جانتا ہوں کہ سر آئیڈیو (پروفیسر) روحانی محقق) اب کچھ جان نہیں۔ میں یہاں مائزر سے ملا۔ اب میں ڈراؤم ہوں گا۔

(پروفیسر وی کے بعد روح آتی ہے۔ اور کہتی یا کوہانی ہے کہ لمبی؟ لمبی کہاں ہے؟ تم کیا کلمہ رہے ہو۔ آج کل تم کچھ سمجھ رہے ہو ڈاکٹر کرتے ہو یا نہیں؟ آؤ تمہارا جانے (ڈاکٹر پھنسن ڈاکٹر پروفیسر پھنسن کے ساتھ پیکور Chocorwallہ کی جھیل میں تیرا کرتے تھے۔ اچھا تو آؤ دروش برابر کیا کرو۔ مگر کھڑت کے ساتھ نہیں، شاید یہ کھڑت کے ساتھ تیرا کرتا تھا۔ یہ واقعہ تھا۔.....

انکے بعد بی بی ڈاکٹر مجلس حاضران میں مسز پائر کے ساتھ بیٹھیں پھنسن کی روح نے ڈار سے پُرائے تھے، بیان کئے۔ جن سے اُن دنوں کی یاد تازہ ہوئی تھی۔ جب پھنسن اور بی بی ساتھ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر پھنسن (کی روح) نے کہا کہ مجھے دو بھول یاد ہیں۔ جنہیں تمہاری ماں

تمہاری میز پر رکھا کرتی تھی۔ مجھے دو اچھی طرح یاد ہیں کتنے کتنے تھے وہ؟ میں ان کو اب تک دیکھ رہا ہوں۔ ڈاکٹر کتنے ہیں کہ جب میں لوگوں کی دعوت کرتی تو ان بھولوں کو کھڑت سے میز پر بٹھیر دیا کرتی۔ جو میرے مکان کے قریب کھڑا کرتے تھے۔ اس کا امکان بہت کم ہے۔ کہ پھنسن نے اپنی زندگی میں اس بھٹکانی کا ذکر مسز پائر سے کیا ہوا، چونکہ یہ کوئی عام رسم تھی۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ مسز پائر نے، جن کی آواز ڈاکٹر پھنسن استعمال کر رہے تھے کیا سنا لیا کہا ہوگا۔ ڈار نے تو چھاپا تمہیں یاد ہے کہ تم جان رچ کے ساتھ چھلی کے کھار کے لئے گئے تھے۔ کہاں گئے تھے تو میں نے بھولے سے اس کا نام بتا دیا۔ پھنسن۔ جان رچ؟ آپ اس کا نام جان رچ ہے مگر انہوں نے تم نے مجھے اس کا نام بتا دیا۔ کیوں بتا دیا۔ مجھے خود یاد آ جاتا ہوں لوگ کتنی میں سوار ہو کر ایک جزیرے میں گئے تھے۔ واپس کے وقت ہمیں اپنی چھلیاں رکھنے میں جو دقت پیش آئی تھی۔ وہ ہمیں اب تک یاد ہے۔ ہیں اب تک یاد ہے۔ یہ اپنی چھلیاں مشکل سے ملتی تھیں۔ اور پھر وہ سب کی سب ضائع ہو گئیں۔ ان سے پوچھو۔ انہیں یاد ہے۔ ڈاکٹر بیان ہے کہ پھنسن نے کچا کہا یہی ہوا تھا۔ دو جان رچ کے علاوہ کسی کے ساتھ جانے کو تیار نہ تھا۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ دو لوگ ایک جزیرے پر تھے۔ کچھ ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد پھنسن نے پھر کہا۔

تم کو یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ کرنی کے دنوں میں تمہارے مکان پر ایک شخص آیا تھا اسکے پاس ایک ستارہ تھا۔ ہم نے اس سے بہت دلچپ گفتگو کی تھی۔ ہم نے اس سے بتا دیا تھا کہ ایک شخص سا آدمی تھا ہاں! وہ مجھے بتا دیا ہے۔ صورت یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کے بارے میں بہتری یادیں اب غیر مسلسل اور سہرا ہوا ہو گئی ہیں۔ کہیں سے کچھ یاد ہے کہیں سے کچھ! جیسن اس شخص کو میں بھولا نہیں ہوں۔ روحانیات اور ستار کے محقق اس سے کسی دلچپ گفتگو ہوئی تھی؟ مجھے رائے (Rayce) کی ایک شخص بھی یاد آ رہا ہے۔ جو ہم سے ملے آیا تھا۔ (ڈار نے اس کی تصدیق کی)

مسز پائر کے روحانی مراسلات آپ نے پڑھے۔ اس سلسلے میں دو مکتبہ ہائے فکر ہیں۔ ایک کا بیان یہ ہے کہ آواز دنگاری کے ذریعہ یا معمول کی زبان سے روحوں کے جو بیانات ملتے ہیں۔ وہ

ایسی رو میں تھیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے اس قدر تہذیب و شائستگی سے گفتگو کی۔ جب عاضد اعجاز ارواح میں ایسی روحوں سے ساجد پڑتا ہے تو خوش ہوتی ہے باہر کی روح کو سلام کیا گیا۔ جواب ملا۔ آداب دہنے۔ پوچھا تم آپ سے کچھ پوچھ سکتے ہیں۔ جواب ملا۔ جی ارشاد چھینے والوں میں سے کسی نے سوال کیا۔ کہ آپ تو بادشاہ ہیں۔ اس قدر انکساری سے کیوں گفتگو کر رہے ہیں؟ جواب ملا۔ یا ہر تم خدا کی نظر میں سب یکساں ہیں۔ پوچھا یہ تو بتائیے کہ اس پانچٹ پر رو میں کس طرح اور کیوں آتی ہیں؟ جواب ملا۔ آپ مجھے وہ بات پوچھ رہے ہیں جس کے بتانے کی اجازت نہیں۔ جواب دینے سے قاصر ہوں۔ پھر ایک روح آئی۔ اس نے نام پوچھنے پر بتایا نور خاں سوال کیا کہ آپ کو کون؟ جواب ملا۔ آداب آداب خرائش رخصت کر دیا۔ پھر ایک عورت کی روح آئی جس کے نام کا ایک جزو جہاں تھا۔ ان کے جوابات تھے۔ میں نور خاں کی بیٹی ہوں وہی نور خاں جنگی روح ابھی آپ کے پاس آئی تھی۔ میرے والدہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ کاروبار اچھے چلتا نہ پڑھا۔ اب اولاد موجود ہے مگر حالت زوال میں ہے۔ والدہ کے انتقال کو آٹھ سال اور مجھے مرے ہوئے بارہ سال ہو گئے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں بتایا۔ نہ اپنا نام ظاہر کیا۔ ایک مرتبہ میرے ایک سہراز کے والد کی روح آئی۔ اور اس کا نام کچھ کر رہے تھے کے لئے کہا وہ یہاں پہنچ گئے بلا لیا۔ مجھے ان سے کچھ کلام سے پہلے یہ سنا۔ کہ وہاں کے کون کون کی روحوں نہیں آتی تھیں۔ کتنی ہی دیر پانچٹ پر ہاتھ رکھتے رہے۔ یہ عزیز عموں بارہ بچے آتے تھے اس اندیشے سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس وقت بلایا جائے؟ جواب ملا ان کے لئے (بچے کی طرف اشارہ ہے) جس وقت بلاؤ گے چلے آئیں گے خبر دوسرے روز بارہ بجے بچے کی موجودگی میں آپ کی روح کو بلایا گیا اور اس نے ان کو طلب کر کے لکھا کہ

میرے سب گناہ و اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیے (اس وقت اچھی طرح یاد نہیں کہ مخالف کر دیئے کہا تھا یا بخلیش دینے) اور فردوس میں جانے کا حکم ملا ہے۔ اب میں تم سے بھی معافی کا خواستگار ہوں۔ پھر توقف کے بعد لکھا کہ اپنی والدہ سے بھی یہی کہنا۔ انکے بعد ایک اور روح کو بلایا گیا۔ جس کے آنے پر حق اصرار و درویشی پھر تو اسرار میں ان کے والد کا نام لکھ کر کہا کہ ان کا تو وعدہ

تھا اس لئے آگئے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی روحوں کو طلب کیا گیا۔ مثلاً شہنشاہ اکبر کی والدہ جنہوں نے پہلے اپنا نام ہی نہیں بتایا اور لکھا کہ تم غیر ہو۔ لیکن حاضر ہو گئی ہو۔ عجیب بات کہ "حاضر" کا لفظ سب رو میں لکھتی ہیں۔ یہ کوئی نہیں لکھتا کہ آگئی یا گیا ہوں یا غیر جب بہت کہا گیا تو والدہ اکبر یا شہنشاہ کا بعض یا حق اور بھی قابل ذکر ہیں۔ کہ پورا جملہ لکھتے اور پانچٹ کو اس سے دور ہٹا کر رکھتے کے بعد اگر جملے کا کوئی لفظ نہ پڑھا جا سکے۔ یا لفظ نہ چھا گیا۔ تو پانچٹ دوڑ کر وہاں جاتا اور اس لفظ کو کھنکھ کر صاف لفظ لکھنے کی کوشش کرتا۔ پھر بھی کچھ نہیں نہ آتا تو اس کا نام معنی کوئی اور لفظ لکھ دیا جاتا بلکہ بعض اوقات اس قسم کی وضاحت کر دی جاتی۔ ہاں یہ لکھنا بھول گیا کہ ان روحوں میں جن کو نام نام بلوایا گیا صرف دو چوبیس لکھا ہی کے شمر جتا جب صادق مرحوم کی روح ایسی تھا۔ جو بہت جلد آتی بہت سہولت و آسانی کے ساتھ ہر سوال کا جواب دیا۔ آہٹکی سے سوالات کے جوابات لکھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ کیا آپ جانا چاہتے ہیں۔ تو جواب دیا کہ نہیں اگر آپ کچھ اور پوچھنا چاہتے ہیں تو پوچھئے۔ اس سارے تجربے میں صرف انہی کی روح ایسی تھی۔ جس کے جانا نہ چاہا میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ دوسری کی خلائی تھی یا کیا تھی؟ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت مجھے پراکٹک خاص کیفیت احترام ظاہری کی تھی۔ ان کے آنے پر جب ان کا نام پوچھا گیا تو کسی قدر حیرت ہوئی۔ جب انہوں نے اپنا نام "سنولیا" لکھا۔ اس وقت ذہن میں بھی نہ تھا کہ ان کا یہ نام سنولیا ہے۔ ان سے جو سوالات کہئے گئے وہ سب ذیل ہیں۔

سوال۔ کیا آپ شہید ہیں؟

جواب۔ جی ہاں

سوال۔ آپ کس کے قتل کیا۔

جواب۔ یہ سوال نہ کیجئے۔

سوال۔ اچھا یہ بتائیے کہ آپ کا قاتل ہندو تھا یا مسلمان؟

جواب۔ ہندو

سوال۔ کیا آپ کو جراثیم طور پر نقصان قتل کیا گیا؟

بہت جلد ہی سے جواب لکھا۔ میں!

یہ ہے بیان جناب فیسی اجیری کا اگر یہ بیان کسی خاص نتیجے تک ہماری رہنمائی نہیں کرتا۔ میں کہیں ذکر کر چکا ہوں کہ ایک زمانے میں صاحب حضرت جوش ملیح آبادی نے بھی پانچٹ کو اپنا حقہ مشق بنایا تھا۔ اور وہ اس آلے کے ذریعہ روحوں سے سوال جواب کیا کرتے تھے۔ انہوں نے متعدد مرتبہ یہ واقعات مجھ سے بیان کئے۔ مرزا غالب کی روح سے سوال کیا گیا۔ کہ شراب نوشی کے بارے میں جناب کیا مانتے ہیں۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ اہل عرف کے لئے حلال اور کم ظرفوں کے لئے حرام ہے۔ غرض مرزا غالب نے ایک فارسی شہر میں یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

بیان برائے رند حرام است کہ غالب

اور ہے غوی اندازہ مختار عام

اس رند پر بیان حرام ہے جو بے خودی میں نینکے لگے جوش صاحب نے اور بہت سے مرثیوں والوں سے گفتگو کی۔ کہتے تھے کہ وہ حاضرات ارواح کی نرودا ایک رہنمائی لکھ لیا کرتے تھے اور یہ بڑا عظیم دفتر بن گیا تھا ایک روز رابع صاحب مجھ کو یاد کی نظر اس دفتر پر پڑ گئی۔ وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ اب معلوم نہیں کہ وہ ارواح کیا تھیں یا نہیں۔ کہ اس کے پاس ہے؟

روحانی صحبت

ظفر قریشی دہلوی رقم طراز ہیں کہ

یہ کہنا کہ عالم ارواح سے ایک ایسی فضیل (اُردو) وصول ہوئی ہے جیسے ایک شخص نے اپنی موت کے بیس سال کے بعد لکھا تھا یہ نہ صرف مایہ الازرا بحث ہوگی۔ بلکہ بعض مطلق اس بحث کو ممکنہ خیر بھی سمجھا جائے گا۔ یہ فضیل اگر بی زبان انسان کے مشہور ادیب و فضیل نگار و سکرواہیلڈ کے دماغ کی پیداوار ہے۔ جسے خود مصنف نے غیر معمولی کارنامہ قرار دیا ہے۔ لوگ اسے کسی طرح معجزہ یا کرامت نہ سمجھیں۔ البتہ یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ یہ ایک عظیم ثبوت ہے اس بات کا کہ ہم

ارواح سے بیانات اور مراسلات کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ جس مرثیے کے بعد نہ صرف زندہ رہتی ہیں بلکہ اپنی انفرادیت بھی قائم رکھتی ہیں۔ اور سکرواہیلڈ کے بہت سے مراسلے یا تو ازاد نگاری کے ذریعہ وصول ہوئے ہیں یا روحانی تھتے Oujia Bord کے ذریعہ اور پھر وہ بھی پانچٹ کی طرح عمل کرتا ہے۔ اور پھر وہ نگاری کا ایک ہوتا ہے۔ جسکی لسانی و حاشی فٹ ہوتی ہے۔ اس پر حروف چھپی گئے ہوتے ہیں۔ اس تھتے پر ایک اور چھناخت ہوتا ہے۔ جس کی شکل دل کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس میں موم تھن کا ٹکڑا دھرا کر ٹھپی ہوتی ہے۔ جسکی درمیانی ٹانگ بطور اشارہ کندہ کام کرتی ہے۔ جسوقت مطلوبہ الفاظ اس تک پہنچیں (نگاری کے پتے ہوتے دل) پر آہستہ سے ہاتھ رکھتے ہیں۔ تو اشارہ کرنے والی ٹکیلی نگاری حرکت کا شروع کرتی ہے۔ اور ہر ہر مطلوبہ حرف پر ٹھکرے کرتی جاتی ہے۔ تاکہ دوسرا آدمی اسے دیکھ کر الفاظ بناتا اور روح کرتا رہے۔ جو مراسلات خود نگاری اور روحانی تھتے کے توسط سے وصول ہوئے وہ کتابی صورت میں مسطور دی اور سزا سمجھ معمولہ نے مرتب کر کے شائع کر دیے ہیں۔ اور اسکرواہیلڈ کے روحانی مراسلات کے نام سے فروخت ہو رہے ہیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مسطور دی اور سزا سمجھ (روحانی معمولہ) ایک حاضرات ارواح کی ایک نشست کر رہے تھے۔ اور ان کا ایک مردہ دوست کا پیغام وصول ہوا تھا۔ کہ ایک نیک مسطور دی مل گیا۔ تو پانچٹ کسی دوسری طاقت نے بیٹ لی۔ اس دن اس وقت اس سزا سمجھ نے سوال کیا کہ کون ہوا اس کے جواب میں ذلیل کا پیغام وصول ہوا۔ دنیا میں یہ منادی کرنے کے لئے اور سکرواہیلڈ مردہ نہیں۔ زندہ ہے۔ ذلیل کا پیغام بغرض شامت سمجھتا ہوں۔ لوگ حسن کی دیوی کی آواز سن سکتے ہیں جو پچھلے پر نگاری ہوئی آواز دے رہی ہے۔ یا اپنی نرم خواسی سے ششم کی نرم تیروں کو پابل کر رہتی ہے۔ اس دنیا میں ارضی حسن کی یاد ایک جیسا تھا۔ اور پھر آکر رہتی ہے۔ دنیا میں کسی لالے کی مشرقی کسی چھوٹے کی مہلی کنارے اور کسی لہر کا نفس ایسا نہ تھا۔ جو میرے لئے کوئی پیغام حیات نہ رکھتا ہو۔ کسی راز کا انکشاف یا کسی تھیل کو کس نہ رکھتا ہو۔ تو یہ لوگ جام خیال کی چھت بی کرمت اور گمن ہو گئے مگر مجھے تو شراب حیات کے انورنی جڑوں کی ضرورت تھی (دخیرہ و غیرہ)

غرض تمام مراسلات میں اسکر و ایلڈ کا مخصوص طرز مذاہاں نظر آیا ہے کہ حسب سے زیادہ قجب آگیز بات ہے کہ ان مراسلات کا ایلڈ بھی اسکر و ایلڈ کے خط سے ملتا جلتا ہے۔ ان نکتوں بات میں اسکر و ایلڈ کی کجی زندگی کے بہت سے ایسے واقعات کی جانب مشغہ تہ کر دہ آگیا ہے جن کا علم اسکر و ایلڈ کے سوائے اور کسی کو نہ تھا۔ معمول سے تو فرشتوں کو بھی اس کی خبر تھی۔

کیا یہ مراسلات اسکر و ایلڈ کے ہیں۔ یا انکی کوئی اور توجہ بھی ہو سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ مراسلے (اور پیغام) معمول کے لاشعوری تحقیق جس سے متعلق ماہرین کا بیان ہے کہ "ہم جو کچھ دیکھتے سنتے یا جانتے ہیں وہ دماغ میں ایک ناقابل توفیق صورت میں محفوظ رہتا ہے۔ اور اگر حالات سازگار ہوں تو ضرورت کے وقت حافظہ کی وساطت سے (ذہن کی) سطح پر (وہ محفوظ کردہ یادداشتیں) ابھرتی ہیں۔

سزا سمجھ کا بیان ہے کہ ہم میں سے کسی نے کبھی اسکر و ایلڈ کی تحریر نہیں پڑھیں۔ نہ ہمیں انکی زندگی سے کوئی دلچسپی تھی۔ پھر نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارے لاشعور نے یہ مراسلات خود تحریر کر دیے۔ ہم نے کبھی اسکر و ایلڈ کی تحریر نہیں دیکھی تو پھر نہیں سمجھ سکتے۔ کہ اس کے املای نقل کس طرح ممکن ہے؟ اور اگر ہم نے (فرض کیجئے اچھی تحریر) دیکھی بھی تو نقل تو ایک دو سطروں تک جہد سکتی ہے۔ مسلسل سونے ایک ہی انداز میں نہ کہ کسی ماہر سے ماہر تھان کے کس کی بھی بات نہیں۔ یہ یہ ستودہ (خیر معمولی تھیل) اسکر و ایلڈ اور سلسلہ دار ہے۔ جسکی ایک ہی شخص کے دماغ کی جھلک ہر جگہ نظر آتی ہے۔ اس کا طرز انشاء اور ہی ہے۔ جو اسکر و ایلڈ سے مخصوص ہے۔ خود اسکر و ایلڈ نے اپنا ایک پیغام S.P.R. مجلس تحقیقات روحانی کے نام لکھ کر اسکر و ایلڈ کے سامنے دیا تھا۔ پیغام درج ذیل ہے۔

کیا آپ لوگوں کو میری شخصیت پر شہ ہے؟ ہاں مجھے خود بھی اسکو شہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ میں زندگی میں بھی شہ کرنے لگتا تھا مجھے مجلس تحقیقات روحانی سے بہت دلچسپی ہے۔ وہ چاہی تھانہ کام کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ ایک نئی ہے ہر چیز کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتی ہے۔ عرصہ سے میری تھانہ تھی کہ زرد و لوگ کوئی ایسی سوسائٹی بنا نہیں جو ارواح سے سلام و پیام کا سلسلہ جاری کرے۔ چنانچہ

یہ قائم ہو گئی ہے۔ اس میں کوئی رکن ساتھ برس سے کم عمر کا نہ شامل کیا جائے چنانچہ اس رعایت سے اس انجمن کا نام "عمر رسیدہ تھانہ تھانہ کی انجمن" رکھا جائے۔ ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ اس عالم ہستی کی حقیقت معلوم کریں۔ اور سب سے پہلے مسٹر ڈیگوال کی ہستی کی انجمن اگر فیصلہ ہو جائے کہ وہ امر واقعہ ہیں تو ہمیں بہت شہ و مد کے ساتھ مخالفت کر کے انہیں رومان ثابت کر دینا چاہئے۔

اسکر و ایلڈ کے علاوہ اور کوئی ایسا مزاحیہ رنگ نہیں آجی سکتا جب لوگ غیر معمولی تھیل کو دیکھتے ہیں تو سوال کرتے ہیں کہ کیا اس میں بھی اسکر و ایلڈ کی تحریر کی خصوصیات، ہائیکری خیال، عجیب حکیمات اور مزاح کی چاشنی موجود ہے یا نہیں، یقیناً ہے۔ ماہروں نے اس تھیل کو دیکھا ہے۔ اور وہ حلقہ اراے ہیں کہ ایسی تھیل بات اسکر و ایلڈ کی جگہ سکتا ہے۔ غیر معمولی تھیل کے لئے املای کا ثبوت ہم نہیں پہنچا یا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ وہ تمام کی تمام اور چاہوڑ کے ذریعے وصول ہوتی ہے۔ جس وقت اسکر و ایلڈ سے تھیل نکھوٹے کو کہا گیا۔ تو اس نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔

یہ تہ یہ ضرور کہا کہ اس چاہوڑ کے ذریعے تھیل نکھوانا مشکل ہے۔ مگر وہ کوشش کریں گے۔

شروع شروع میں اسکر و ایلڈ نے انیسویں صدی کے طرز پر عبارت نکھوانا شروع کی۔ اس پر سزا سمجھ نے اعتراض کیا۔ اور کہا کہ اب یہ طرز تحریر متروک ہے اس لئے وہ اپنی اصل خوبی برقرار رکھیں۔ اسکو اوقات وہ تھیل نکھوانے لگے تھیل نکھوانے اپنی تھیل روئی اور پھر عبارت نکھوانے لگنا کہ معمول وقت سے آجائے۔ جب تک کہ تھیل ختم نہ ہوئی۔ اس وقت تک کسی کو معلوم نہ تھا کہ تھیل کو کس طرح ختم کیا جائے گا؟ اس کا معلوم ہوا کہ ہم اور شیوں نگروں پر متمم تھا جن میں جب جس کس نے اسے صاف کر کے تہیب وار تھانہ کیا۔ مضافات قائم کئے۔ املادرس کیا۔ تو اس نے ایک عمدہ مسلسل تھیل کی شکل اختیار کر لی۔ غیر معمولی تھیل میں تین ایک ہیں مضافات کا عنوان ہے۔ "تھانہ خانہ" دوسرا ایک تھانہ اس کا تھانہ میں اس کا تھانہ ہوتا ہے۔ اسی ایک کا تھانہ اسکر و ایلڈ میں تھیل کا جاتا ہے۔ تھانہ دوسری ڈانہ میں ہوتا ہے۔ اور تھانہ ایک ساری تھیل کی جان اور اپنی طرز کا عجیب و غریب ایک ہے۔ خود اسکر و ایلڈ اس کا تھانہ نہ سمجھتا تھا تو کوئی تھیل اسے تھیل کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ اس ایک کا عنوان ہے "سڑک ایک آرام گاہ" مصطف نے

جو دایات دی ہیں۔ وہ روح ذلیل ہیں۔ اسلئے صرف اونچے اونچے نستان نظر آئیں۔ چھت پر قماشائیں کی نظر نہ پڑے۔ مکلی ہوا کا منظر ہو۔ ایک مصنوعی آسمان کا ٹکڑا بھی پٹخت پر سے دکھایا جائے۔ اس وجہ سے دیوار پر بھی ٹپس ہوتا جائے۔ صرف لیے لیے ستون ہوں۔ شہرے رنگ کی مصنوعی روشنی والے کراٹھ کا منظر ابھرا جائے۔ گویا آفتاب غروب ہو رہا ہے۔ اور انکی (شرعی مالک) کہیں پڑ رہی ہیں۔ اسلئے کہیں کھینچ دیا نہ ہو ضروری ہے تاکہ کپاٹ تختے نظر نہ آئیں۔ روٹھیں زرد لپاس یس ملیں ہوں۔ یہ زردی شوخ نہ ہو۔ بلکہ شہر کی طرح سنہری زرد ہو۔ ان کے کپڑوں سے درخشاں و پائیز کی ظاہر ہونا چاہئے۔ نیز دگورواٹھ (مرد و عورت) کی بھی قبیر ہو سکے۔ ایک کونے پر تھوڑا سا سایہ ڈالا جائے مگر اسلئے کہ اسلئے کہ جسے روحانی سے جگہ لگا رہا ہو۔ ایک شروع ہوتے وقت تھوٹے تھوٹے مگر بلند آہنگ سر لٹنے چاہیں۔ البتہ الفاظ نہ ہوں۔ صرف راگ کے شریعتی دیں۔ مسافر یعنی روٹھیں اپنی موجودہ سستی (یعنی عالم ادرار میں آنے پر) خوف زدہ ہونے کی بجائے کسی قدر متحجب نظر آئیں۔ خوف و ہشت کا منظر پیش نہ کیا جائے جس وقت پر وہ اٹھے تو چند روٹھیں آپس میں باتیں کرتی دکھائی دیں۔ اس ایک سے تمام کردار چار ایک سامنے ہیں۔ خود اسکر و ایملڈ کے لیے ہیں۔ "مسافر روٹھیں" جھیل کا اختتام گو عام روٹھ کے مطابق شادی اور کلیسا کی گھنٹوں پر نہیں ہوتا۔ تاہم ساتھ ساتھ خوشی و کامرانی پر جھیل غم ہو جاتی ہے۔

مصنف کی طرف سے شکریہ

۳۱ جون ۱۹۴۳ء کو نصف شب کے قریب ایک نشست کے دوران مسز اسمتھ نے اسکر و ایملڈ سے درخواست کی کہ وہ جھیل کے بارے میں کوئی بیانات لکھوائیں۔ چنانچہ مصنف (اسکر و ایملڈ) نے حسب ذیل بیانات لکھوائے۔ جس میں مسز اسمتھ کا شہرہ یا ادائیگیہ مزین خاتون ائمہ کبھی ہو کہ ان لوگوں کے لئے جو میری ادبی مصروفیات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ کوئی بیانات لکھوائیں۔ مجھے مرے ہونے عرصہ ہو گیا ہے۔ اس وقت ہم تار بکشی میں ہیں۔ تمام مجرموں میں موت کو سب سے بڑا مجرم مانا گیا ہے کیونکہ لوگ سب سے زیادہ شک و شبہ کے ساتھ اس کی یاد دیکھتے ہیں۔ آپ مجھ پر اعتماد

کریں یا نہ کریں۔ شے کی نظر سے دیکھیں یا نہ دیکھیں۔ مگر میں یہ بیان دیتا چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا میں بھی ایسا ہی ہوں۔ ایسا ہی دماغ رکھتا ہوں۔ جیسا کہ آپ لوگوں کی دنیا میں رکھتا تھا۔ حال ہی میں آپ نے مجھ سے ایک جھیل لکھوائی ہے۔ میں اس کا منوں ہو کہ مجھے اس عالم میں بھی جھیل نہ لینے دیا۔ پھر اس قدر دانی کا شکر یہاں میں خود اس جھیل سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔ میری رنگ عرافت اب تک پڑھتی رہتی ہے جس وقت اس جھیل کو اسلئے کہ لایا جائے گا۔ اور شب اڈل ہوگی تو میری روح اسے دیکھنے کے لئے ضرور آئے گی۔ تاہم میں کو میری آہ کی خبر ہو یا نہ ہو لیکن میں ان کے درمیان ضرور موجود ہوں گا۔ جس وقت جھیل پیش کی جا رہی ہوگی۔ تو میں لوگوں کے باہمی گفت و شنید اور کتنے چینی ضرور سنوں۔ کیونکہ جھیل کی شب اڈل میں کتنے چینی کا دروازہ ہر طرف سے کھل جاتا ہے۔ چنانچہ جب میری روح کی تعریف یا کٹہ چینی کی جائے گی۔ تو مجھے مسرت ہوگی۔ میرے خالین کہیں کے کہیں میں اس عالم میں آکر اپنا ادنیٰ مذاق بکا ڈالیا ہے۔ اس پر میرے مذاق شد و مد سے مخالفت کریں گے۔ غرض میں دعوت دیتا ہوں۔ کہ لوگ میری جھیل دیکھنے آئیں۔

کس قدر حیرت انگیز

حاصل یہ ہے کہ یہ سب لکھا ہے کیا یہ سب لکھا ہے ایک اور ہے کیا یہ سب لکھا ہے جھیل کی دنیا میں۔ طر از ہی ہے کیا حاضرات ادرار کے تمام مدعیان مسلسل؟ موت ہوئے چلے چارے ہیں کیا ہزاروں سال سے درود بانی کا یہ نماندہ برابر چل رہا ہے خیر و خیر تسلیم کیے جاتے ہیں آج سے ایک سو سال قبل تک روٹھ کے کرشموں کے بارے میں جو بیکہ کہا جاتا تھا وہ صرف وہم و فریب خیال کا نتیجہ تھا۔ مگر قدیم کا انسان اسانکھ نظر سے بے بہرہ تھا۔ اور وہ ہر سامنے کو حقیقت اور ہر چٹلاؤ کو صداقت تسلیم کر لیتا تھا۔ مگر یہ تو ترقی اور حقیقت پسندی کا زمانہ ہے۔ عہد قدیم کے بہت سے اہم باطل ہو چکے ہیں۔ کائنات کے بارے میں ہمارا نظریہ مگر مگر فیصد تبدیل ہو چکا ہے۔ آج ہم ماڈرن اور آدنی کے منظر کو جھیل پر ایک مینی کے ساتھ مجھ بکے ہیں اور فطرت کی عظیم الشان

قوتوں کا استعمال جس پاروی اور غور و امتدادی کے ساتھ کر رہے ہیں۔ ماضی میں اس خواب بھی نہ دیکھا جاسکتا تھا۔ تو پھر مجدد یہ میں اس قسم کے خارق العادات (سیر بازل) مظاہر کی تحقیق کے جو سرد سامان ہو رہے ہیں۔ اور ٹیلی فنی، مستقبل بینی اور ہائے روح کے بارے میں سائنسی آلات کی مدد سے جو ثبوت ہم پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اسکی تاویل و تفسیر کس طرح کی جائے گی۔ یہ تمام سوالات غیر معمولی طور پر اہم ہیں اور ضروری ہے کہ ہم بھی ان مسائل کا مطالعہ، ادب و فلسفہ، دیکھ کر حقیقت پسندی کے ساتھ کریں۔ مجھ سے بہت سے لوگوں نے حاضرات اور ادب کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی خط و کتابت کی ہے۔ عبدالغفار عبدالستار (نور منزل کراچی) لکھتے ہیں کہ

نانی کی رُوح

محسب صاحب! میری نانی ضعیفی کی عمر میں چار سال قبل انتقال کر گئیں۔ میں انہیں بچپن سے دیکھتا آ رہا تھا۔ میری بڑی نانی اور نانی کے درمیان (حالانکہ وہ کسی ماں بیٹی تھیں) ہمیشہ بڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ جھگڑے کی وجہ چھوٹی مولیٰ گھر بیٹا تھیں ہوا کرتی تھیں۔ میری بڑی نانی۔ میری نانی، بڑی خالہ اور چھوٹے ماموں کو پسند نہیں کرتی تھیں۔ انہیں بڑی خالہ بڑے ماموں سے بے محبت کرتی تھیں۔ ۲۳ مارچ ۱۹۷۳ء کا ذکر ہے مائت کو میری نانی چھوٹی خالہ بڑی خالہ بڑی بھائی اور بڑے ماموں تیسری منزل پر واقع اپنے گھر میں سو رہے تھے۔ میرا چھوٹا مامی اپنی بیوی اور چچی سمیت چھت پر گئیں اور ساتھ واضح ہو کہ یہ چھت پہلے میری بڑی نانی کی رہائش گاہ تھی جہاں وہ تنہا رہتی تھیں۔ اور یہاں بڑے ماموں اور چھوٹی خالہ کو وہ نہاتے دیتی تھیں۔ خیر رات کو ان لوگوں نے کافی شرارتیں سنا۔ جیسے کوئی بھاری سامان اوپر سے اُتر چکا ہو۔ میری نانی نے بڑے ماموں کو رات کے ڈھائی بجے کے قریب چھت پر بچھا کر دیکھے کیا بات ہے کہین کے باہر جو بڑا درہ ہے۔ اس پر کوئی چھت نہیں ہے ماموں جانے تو اوپر جا کر دیکھا لیکن کوئی بات نظر نہ آئی۔ انہوں نے چھوٹے ماموں کو آواز دیا۔ وہ جاگ رہے تھے۔ چھوٹے ماموں نے دروازہ کھولے ظہیر بتایا

کہ کوئی بات نہیں۔ بلیاں اڑ رہی تھیں۔ یہ سارا شور و غل انہیں کی وجہ سے تھا چھوٹے ماموں کا بیان ہے کہ جب بڑے ماموں چلے گئے تو انہوں نے دروازہ کھولا۔ دیکھا کہ دروازہ کے سامنے پرانی مرحومہ کھڑی ہیں سفید لباس میں بلیوں اور بچہ کرک چھوٹے ماموں کے ہوش اُٹ گئے۔ انہوں نے فوراً دروازہ بند کر لیا۔ اور تقریباً دس منٹ تک ان پر عجیب مدھوشی اور بے خودی کی کیفیت طاری رہی۔ اسی عالم بے خودی میں انہیں اپنے بڑی زارت ہوئی۔ پھر صاحب نے کہا گھر والوں! میں تمہاری بلی کی روح ہے۔ دس منٹ بعد چھوٹے ماموں نے بے خوف ہو کر دروازہ کھولا۔ تو مرحومہ ہر سوتو موجود تھیں۔ ان کے بیان کے مطابق آدھے چھپے کے علاوہ تمام جسم کفن میں ڈھکا ہوا تھا چہرہ خطرناک نظر آتا تھا۔ گلہ گلہ سے پسیدہ ہو چکا تھا۔ انہوں نے ماموں کو کہہ دیا کہ بھائی! کوئی بے خودی میں کبھی میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کیا۔ اور اب موت کے بعد قبر پر بھی نہیں آتا۔ (واضح رہے کہ چھوٹے ماموں کبھی نہ بچکی پر نانی کو ڈانٹ بھی دیتے تھے) اس کے بعد انہوں نے کہا کہ تم میرے پڑے قبر پر رکھ کر کسی شفق کو دیکھنا۔ اور میری رقم تم سے تم ایک چیرہ دست لیتا (واضح رہے کہ اس دور (۲) اور روپے کی رقم کی طرف اشارہ ہے جو پر نانی مرحومہ جیسے کی اسقاط کے سلسلے میں ادا کر چکی تھیں) اس کے بعد انہوں نے میری والدہ کو سمجھت کی کہ شیعہ چاہیں تسمیہ کر لیں۔ اس طرح تقریباً دس منٹ تک بڑی مرحومہ میرے چھوٹے ماموں کی گفتگو کرتی رہی۔ آخر میں مرحومہ نے کہا جانتا میں نے تمہیں ڈانٹا ہے۔ آؤ تمہارے سر پر ہاتھ پھیر دوں۔ اب چھوٹے ماموں میں طاقت باقی نہ تھی۔ وہ دروازہ سے باہر نہ نکلے اور چکرا کر گر پڑے۔

عبدالغفار یہ بیان قابل غور ہے اس واقعے کی توجیہ کس طرح کی جائے گی۔ حاضرات اور ادب کے رموز و ناؤں کا بیان ہے کہ بعض رو میں اپنے بھاری اور بھڑے کے جذبات کے سبب عالم بالا میں بند ہوئے کی اصلیتیں ضائع کر دیتی ہیں۔ وہ زمین سے جتنی رشتی ہیں اور طرح طرح سے اپنا مشاہدہ کرتی ہیں۔ انہیں مرنے کے بعد بھی معاملات دیا سے اتنی ہی دلچسپی رہتی ہے۔ جتنی عالم حیات میں تھی کسی کو حشر و کمال کی یاد دلاتی ہے۔ کوئی نہیں ماموہ اور اسی قسم میں جتنا ہوتا

مَرِجُو

مَرِجُو

ہے۔ کسی کے لئے حرمِ صدا اور انتظام کے جذبات پائے نہ تھے جو جاتے ہیں۔ عقربا انفقار نے اپنی پر تانی کے سلسلے میں جو واقعات بیان کئے ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم کے تعلقات اپنی بیٹی (عبد انفقار کی بیٹی) اور نو اسوں کے ساتھ بہتر تھے تاہم میں لڑائیاں رفتی تھیں جب نہیں کہ پر تانی کی روح پر ان تمام حوادث کا دباؤ ہو۔ اور وہ مسلسل اپنے اعزاز سے غلاب ہونے کی کوشش کرتی رہی ہوں یہ نہیں بدست روکھ اپنے لئے بھی جانی لاتی ہیں اور دوسرے کو بھی غلاب میں جکا کر دیتی ہیں۔

سیاہ سرنگ

محمد امجد سہ زواری (۱۱۴۳ھ - بی آئی بی کالونی کراچی ۵) اپنے ایک معلومات افرا مکتوب میں لکھتے ہیں کہ

امریکہ کے مشہور رسالے نیوز ویک کی اشاعت ۱۲ جولائی ۱۹۶۶ء میں آپ کے پسندیدہ موضوعات میں سے "حیات بعد الممات" کے موضوع پر ایک مضمون چھپا ہے۔ اس کا کالب ولہاب ٹیٹس خدمت ہے

اسپتال کے نام لائی حادثہ کے سلسلے میں اپنے مشاہدے عام ہیں۔ کہ ایک مریض کو مردہ قرار دے دیا گیا اور پھر کمر کھائی یا کچھ وقت کے بعد جب وہ بھی امدادی بدولت دوبارہ زما تہا۔ تو اس نے موت اور حیات حدید کے درمیان وقفے کی جو تفصیل بیان کی۔ وہ عجیب بھی ہے۔ اور سبق آموز بھی۔ ان مریضوں اٹھنے والوں کے بیانات کا جزو شتر کہ یہ ہے کہ ہمیں ایک طویل سیاحریک سے گزرنا پڑا۔ ہم نے جب جسم کا شور وغل سنا اور ہم نے اپنے کو جسم سے باہر پایا۔ اور ڈاکٹروں کی ان کوششوں کو حیرت سے دیکھا جو وہ تاری جان بچانے کے لئے کر رہے تھے۔ جو کچھ کہا گیا۔ وہ ہم نے دیکھا اہمیت ہم کسی سے غلاب نہ ہو سکتے تھے۔ غلاب ہوتے تو کوئی حیرت نہ ہوتا۔ صورت یہ ہوتی ہے (مرکزی اٹھنے والوں کے بیان کے مطابق) کہ ہم اپنے عزیزوں اور دوسروں کی موجودگی کو محسوس کرتے ہیں۔ پھر بتدریج ایک مہم فو رانی جو لے میں تبدیل ہو جاتے ہیں پھر ہمیں اپنی

جھپکی زندگی کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں اور وہ ہمیں اپنی زندگی کا محاسبہ کرنے کی دعوت دیتی جاتی ہے (میں نے پوری تھیلیاں عامل ارواح جلد دوم میں نقل کر چکا ہوں) مردہ یا مریض اس نورانی جسم میں رہتا جانتا ہے۔ لیکن مجبوراً اسے اپنے غلبے میں جسم میں ڈھکیل دیا جاتا ہے۔ اور وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ایک عرصہ تک ان بات کو فریق خیال سے تعبیر کیا جاتا رہا۔ مگر اب متعدد دماغی معالجین اور ماہر نفسیات تجمیدگی سے اس معرکہ کھیلنے کی کوشش میں مصروف ہیں ڈاکٹر ایڈریج کوکبر اس جہر امرضی دماغی کے ماہر ہیں۔ مرنے والوں (اور پھر جی جانے والوں) کے سیکنگزوں بیانات سن کر۔ حیات بعد الممات کی حاکم ہو گئی ہیں۔ جب کہ دوسرے علماء نفسیات کا خیال ہے کہ ڈاکٹر کوکبر اس نے مریضوں (جو بظاہر مر گئے تھے) کے بیانات کو غیر معمولی اہمیت دینی ہے۔ تاہم ان کے بیانات سے نفسیات دانوں کے دلچسپی (حیات بعد الممات کے موضوع سے) بڑھ گئی ہے کوکبر اس نے مرنے والوں کا یہ احساس کہ وہ اپنے جسم سے الگ ہو گئے ہیں اس سلسلے میں بیادنی اہمیت رکھتا ہے۔ جب کہ ان کا حلق شتم ہو گیا حرکت قلب بند ہو گئی۔ دماغ کی رگ معطل ہو گئیں۔ مگر وہ ان واقعات کو جو ان کے گرد و پیش پیش آرہے ہیں۔ اپنی صحت سے کس طرح بیان کر سکتے ہیں؟ ایک مردہ یہ کس طرح بتا سکتا ہے کہ اس درمیان میں کون لوگ اسکے کسے میں داخل ہوئے۔ کون کون اس کے جسم پر کلام کرتا۔ وہ ان جان کنی تصرفات پر غور یا غیب تغیر کہ کوشش یا جاسکتا۔ ڈاکٹر ایڈریج کوکبر اس کا اسرار ہے کہ اگرچہ ہر مریض کا بیان ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ تاہم چند اہم بر بیان میں مشترک ہوتی ہیں۔ لیکن شکار دماغی کا احساس اپنی کلی شخصیت کا ایتقان اور اپنے مرحوم اموا اور اہباب کی طرف سے تہنیت و مبارکباد کا سلسلہ اسی لئے مرنے والے ان کوششوں کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ جو انہیں جلائے کیلئے کی جاتی ہیں۔ ان کیلئے موت میں سکون اور امید دونوں کا احساس پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی دوبارہ مرنے سے خوفزدہ نظر نہیں آتا۔ ڈاکٹر کوکبر اس ہوں یا برطانیہ کے مشہور محققات نفسی (S.P.R) کے راکین! سب کے سب پچھلے ایک سو برس سے حیات بعد الممات کے سسٹے اور روحی مظاہر کی تحقیقات میں لگے ہوئے ہیں۔ یہاں دوبارہ دو چار کی طرح کسی بات پر اور کسی بات پر یقین کرنا مشکل ہے۔

ہزاروں سال سے انسانی ذہن کیا کیوں اور کیسے میں الجھا ہوا ہے۔ اور ابھی ہزاروں سال تک یہ گھٹی نہ سلجے گی۔ میں یہ بات پہلے بھی کلی مرتبہ لکھ چکا ہوں۔ اور اب پھر اس کے پر زور دینا چاہتا ہوں کہ خارق العادہ مظاہر (مثلاً روحوں سے مکالمہ) کے خلاف انسانی ذہن پر ایک پُر زور طبعی مزاحمت پائی جاتی ہے۔

طبعی مزاحمت

سوال یہ ہے کہ طبعی مزاحمت کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ انسان کی تمام تر زندگی کا انحصار اس کے حواسِ خمسہ کی کارکردگی پر ہے۔ وہ عادی ہے کہ جب تک کسی چیز کو آنکھ نہ دیکھے کسی آواز کو کان سے نہ سنے۔ کسی شے کو نہ چمکے کسی چیز کو نہ سونچے۔ اور کسی جسم کو نہ چھوئے وہ اس کے وجود کا اقرار نہیں کر سکتا۔ دنیا کا تمام کاروبار اسی اصول پر چل رہا ہے۔ قابلِ اعتبار وہ ہے جسے آپ کے حواسِ خمسہ اعتبار کے قابل قرار دیں۔ انسانی عقل صرف انہی نتائج کو قبول کرتی ہے (قبول کر سکتی ہے) کیونکہ اسکے اپنے علم کا نظام ہی یہ ہے (جو جو دور محسوس ہو یا قوی منطقی اور یا فطری ویلیوں سے چٹکے وجود کا اثبات کیا جائے مطلق اور یا حسی انسانی شعور کے اعلیٰ ترین مظاہر کی حیثیت رکھتے ہیں گاڑی کے پہلے اور آگ کی چٹائی کا لپٹا ہوا ہے۔ غرض انسانی ساری اور اسی دھماکی تک ایسی اصول کار کا کچھ بابت ہوتے ہیں جن کی تصدیق عقل اور یا حسیات و حواسِ خمسہ کر سکتی ہے انسان کی تمام سائنسی آگاہی عقلی اور فنی ترقیوں کا انحصار صرف منطقی معنی گیری اور یا فطری یا حسیات یا مادیوں کے ذریعے ہوا ہے۔ کہ سنسری کے اصول حرکت اور مادی کے قوانین۔ روشنی اور بجلی کے ضابطے یہ سب کے سب عقل اور منطق کی کارگزاری ہیں اور ہم عادی ہیں کہ ان تمام چیزوں کو قبول کر لیں جن تک عقل ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ کیونکہ ہم ہزار سال کے انسانی تجربات کے بعد ہمیں ان کی عملی افادیت کا ثبوت مل گیا ہے۔ انسان جن اشیاء کا عادی ہو جاتا ہے ان کا ترک بہت مشکل سے ممکن ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری نگاہوں کے سامنے ایک انسان مر جاتا ہے۔ اور پھر اس کا جسم معدوم ہو جاتا ہے۔ جس کے معدوم ہو جانے کے بعد یہ تصور کہ وہ شخص کسی اور دنیا میں زندہ ہے۔

انسانی عادت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہماری عادت ہے کہ ہم کسی شے یا شخص کا تصور اسکے جسم کیساتھ کریں۔ جسم کے بغیر وجود کا یقین خلاف عادت ہوگا۔ خارق العادہ مظاہر وہ ہوتے ہیں جن کی ہمیں عادت نہیں ہوتی۔ مثلاً آنکھوں کے بغیر دیکھنا، کانوں کے بغیر سنا، ناک کے بغیر سونگنا، جسم کے بغیر چھونا اور زبان کے بغیر چمکنا! اب سائنس دانوں کی توجہ خارق العادہ امور کی تحقیق کی طرف مبذول ہوئی ہے اب تک حاضراتِ ارواح کے جتنے تجربات ہوئے ہیں۔ ان سے کوئی کامیاب بات معلوم نہیں ہوئی۔ اگرچہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جہاں جگائے روح کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے متعدد تجربے نہ کئے گئے ہوں۔ کتابِ ہمیں کسی روح نے یہ نہیں اعلان کیا کہ خود "روح" کی حقیقت کیا ہے؟ اس مسئلے میں (حقیقی یا نام نہاد) روحوں سے جو سوال و جواب کئے گئے۔ وہ مستحکم فیرو اور ناقابلِ ذکر تھے۔ اس موقع پر قرآن مجید کی وہ آیت یاد آتی ہے۔ کہ تم کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے کہ وہ کدو جس سے تم سب کے جسم سے آئے اور یہ کہ تمہیں روح کے بارے میں بہت کم علم دیا گیا ہے" تاہم ان تجربات کی افادیت سے انکار ممکن نہیں کچھ اور جنس تو کم سے کم ان حقیقتات سے کہ انسان کے بارے میں حیرت ناک معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ اور برابر اس مسئلے میں نمایاں اور اہمیت رکھتی ہیں۔ مختصر یہ کہ حاضراتِ ارواح کا موضوع ایک حیرت انگیز اور ڈرامائی کیفیت پیدا کرنے والا موضوع ہے۔ اور اس باب میں لوگوں کے خیالات قابلِ حد تک پکڑا دینے والے ہیں۔ میرے پاس اس قسم کے خطوط کا (جن میں رابطہ ارواح کے کسی نہ کسی پہلو یا کرشمے سے بحث کی گئی ہو) خاصا ذخیرہ ہے اگرچہ بہت کچھ ضائع ہو چکا ہے۔ تاہم جو کچھ باقی ہے۔ وہ بھی حواس کے اعتبار سے کچھ کم نہیں۔

مکتبہ گرشاد سیم سٹر کو مکتبہ جہانت

» « مدد گاہ کے ملت گھر ہفتہ ام

حاضراتِ ارواح کے مختلف طریقے ہیں جن میں سے بعض پر گفتگو کی جا چکی ہے۔ مثلاً پانچپٹ، آزاد نگاری اور پورٹریٹ ارواح! اسکے علاوہ بھی کچھ اور طریقے ہیں۔ جن کے ذریعے نادیہ

ہستیوں سے رہا پیدا کیا جاتا رہا ہے۔

چند عملیات

عطا اللہ خان لاد کی رحیم یار خان سے لکھے ہیں

اس وقت میرے پاس حضرات ارواح کے تین یا چار مل ہیں ایک تعویذ لکھتا ہوں۔ دو تعویذ سات سالہ لڑکی یا لڑکے کے دائیں اٹھنے پر لپٹ جاتا ہے۔ اٹھنے کے ناخن پر سیاہی مل دی جاتی ہے۔ سوکھ جانے پر سرسوں کا تیل لگا دیا جاتا ہے۔ (جس سے اس میں چمک پیدا ہو جاتی ہے) معمول اٹھنے کو دیکھتا رہتا ہے۔ سوکل حاضر ہوتا ہے۔ (یعنی معمول کا اصل سر یا پاؤں کے اشارے سے جواب دیتا ہے۔ یا اگر روٹی معمول خواندہ ہے۔ تو وہ جواب (جو فرض کیا جاتا ہے کہ عالم ارواح سے سوکل کے ذریعے موصول ہوا ہے) لکھ کر دے دیتا ہے۔ کہ واقعہ یہ ہے۔ اگر کسی کے یہاں موسیقی کی چوری ہے۔ تو مال سرود اور چور سے متعلق بتا دیتا ہے۔ ایک دفعہ کسی بالغ لڑکی کے تعویذ یا غدا حواس لڑکی سے کہا گیا کہ سوکل سے کہو کہ فلاں بزرگ کی زیارت کراوے۔

لڑکی (بجائے استغراق) کہتی ہے کہ وہ بزرگ میرے ساتھ اپنے رشتہ کو موجود ہیں لڑکی کو جاہلیت کی گلی کرنا کسی ذہنا کر لڑکی نے چاہا کہ وہ آپ کے دست پر جائیں۔ مگر وہ اور بزرگوں کی تشریف آوری کی استدعا کی گئی۔ معمول نے جواب دیا کہ وہ دونوں بزرگ محکوموں پر سوار تشریف لارے ہیں۔ ان سے بھی دعا کرنا گلی اس موقع پر ایک تاجر ہندوستانی آسانی سے کہہ دیا کہ یہ سب فرار اور فریب ہے۔ نہ کوئی روح ہے نہ روحانیت۔ لڑکی تو بھی فیض میں ہے۔ اور عالم کی ترغیب سے سارے جوابات دے رہی ہے۔ اور بس کیونکہ تو بھی مل میں بھی ہوا کرتا ہے۔ ایک مرتبہ لڑکی نے (استغراق کی حالت میں) کہا کہ میدان کر بلا میرے چٹخ چٹخ رہے۔ اور فلاں اور فلاں مناظر دکھاوے گا۔ گزر رہے ہیں۔ عطا اللہ خان لاد نے اور چند عملیات کی ترکیب بیان کی ہے۔ جو برصغیر کے دیہات کا معمول ہیں۔ درحقیقت کسی چند رشتے (مثلاً بورا، آئینہ، شمع، چاند، سورج) پر نظر جمانے سے آدمی بہت جلد تو بھی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور اس تو بھی کیفیت میں

معمول جو کچھ بیان کرتا ہے۔ وہ بذات خود جسم ہوشیار کا ایک باب ہوتا ہے۔ امر وہ ہے جس اختلافی ارحم کی سرینش خودوں کو چرخوں کے سامنے بٹھایا جاتا تھا۔ اور میرا نہیں دھوکہ بھانپیں۔ ہوشیار کی سرینش بہت جلد تو بھی معمول کی حیثیت اختیار کر لیتی اور اس علم میں ارواح (نہ جانے وہ اسکے ذہن کی اختراع ہوئی تھی۔ یا ذاتی کچھ تھا) سے اس کا رابطہ قائم ہو جاتا۔ مگر اشتقاق (یعنی رد و بحسن پورا دل اور) میں آپ کی خدمت میں ایک اہم مسئلہ پیش کر رہا ہوں۔ امید کہ آپ اپنی قیمتی رائے سے مطلع فرمائیں گے۔ اس کا حل پورے غلاب میں اس واقعے کا چرچہ ہے۔ اور نئی نئی رائے زنی ہو رہی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ۱۸ مارچ کو بندر روڈ (دریا سے راوی کے قریب) پر ایک جوان لڑکی کی لاش پائی گئی (یہ ایک کھانا پیتے گھر انے کی تعلیم یافتہ لڑکی فرزانہ بیوی تھی۔ جس کا ذکر تفصیل سے اخبارات میں آیا ہے) والدین نے لڑکی کی لاش کو شناسخت کر لیا۔ پولیس نے والدین کے بیان کی روشنی میں فرزانہ بیوی کے دوست جاوید بٹ کو بھی شامل تحقیق کر لیا۔ مزید انکشاف ہوئے۔ معلوم ہوا کہ فرزانہ اور جاوید کے درمیان آٹھ سالہ تعلقات تھے۔ سات مہینے پہلے فرزانہ لیاقت میڈیکل کالج حیدر آباد میں تعلیم حاصل کرنے کے یہاں سے گھر سے روانہ ہوئی۔ مگر وہ حقیقت وہ لاہور سے پہنچ گئی اور جاوید بٹ کے دوست کے گھر پہنچ گئے۔ سب سے اول تو لڑکی کو لے کر فرزانہ قرآن حافظہ روضہ مصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ لیکن پھر ۱۵ مارچ وہ عبادت چوری کی بھی عادی تھی۔ لطف یہ کہ راتوں میں معروف عبادت بھی دیکھی جاتی تھی۔ دوسنے گواہوں نے بیان کیا کہ فرزانہ اور جاوید کی ملاقات دو سے (خرقانی) کے تین روز قبل ہوئی تھی۔ چہ چلا کہ وہ امید سے تھی۔ پولیس اس تیسے پر پینچ کر فرزانہ نے باپ سے بچنے کے لئے خود کوئی کر لی ہے وہ وقت بعد جاوید بٹ نے پولیس کے سامنے اعتراف کر لیا کہ اس نے فرزانہ کو گھانا کھونٹ کر ہلاک کیا ہے۔ جاوید نے کہا کہ فرزانہ شادی کے لئے نکاح تھی۔ اور چونکہ میں اس سے چھٹکارہ پانا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے قیام ادا کیا۔ ۱۸ مارچ کو میں اسے اسکول پر بٹھا کر لے گیا۔ اور ایک (مسلمان جگہ) بڑی بیدردی سے اُس کا گناہ دیا۔ جب فرزانہ مر رہی تھی تو اُسکی آنکھوں میں انتقام کے شعلے

چمک رہے تھے۔ آخر اس کام نکل گیا۔ اب جاوے کے بیان کا سب سے زیادہ مستثنیٰ خیرہ شروع ہوتا ہے۔ جاوے نے کہا کہ میں اعتراض قبل اپنے خیرے سے مجبور ہو کر رہا ہوں۔ شاید میں کبھی اس راز کا انکشاف نہ کرتا۔ مگر اب میں دل کے انھوں مجبور ہوں۔ ہوا ہے کہ رات کو میں اپنے کمرے میں بیٹھا فراز اند مرعومہ کے تصور میں غرق تھا اچانک میں نے دیکھا کہ وہ مرعومہ سیاہ کپڑے پہنے کمرے میں داخل ہو رہی ہے۔ میں حیران رہ گیا۔ فرزانہ نے کہا کہ جاوے! میں ہمیشہ تمہاری ہوں۔ اور تمہاری ہی رہوں گی۔ میں جاوے کا تہیہ (حالہ عالم) میں انتقال کر رہی ہوں۔ یہ کیا اور نظر سے اوجھل ہو گئی۔ یہ ہے مجھ اشتیاق کا بیان! میں نے اس واقعہ کی بذات خود تصدیق نہیں کی۔ نہیں کہ مسئلہ کس واقعہ میں افسانہ کی سرحدیں کہاں ختم ہوتی ہیں۔ اور حقیقت کا آثار کہاں سے ہوتا ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ یہ واقعہ اس طرح اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ چونکہ ہمارے یہاں اس قسم کے واقعات کی طبعی تحقیق کا نظام ہے۔ نہ امکان۔ اس لئے ایسے حیرتاکہ واقعات سے قبل از وقت تبصرہ کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

پوچ اور لپچ کر شے

کیا یہ بات خوب انگیز نہیں کہ اصل کردہ درکل میں جو کچھ سرزد ہوتے ہیں۔ وہ جہاں پوچ، لپچ اور لٹو ہوئے ہیں۔ واقعی بہت خوب انگیز ہے! ہمیں عام انسانوں کے گھر میں اسے اعلیٰ کارکردگی کی امید تھی۔ مگر حاضرات کے کلماتوں سے تو یہ بات ہوتے ہے کہ وہ جو کچھ شہید بازی اور آزار رسانی کے کسی طریقہ کار اور کسی "بہتر" سے واقف نہیں ہوتے۔ شکر اللہ ان مردوں سندھ سے نکلتے ہیں کہ

آج سے تقریباً چار سال پہلے۔ تیسری نامی چب جب اسکول سے گھر پہنچا تو ایک ناگ اور ایک بازو میں بے پناہ درد سے پہلا اعضاء کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ آتے ہی بے سندھ چار پانی پر گر پڑا۔ ڈاکڑوں کو دکھا کیا کمران کی طبیعت سے تسلی نہ ہوئی۔ جب علاج معالجہ کے باوجود بے نیکی حالت خراب ہونے لگی۔ تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ کسی عامل کو دکھایا جائے۔ جب ہم نے کسی عامل

سے جو علاج کرنے کی ضمانتی تو چکی اچانک اپنے باپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ بایا! آج دس میرے پاس بیٹھا کہہ رہا ہے کہ اپنے باپ سے کہہ دو کہ تم نے اگر میرے معاملے میں کسی جرح فحش کی ناگ آڑانے کی کوشش کی تو درود عذاب میں مبتلا کروں گا۔ یہی نہیں بلکہ جہنم میں دیا لنگ کروں گا۔ تم کو صرف دیوی ماتی کی چاہیات کیا کر۔ (دافع رہے کہ دیوی ماتی کا مندر ہمارے گھر ہی میں ہے) اب آج دس! کوئی آوارہ روح جو بچے پر مسلط ہو گئی تھی) اویسے جھگڑوں پر اتر آیا اور گھر والوں کو نئی طرح تک کرنا شروع کر دیا۔ مثلاً گھر کی متعدد چیزیں تم ہونے لگیں۔ حتیٰ کہ تجوری تک میں سے نفوذی ہوتا اور رات تک تم ہونے لگے۔ مختصر یہ کہ اس غیبت نے ہمارا ناگ میں دم کر دیا۔ آخر کار ہم بچے کو لے کر گھر کے ایک درویش عہد الواعد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کچھ دیر بیٹھ کر بغیر تمام حالات من و عن بیان کر دیئے۔ حالات بیان کرنے کے بعد۔ درویش نے کچھ "دور" شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بچے سے پوچھا کہ آج دس کہاں ہے۔ بچے نے فوراً جواب دیا کہ دروازے کے پاس کھڑا ہے۔ پھر انہوں نے کچھ اور پڑھ کر پوچھا اور بچے سے پوچھا کہ بیٹے! اب کیا دیکھ رہے ہو؟ بچے نے کہا کہ آج دس کو چاروں طرف سے آگ نے گھیر لیا ہے۔ اور وہ دھڑ دھڑا رہا ہے۔ اور وہ۔ اور وہ کھکا ڈھیر بن گیا اس واقعے کے بعد سکون ہوا کیا اور مجھے یہی ہوئی کہ پڑھنا نہ ہوئی تھی۔ بعد میں آج دس اپنی راہ کے ڈھیر سے بڑا نہ ہو گیا۔ یعنی ریلوے خود بخود بگنے لگا۔ گھر میں بھی عذاب ہو جاتیں۔ اور پھر مل جاتیں۔ طرح طرح کی شرارتیں ہوتیں۔ ایک دن لڑکے کے والد بھی رام داس نے ٹیٹس میں آ کر آج دس کو بے پناہ گالیاں دیں۔ اور خوب خوب مقلقتاں کیں۔ جس پر آج دس کی طرف سے سندھ زبان کی ایک سلسپ گرائی گئی۔ اس سلسپ پر لکھا تھا کہ اگر میرا منتقل تمہارے خاندان سے نہ ہوتا تو میں تمہارے گھر کی اینٹ سے اینٹ بھارتا بچے کا باپ بہت غر ہے۔ اس نے کہا کہ جو کچھ ہوتا ہے بھکان کی طرف سے ہوتا ہے۔ تو خود ایک جھٹکی ہوئی روح ہے۔ میرے پاس یہ طاقت کہاں کہ تو جا رہا بال بچہ کرے۔ بچے کا باپ یہ بات کہہ رہا تھا کہ آج کی دروغ نے باپ کی گود سے بچہ کو جین کر بھیجنا چاہا۔ باپ کی جینیں نکل گئیں۔ مگر خبر ہوئی اس ناہیدہ

قوت نے بچے کو پکڑا لیا۔ خیر بھر حالات کچھ نہ دھڑکے۔ آج وہ اس کے کردار میں بڑی تبدیلی رونما ہو گئی۔ پھر وہ ہم لوگوں کو طرح طرح کی مٹھائیاں کھلانے لگا۔ آخر کار ایک دن بچے نے باپ سے کہا کہ چاہی! آج وہ اس کے ہاتھ کا تم میرے دوست ہو۔ میں بھی تمہیں لنگ نہ کروں گا۔ مگر سب لوگوں کو یہ وعدہ کرنا پڑے گا۔ کاب کوئی شخص مجھے گالی نہ دے گا۔ میرے معاملہ میں کسی عامل سے مدد لی جائے گی۔ میرا وعدہ ہے کہ میں تم لوگوں کو ہلا مال کروں گا۔ تم لوگ صرف دیوی مائے کی پوجا پات کیا کرو۔ چنانچہ آج کل آج وہ اس کی روح سے ہمارا معاہدہ طے ہو گیا ہے۔

ہمارا کنیرہیں افراط پر مشتمل ہے۔ ہر روز چار پانچ مہمان لازمی طور پر ہمارے دسرخوان پر ہوتے ہیں۔ اس طرح گندم کی ایک ٹھنی میں پچیس گچوں روز چل جاتی ہے۔ اس معاہدہ کے بعد جب پوری کا منہ کھولا تو نہرائی ہوئی کھجور کی خالی نہ ہوئی تھی اور مزید پندرہ میں روز چل جائے گی۔ یہ کس قدر زحمت کن بات ہے۔ ہمارے گھر میں کوئی ناخوشگوار معاہدہ پیش نہیں آیا۔ البتہ بڑوں کے گھروں پر کبھی کبھی خشت پاری ہو جاتی ہے۔

شکر لال نے آج وہ اس کی آوارہ گردوں کے جو کہ قوت بیان کئے ہیں۔ ان سے چند چیزوں کا اعجاز ہوتا ہے یہ کہ آج وہ اس کی فطرت آج بھی وہی ہے۔ جو بچہ حیات تھی یعنی وہی معمولی دنیاوی خواہشیں ایسے کہ وہ مرے کے بعد زمین سے بندھا ہوا ہے اور عالم ہلا میں پلندہ نہیں ہو سکا۔ یہ کہ وہ شخص انصاف و انصاف تو اس کا نام ہے (آگے کی باتوں کے بعد)۔ اس کے قوت وہ ہے اور ایک عامل (عبداللہ حد درجہ) نے اسے عمل کی طاقت سے جلا دیا تھا۔ مگر پھر وہ اپنی راکھ سے جی اٹھا۔ یہ کہ اس کی حرکتیں اور دشواریاں تکلیف دہ ہیں۔ مثلاً چیزوں کو قابغ کر دینا۔ بچے کو ستانا۔ گھروالوں کو دہشت زدہ کرنا۔ یہ کہ اس دہشت و دردنگی کے باوجود وہ جی کا عہد کر کے اسے جھانے کی کوشش کرتا ہے۔

آزاد نگاری

ذکر کیا جا چکا ہے کہ آزاد نگاری (فری رائٹنگ) کے ذریعہ تادیب و ہتھیوں سے پیغامات حاصل

کئے جاسکتے ہیں۔ جناب عرفان صوفی (کوٹلی کراچی) کی ایسے شخص الہیارت حساس اور تاشیر پذیر خاتون ہیں۔ میں نے انہیں آزاد نگاری کے ذریعہ رد و حوں سے رابطہ پیدا کرنے کی ہدایت کی تھی۔ لکھتی ہیں کہ۔

۱۶ جنوری ۱۹۷۷ء (پھر کے روز نوں بے رات) کو آزاد نگاری کے ذریعہ عاصراحدار کا جو تجربہ ہوا۔ انکی تفصیل حاضر ہے۔ ہاتھ بے اختیار دھڑکنے لگے ہونے کے بعد تیزی سے خود بخود کاغذ پر پلٹے (لیجین کوئی تجربہ برآمد نہ ہو سکی۔ پھر ہاتھ میں جواہران قوت پیدا ہوئی تھی۔ وہ تمام جسم میں سرایت کر گئی۔ دہانتا جب جب شل ہو گیا تو اس دل زور سے دھڑک رہا تھا۔ کہ خدا کی پناہ اول دھڑک کی دھک دماغ سے جا کر نکلتی تھی۔ لیکن جب بے خودی طاری ہونے لگی پھر کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر سوال و جواب ہوئے۔ درج ذیل ہیں۔

تیکم عرفان: آپ کیا مہر النساء تیکم ہیں۔ آپ کاغذ پر لکھ دیجئے۔ (گھسوا دیجئے)

ج: پھر کہوں گی۔

س: آپ کو کیا ہے بھئی ہے؟

ج: میرے باپ مجھے پاؤںیں کرتے۔ نہ قبر پر آتے ہیں)

س: نہیں اٹھا۔ کیا تو آپ کا بہت یاد کرتے ہیں اور تو بھی آئی ہیں۔

ج: چل گئی تھی۔ چل رہی تھی۔

س: تیکم عرفان۔ میں حاضر ہو پھول چڑھاؤں گی۔

ج: شیدہ (عرفان صوفی کی شادی شہلا کی) نہیں آئی۔

تیکم عرفان: نہیں ابھی تک نہیں آئی۔ آپ انکی شادی سے ناراض تو نہیں۔

ج: میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔

تیکم عرفان: اسی بے نی سلام کر رہی ہے۔

ج: میری بیٹی خوش رہو۔ خوش رہو میرے بچہ!

تیکم عرفان: سنئے گا اٹاؤں ملنا چاہتی ہیں آپ؟

مرچو

رحمن پر رحمت والین

آمین

ج: نہیں رہتے دو۔ سب خوش رہو۔ چائی ہوں۔ اب جانے دو۔ اب جانے دو!

۷ ستمبر ۷۷ء

عمل عاضرات شروع کیا۔ لیکن تحریر کی بجائے میری کیفیت تبدیل ہونے لگی۔ اور خود مجھ میں دودھیا روشنی کے بالے جذب ہونے لگے آخر میرا ملاحظہ ہو۔ ہاں یہ عرض کروں کہ میری خوش دامن زوہیر سیہ مظفر حسین کا تعلق بھارت میں صوبہ پی پی ہار سے ہے لہذا ان کی زبان و چہرہ کی ہے۔

تیکم عرفان صوفی۔ اسی میری طرف سے بچوں کی طرف سے اور صوفی صاحب کی طرف سے اسلام سلیم

ج: دو تیکم سلام۔ چیتے رہو۔ خوش رہو بچو! ارے تم لوگ میرے گورڈز نہ کیوں پریشان کرتے ہو۔

تیکم عرفان۔ ہمارے استاد رکش امر دہوی صاحب کہتے ہیں کہ تمہاری والدہ کچھ بے چین ہیں۔ بچہ چھوٹے چھٹی کا سب کیا ہے؟

ج: ان سے کتنا کہ میں نے بچپنی کا سب کچھ یاد کیا تھا تیرے باپ کی یاد اور سب بچوں کی یاد اور میری بچپنی کی یاد کے پریشان اور بے چین ہوں

تیکم عرفان۔ آپ ایسا جان کو کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں۔

ج: نہیں تیرا باپ آئے گا تو خود آئے گا۔ لا کچھ دینا کہ پھول پر حادہ ہے۔

تیکم عرفان۔ ہم آپ کی تمام باتیں ٹھیکہ کو بتا دیں گے۔ آپ بے فکر رہیں۔

ج: (ایک دم نچنے میں قہار کر) وہ بہت نورانی ہے۔ میرے سامنے نامہ امت لیا کرو۔ لا حول بڑا لا حول (پھر بڑا لا حول اول سے آخر تک بڑا حادہ۔) تم نے بھی بڑا حادہ۔

تیکم عرفان۔ صوفی صاحب آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ سے معافی چاہتے ہیں۔ کہ انہوں نے آپ کو تکلیف دی تھی۔

ج: تیرا آدمی (شوہر) بہت خدی ہے۔ کسی چیز پر یقین نہیں۔ اعتقاد ہی نہیں رکھتا۔ خدایا بھگتا ہے۔ میں ناراض نہیں ہوں۔ میں نے معاف کر دیا میرے خدانے معاف کیا۔

تیکم عرفان۔ آپ کسی رشتہ دار کو کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں۔

ج: انوار سے کہنا کہ دو کنگر دہوی باپ کی نام پر ڈال دیا کر۔ حرامی اند باپ کی قاتل کرتا ہے۔ نہ ماں کی!

تیکم عرفان۔ آپ وہاں پر ہماری داد دی دادا، چھوٹی، مائی، تاپا جاتا۔ وغیرہ سے ملی تھیں۔

ج: ہاں تیرے دادا اور صوفی کے عزیز رشتہ دار والدہ سب بہت آگے چلے گئے ہیں۔ میں بھی اب جانے والی ہوں۔ میرے تاپا ہاں بھی اسی طرح خدی ہیں۔ (جس طرح دنا جیسا تھے)

تیکم عرفان۔ آپ ٹھیکہ کے متعلق کچھ باتیں کیا کروں۔

ج: میں کیا کر سکتی ہوں پائی! تم اپنے استاد رکش امر دہوی سے کہنا کہ وہ اس کیلئے کچھ کریں۔

(درمیان میں اچانک میری لڑکی نالکھنے پر چھا) ٹھیکہ کیلئے کیا کریں۔

ج: تو کون ہے؟

تیکم عرفان۔ یہ بچی ہے۔

ج: اچھا! بچی ہے۔ تیرے باپ سے ملنا دو جو کون ہیں بڑا امین سے کچھ دے۔

تیکم عرفان۔ امی۔ آپ نے صوفی صاحب کو معاف کر دیا ان کے لئے دعا کریں۔

ج: ہاں! میں ٹھیکہ معاف کر دیا۔ اس سے کیسے ناراض ہوں گی وہی تو میرا اور بچوں کا خیال کرتا ہے۔ اس نے اتنا تیرے لئے کہا کہ تو نہیں مائی! اچھا! (دوڑتے ہوئے شدیدہ کپ کے انداز میں) اور لڑکی کو جھوک (جھوک) دیا۔

تیکم عرفان۔ اچھا امی! آپ خدا کے لئے ناراض نہ ہوں انہوں نے پتہ نہیں چھ پر کیا کر دیا تھا؟

ج: وہ تو میں نے کل ہی بتا دیا تھا۔ (پھر نچنے کے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تیری لڑکی بہت خدی ہے۔ پھر میرا (چھوٹی لڑکی) نے سلام کیا۔

ج: ختم اپنے ماں باپ کا کہنا مانا کرو۔ ان کی پریشانی کا خیال کرو جیسے ایک (لڑکی یعنی ثمنینہ) برباد ہوئی۔ ویسے ہی تم کو بھی (برباد) ہوتا ہے کیا؟ اچھا آج تو وہ پہر میں صوفی سے کیا بیل رہی تھی۔ بری کے بارے میں (یہ خطاب بیکرم خان سے تھا۔

بیکرم خان۔ اسی میں ان سے کہا تھا کہ آپ کے حزار شریف پر قدم پڑی کر کے آئیں۔

ج: ہاں وہ آضدی لڑاکا اس کو یقین ہی نہیں ہے۔

بیکرم خان۔ نہیں اسی اب سب مانتے ہیں۔ سب یقین کرتے ہیں۔ ہم سب یقین کرتے ہیں۔ بلکہ ہم سب حزار شریف پر آئیں گے۔ پھول چڑھاؤں گی۔ جس کے دن ارادہ ہے۔ بری میں آپ کے لئے کیا کروں؟

ج: کچھ بھی اچھا ہے سوکھے چاولوں پر ہی (فاتحہ) دیکھو۔ اچھا اب میں جاؤں گی۔ آج رات تم سب آرام سے سونا اور رکش صاحب سے کہہ کر اب میرے گوتھیں بلانا۔ بچوں کے لئے پریشانی تھی۔ اب میں آرام کروں گی۔ اچھا اب جاتی ہوں۔ رکش صاحب کو میرا سلام کہنا اچھا اب جاتی ہوں۔ اب آچکا آج کے بعد تکلیف نہیں دینگے۔ خدا حافظ خدا حافظ! آپ نے بیکرم خان صوفی کا بیان سن لیا۔ اب جناب عرقان صوفی کے تجربہ سے ملاحظہ ہوں۔

اے مالک علی کا فیض میرے والدین پر رچو

رات کے گیارہ بجے مراقبہ شروع کیا۔ درود فاتحہ کے بعد قبلہ کے توسط سے حضرت مرشد اعلیٰؒ سے توجہ کی درخواست کی مراقبہ میں دیکھا کہ روشناس پھیلی ہوئی ہیں۔ اور درود سے ایک شخص ہے۔ پھر دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے۔ کوئی ساتھ بیٹھنے سے سال کا ہندو برہمن یا بھاری وغیرہ! اس نے ہاتھ جوڑ کر بیٹھے کیا۔ (اس کی گفتگو سن کر ت آمیز جی) کہنے لگا کہ میں نے اپنی لڑکی پر بہت ظلم کیا۔ وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ میں نے اسے شادی نہیں کرنے دی وہ اس غم میں کل کل کر رہی۔ بھگوان مجھے معاف کرے۔ پھر دیکھا کہ اس ہندو بھاری کے برابر ایک لڑکی قد کم لباس پہنے کھڑی ہے۔ ہندو بھاری نے لڑکی کو "کوشلیا" کہہ کر مخاطب کیا۔ اور کہا کہ کوشلیا اب تم کچھ کہو۔ اب جو میں نے اس

لڑکی کی طرف دیکھا تو از حد تعجب ہوا کہ یہ تو وہی آنکھیں اور وہی چہرہ ہے۔ جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ کوشلیا نے کہا ہم لوگ سندھ راجستھان کے رہنے والے ہیں اس وقت یہاں مسلمانوں کی حکومت تھی۔ میرا محبوب ایک مسلمان سپاہی تھا۔ مجھے تمہارے حضرت محمدؐ سے بے حد عقیدت تھی۔ میں دل سے مسلمان ہوں۔ مگر میرے باپ کو کوئی اسلامی طریقہ نہیں آتا۔ میں صرف اللہ اور محمدؐ کرتی رہتی ہوں بس۔ مگر میری آتما بے چین ہے تم اپنے مہاتما (جس کی) سے کہنا کہ وہ میرے واسطے برحقہ کر رہے۔ کہ میری روح کوشلیا طے۔ بس یہی کہنا تھا۔ میں نے مراقبہ کی حالت میں باپ بیٹی کے لئے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ دونوں بے انتہا مطمئن اور خوش نظر آ رہے تھے۔ جاتے جاتے کوشلیا نے آپ کو پرنام کیا۔ اور سیدہ کنول اور سیدہ نگاہ کے پھول میری گود میں ڈال دیئے۔ کہ پھول مہاتما رکش جی کے چڑوں میں باپ ہم بیٹی کی طرف سے ڈال دینا۔ درود شریف سے وہ پھلے اور درود ہوتے چلے گئے۔

یہ بیان ہے عرقان صوفی کا! جب بعض لوگوں کے خطوط میں، میں اپنا ذکر دیکھتا ہوں تو سخت حیرت بلکہ دہشت ہوتی ہے۔ نہ جانے یہ سب کیا ہے! انجانے یہ سب کیوں ہے؟ تعجب ہے کہ لوگوں کے مراقبہ۔ خوابوں اور شہادتات میں یہ عجیب کما سے نکب پڑتا ہے۔ نفسیاتی طور پر تو اس کا ایک ہی سبب ہو سکتا ہے۔ یہ نفسیاتی طور پر مرئیوں معالج استاد کر دار اور مرشد کے درمیان ایک رشتہ مخفی پیدا ہو جاتا ہے اور اس رشتے کے سبب نفسیاتی مسائل سرمحل یا مراقبہ کرنے والوں کو نگاہ میں سے اپنے مرشد یا استاد کا ہر رنگ میں جلوہ نظر آتا ہے۔ بہر حال اس معاملہ میں میرا کوئی تعلق نہیں نہ مجھ میں یہ قوت ہے کہ درودوں کے قلوب پر اثر انداز ہو سکوں، بہر حال یہ ایسا نفسیاتی مظہر ہے جسکی تشریح جو تیسرے قاصدوں سے۔

ادراک ماورائے حواس

عرقان صوفی نے حاضرات اور ادراک کے سلسلے میں ادراک ماورائے حواس E.S.P. پر بھی گفتگو کی ہے۔ ادراک ماورائے حواس کی تعریف یہ ہے کہ حواس کو استعمال کئے بغیر کسی شے یا شخص یا

حقیقت کا عالم اور اس کا حاصل کر لینا ارواح سے رابطہ کا معاملہ اسی طریقہ اور اس کے تعلق رکھتا ہے۔ عرفان صوفی کہتے ہیں (یہ ان کے احساسات ہیں) کہ

عمل ماضرات ارواح کے درمیان (ساز و سمے ہو جیسے شب) اچانک فضا پر گرا سکر مٹا رہی ہو جاتا۔ اور چاروں طرف خاموشی چھا جاتی ہے۔ حتیٰ کہ درختوں کے پتے ٹپک نہیں پڑتے۔ تمام آوازیں معدوم ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً کتے کا ایک بھونکا بند کر دیتے ہیں۔ فضا میں خشکی اور خشک چھا جاتی ہے۔ قبرستان کی فضا کی مٹی سے مخصوص بخیر ہو جاتی ہے (ان کی فیتوں کو میری بیگم نے بھی محسوس کیا) محسوس نور کے پتھروں کے بعد ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے ہیں۔ ہر جسم پر لپکی طاری ہوتی ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ دودھ یا رنگ کے ہالے میرے جسم میں جذب ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد خود کی اور خود فراموشی کا دور آتا ہے۔ میں نے پہلے درجہ عمل ماضرات اس طرح کیا کہ گول میز پر حروف ابجد (الف سے ی تک) ایک دائرے میں لکھ دیے۔ درمیان میں شیشے کا گلاس (انا کر کے) رکھا۔ گلاس چند لمبے بعد خود بخود حرکت کرنے لگا۔ (سہارے کے لئے میرے اٹکی گلاس کی پشت پر رکھی تھی) لیکن اسکے بعد کچھ عجیب صورتحال پیش آئی۔ بیگم کا بیان ہے کہ میری زبان ان کی والدہ مرحومہ کی زبان بن گئی۔ (یعنی میں اس طرح گفتگو کرنے لگی۔ جیسے ان کی والدہ مرحومہ بول رہی ہیں) کہ میری زبان سے کلمہ طبع نکلتی ہے کہ یہ خدا کا جانا تھا۔ انتہائی شہادت اور قطعی ہے جان ہو کر اگر کبھی ختم خود بخود گنڈ پر تیزی سے حرکت کرنے لگا۔ لیکن اسوقت میرا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ اور یہ دھڑکن اتنی تیز تھی کہ کان کے پردے پھٹے اور دماغ کے پردے اڑے جا رہے تھے۔ اس کے چند لمبے بعد پشت کی طرف سے دودھ یا روشنی میرے ہاتھ میں جذب ہو گئی۔ اور ایسا لگا کہ وہ روشنی میرے تمام جسم میں پھیل گئی ہے۔ پھر کچھ کچھ غبرنہ رہی۔ ارواح کے سلسلے میں میرا اندازہ یہ ہے کہ یہ قاتل مٹائی جسم نہیں جو عالم مثال سے عالم اجسام میں وارد ہو جاتے ہیں۔ اس جسم مٹائی حراغ عام مادہ کے کردار اور انداز گفتگو وہی ہوتا ہے۔ جو (دوبلہ اور معمول کے ذریعہ) اسکے جسم خاکی کا ہوتا ہے جس طرح ہم اپنے دلی جسم میں حقیقت روح سے واقف نہیں ہوتے اس طرح جسم مٹائی میں بھی روح کی حقیقت سے بے خبر رہتے ہیں

جسم مٹائی میں بھی اسوقت تک شاید زمین سے وابستہ رہتا چاہتا ہے۔ جب تک انکی وہ خواہشیں پوری نہیں ہو جاتیں۔ جو جسم خاکی کے وقت تھیں۔ (عرفان صوفی کا بیان)

خبیثت روحیں

۱۸۔ تمبر کا واقعہ ہے کہ دن میں تقریباً ۱۰ بجے میں نے بیٹھے بیٹھے لگا دیں باہر کی طرف اٹھائیں تو جب قہر تھا نظر آیا۔ گلاب کے پھول کی سرخی چاروں طرف پھیلنے لگی (مخمس میں گلاب گئے ہوئے ہیں) اور ان کا جام پر سرخی پورے مخمس اور کمرے میں پھیل گئی۔ ماحول انتہائی سرخ ہو گیا۔ گھٹے شدید گرمی محسوس ہوئی۔ پیسے پیسے ہو گیا۔ جسم کا دواں دواں کھڑا ہو گیا۔ شدید حدت محسوس ہوتی پیسے پیسے ہو گیا۔ گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ سرخی اسی طرح قائم رہی۔ پھر تدریجاً اس سرخی سے ایک شکل بننے لگی۔ ڈراؤنی شکل (مہیب چہرہ) آپ کی طرف توجہ کی۔ آپ نے ہمت اور حوصلے کی تقنین کی۔ پھر وہ سرخی سفیدی میں تبدیل ہونے لگی۔ اور دودھ ڈراؤنی شکل ایک انتہائی خوبصورت ابرائی بنی کاروبار اختیار کر گئی۔ ایک آواز آئی۔ ہم سادات کے خادم ہیں۔ تم سادات کے خادم ہو۔ لہذا ہم دونوں آپ میں دوست ہیں۔ پھر وہ فعلی محسوس ہوتی چلی گئی۔ اور سفید روشنی میں پھیل گئیں۔ یہ مشاہدہ بعالم مراقبہ ہوا۔ کبھی کبھی کانوں میں جھنڈا ہٹ ہی ہونے لگتی ہے۔ دو بڑا احساس ہوتا ہے۔ بے اختیار لالچال پڑنے کوئی چاہتا ہے یہ اسلمہ کے گول میز یا سایہ قریب ہے۔ میں نے اس مسئلے پر خاص طور سے غور کیا تو یہ چلا کہ سب سے بڑی باغداد انسان ہے۔ ہماری سوچ اگر خود غرضانہ مطلب پرستانہ قرار دی جائے تو ہم غیر شعوری طور پر اولیائے شیطان بن جاتے ہیں اور کائنات کی خلقی قوتیں ہر کردار انسان کو اپنا مرکز قرار دیتی ہیں۔ ایسے دنیایت انسان جب تکس جاتے ہیں۔ تو خواہشوں کے نظر ان کے ساتھ پھلتے ہیں۔ اور پھر خیر غالب آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ روئے بکا اندازہ میں نے اس طرح لکھا کہ روشن ضمیر افراد کا دل ایسے غیبیت لوگوں سے مل کر قدرتی طور پر کندہ ہو جاتا ہے۔ اور انسان بے اختیار شوق دیتا ہے۔ یا کبھی کبھی چپکاک جاتی ہے۔

مرچو

پر رخصت والدین

پنجاب کے دیہات میں

شیر ساجد (کراچی) لکھتے ہیں

پنجاب کے دیہاتوں میں اکثر ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ یعنی بعض عورتوں پر کوئی بد روخ (باجن) آجاتا ہے۔ اور ان پر درود پڑ جاتا ہے۔ اس دورے کی حالت میں آسیب زدہ عورتوں سے غیر موسمی پھلوں کی قربانی کی جاتی ہے اور وہ آٹا فانا میوا ہو جاتے ہیں۔ دور کیوں جائے آپ کے غصہ میں بڑے بازار کے اعلیٰ طرف دریاہٹ کر ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ وہاں ایک صاحب جن کی عمر پچاس سے اوپر ہے۔ رہتے ہیں یہیں ایک سید سے صاحبہ سندھی بزرگ ہیں اور سوامہ جوتی "یعنی جن والے سورما کے نام سے مشہور ہیں۔ وہاں دروازے لوگ آتے ہیں۔ کراچی کے اعلیٰ پوزیشن رکھنے والے مردوں اور عورتوں کو میں نے وہاں دیکھا ہے۔ مسجد کے اندر بائیں طرف کی دیوار سے لگ کر سائل کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اپنا سوال زبانی کرتا ہے یا چٹ پر لکھ کر دیوار پر رکھ دیتا ہے۔ دیوار انسانی لہجہ میں جواب دے دیتی ہے وہاں کسی انسان کے چھپ کر یا شیخ سعدی کی حکایت والے مندر کے پچھلے بیٹھ کر جواب دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ سب کچھ عام لوگوں کی اور چوکی میں ہوتا ہے میرے ایک دوست نے وہاں بھی حم کے پانچ سالہ صاحب لکھن پانچ سالہ لڑکی اور بھی لکھن پانچ سالہ لڑکی کے ساتھ مل کر جانا۔ آٹھ دن پہلے حیدر آباد یا نوابشاہ سے آپ کو کسی شخص نے لکھا۔ کو کوئی تادیب ہستی انہیں روپے دینے پہ ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کا مطالبہ یہ بھی ہے کہ تم فلاں شخص کو قتل کرو۔ اس واقعے کے حقائق بھی آپ نے شک و شبہ کا اظہار کیا تھا اور غالباً یہ رائے ظاہر کی تھی کہ یہ شیر ذریعہ (تقسیم شخصیت) کے مرتب ہیں۔ اور خود ہی اپنے روپے نوٹ وغیرہ مختلف مقامات پر رکھ کر سنبھال جاتے ہیں اور خود انہیں پالیتے ہیں اور وہی یہ ہے کہ کوئی تادیب ہستی ایسا کرتی ہے اس وقت مجھے بھی یہ واقعہ عجیب سا لگا تھا لیکن پچھلے تیرہ میں مجھے لاہور خلع کے گاؤں بہر وال کٹاں (کراچی لاہور) کے ریلوے لائن کے انٹیشن چوکی سے سات میل دور) میں جانے کا اتفاق

ہوا۔ وہاں میری چھوٹی بہن اور بھانجی رہتی ہے۔ میری بھانجی حامدہ شروت کی عمر تقریباً ۲۳ سال ہے اور معمولی اردو سنٹی ابتدائی جماعتوں تک تعلیم پائی ہے۔ ناظرہ قرآن پڑھا ہے چند سال کی عمر میں شادی ہوئی تھی۔ شوہر زمینداری کرتے ہیں ہاں تو جب میں ان کے یہاں گیا تو پتہ چلا کہ گزشتہ کئی ماہ سے ان کے گھر میں بھی وہی مسلہ جاری ہے۔ جنواب شامیادیرا یادوالے صاحب کو پیش آیا تھا۔ یعنی کبھی دس روپے کے نوٹ ملتے ہیں۔ کبھی سو روپے کے! میری بھانجی کے بیان کے مطابق اسکا آغاز گزشتہ مارچ اپریل میں ہوا۔ ایک رات نیند کی حالت میں یوں محسوس ہوا کہ ایک عمر رسیدہ بزرگ پش پش کر رہا ہے کہ میرے گھر میں! اچھے سو روپے کی ضرورت ہے تم مجھے سو روپے دیو میری بھانجی حامدہ شروت نے معذرت کی۔ اس سے اگلے دن جب وہ اچھی تو کانوں کی بالیاں غائب! کچھ بھگوش نہ آیا کہ بالیاں کہاں غائب ہو گئیں۔ کون لے گیا۔ گھر میں کسی چور کے آنے اور کانوں سے بالیاں اتار کے لے جانے کا امکان نہ تھا۔ بہت پریشان ہوئی۔ مگر کچھ سراغ نہ ملا۔ پانچ سات روز کے بعد پھر وہی بزرگ خواب میں دکھائی دیے کہ میری بھانجی کی شادی پر روپے کی مجھے سو روپے نہ دیئے۔ لیکن میں تمہاری بالیاں واپس کر رہا ہوں۔ میری بھانجی کی شادی پر روپے کی ضرورت تھی۔ اگلی صبح جب حامدہ کو اچھی تو چنگ کے قریب بالیاں پڑی ہوئی ہیں۔ اسکے بعد اس عمر رسیدہ مفید دانہ والے بزرگ کی آمد گھر میں شروع ہو گئی۔ اور اب وہی بھانجی کے عالم میں آئے۔ کبھی بزرگ لباس میں ہیں کبھی عابد لباس میں ہیں! عام طور پر وہ بھگوش کو مسخر و مغرب کے درمیان گھر میں اس چنگ پر بیٹھ کر تلاوت یا درود و وظائف کرتے ہیں۔ جہاں حامدہ سوتی ہے وہ صرف حامدہ کو نکھر آتے ہیں۔ اور اسی سے بات کرتے ہیں۔ اور چنگ پر یا ساتھ کی میز پر دس (۱۰) روپے یا سو روپے کا نوٹ چھوڑ جاتے ہیں۔ اسکی تلاوت پڑھ کر حامدہ کے شوہر نے بھی کی۔ وہاں یوں کروہ کچھ زمین کچھ کروہ پالے اور وہ یوں والا ایک کھولا۔ تو ایک سو روپے کا نوٹ دوسرے ہڈیوں سے الگ ہو پڑا ہوا تھا۔ دو کچھ بھالے بغیر حامدہ پر بگڑنے لگے کہ ایک کیوں کھولا! اور اس میں سے نوٹوں کے ہڈی کیوں نکالے! حامدہ نے انکار کیا اور کہا اور اپنی رقم کے نوٹ گنو۔ جب کئے گئے تو نوٹ اسنے ہی تھے۔ اور سو روپے کا نوٹ کاٹا تھا۔ حالانکہ حامدہ کے شوہر ارشد خود خیرہ مردوں

مرچو

مرچو

مرچو

سے رقم گنوا کر لائے تھے۔ جب حادہ نے ہز پریش بزرگ کا راز کھولا۔ اسی طرح ایک دن ارشد کی تصبیح اور تارچ حادہ کے چنگ پر پڑی تھی۔ حالانکہ وہ صبح کی نماز کے بعد تصبیح اور تارچ اپنے اپنی کیس میں بند کر کے رکھ دیا کرتا ہے۔ تارچ بدستور مل رہی تھی۔ اور اس کا چنگ لٹک کا حصہ گری سے مل گیا تھا۔ ارشد بھر حادہ پر بکڑا۔ حادہ نے انکار کیا شب میں اس بزرگ نے حادہ کو ہٹا دیا کہ وہ تارچ اور تصبیح میں سے ایک میں سے نکالی تھی یا تارچ لٹکلی سے چلتی رہ گئی۔ جس سے ایک کو نقصان پہنچا۔ تمہارے شوہر نے یہ تارچ بارہ روپے میں خریدی تھی میں یہ قیمت دیدوں گا۔ صبح کو حادہ نے ارشد سے معلوم کیا تو قیمت کی تصدیق ہوئی۔ اور بارہ روپے میز کی راز سے مل گئے۔ حادہ سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بچی! جو روپے میں جمعیں وہ مجھ سے پوچھتے بغیر خرچ نہ کیا کرو۔ غرض یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس نادیدہ ہستی نے بھی کوئی نامقول یا ناجائز مطالبہ نہیں کیا نہ کسی کے نقل پر اسکا نے کا سوال کیا۔ شیر ساجد نے جس پند اسرار حق کی ذکر فرمیں گا ذکر کیا ہے۔ نہ جانے وہ کون بلا ہے؟ جن سے کوئی آوارہ گرد روح ہے یا؟ (اس کا کوئی جواب میرے پاس نہیں ہے۔)

شکوہ و شبہات

ایک طرف لوگوں کو محاضرات ابرار کے عمل سے متاثر ہو رہی ہے۔ دوسری طرف ان کے ذہن میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ خود قدرت ان فرق العادات مظاہر کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا چاہتی۔ انسان سے قدرت کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ وہ خود اپنی مطلق عقل اور سائنسی استدلال کو استعمال کر کے قوائے فطرت کو تغیر کرے۔ اور اس طرح اشرف المخلوقات کا منصب دار ہونے کا ثبوت دے۔ عالم اسباب میں اسباب مادی و ماسک کو استعمال کے بغیر چارہ نہیں۔ انسان نے پچھلے دس ہزار سال میں جو مادی علمی اور تہذیبی ترقی کی ہے زمین پر رکھا کر چلنے والے مینے سے لے کر خلائی راکٹ تک اودھ کو شہر ہے اسکی مطلق ریاضیات اور سائنسی رجحان کا انجی وہ ہے کہ انسان پارسا زہر نما مظاہر کی نسبت ہمیشہ شک و شبہ میں

جکرا رہتا ہے۔ محاضرات ابرار کا مسئلہ ہوا کشف و اشراق کا اگرچہ یہ تمام صلاحیتیں انسان کے اندر موجود ہیں۔ مگر وہ ان کے اظہار و استعمال سے واقف نہیں اور نہ اسے واقف ہونے کی کوئی طبی احتیاج ہی ہے۔ کیونکہ زمین پر اسے جو کام اور جو کارنامے انجام دینے ہیں اس کے لئے فوق الاضطرر صلاحیتوں سے کام لینے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ تاہم آچار و قرآن بتاتے ہیں کہ مابعد طبیعیات کی تحقیقاتی سرگرمیوں کے نتیجے میں اگلی صدی انسان ان غیر معمولی قوتوں کے استعمال پر زیادہ قدرت حاصل کر لے گا۔ اور وہ مذہب اور بد مذہبیانیت بہت حد تک رفع ہو جائے گی۔ جو عالم فطیب کے حلقوں کی صدی کی انسان کے ذہن میں موجود ہے۔

کیا واقعی؟

صادق بانو (فیڈرل بی ایس ایگری) نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ کیا واقعی رو میں طلب کرنے پر آجاتی ہیں؟ کبھی ہیں کہ میں نے انٹر (آرٹس) کا امتحان دیا ہے۔ میری عمر اٹھارہ سال ہے۔ اور میں ایک خوشحال متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ مجباً انجمن میں جکرا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ کیا واقعی رو میں جانے سے آجاتی ہیں۔ اور واقعی آسانی سے؟ جبکہ تجربے میں ہوا ہم چند سہلیوں نے مل کر محاضرات ابرار کا پروگرام بنایا۔ یہ تکمیل (تم تو اسے تکمیل ہی سمجھتے تھے) عام طور پر لڑکیوں میں قبول ہے۔ چنانچہ ہم نے کاندھلہ ایک حادثہ بنایا۔ پیرا پور میں ایک امین اور حروف لکھنے چارٹ کے دو مہمان میں چوٹی رکھی تجربتیں لڑکیوں نے (ضروری نہیں کہ لڑکیاں ہی ہوں) چار آنے کے نیکے پر ہاتھت شہادت دکھا کر چند سوئچ پر بیٹھیں اور کہا کہ اگر اوپر سے کوئی اگر اوپر سے کوئی روح گزر رہی ہے تو اس چوٹی کے نیچے آجائے۔ اس نیچے کو تین دفعہ ہراتے رہے۔ اگر سکہ حرکت میں آجائے تو اس کا مطلب یہ کہ روح آگئی ہے۔ پھر اس سے سوال کرتے ہیں اگر سوال کا جواب ہاں میں ہو تو سکہ ہاں (yes) کی طرف اور نہیں ہو تو ناٹ (Not) کی طرف حرکت کرتا ہے اگر نام پوچھنا ہو تو سکہ صرف ہر کرتا ہے اور اس طرح نام تکمیل ہو جاتا ہے مثلاً اگر نام "ذیہ" ہے تو سکہ پہلے ذی طرف بھری کی طرف اور پھر ذی طرف جانے لگا۔ اس عمل کے ذریعے ہم نے

مرچو

والدین پر رحم

اپنے مرحوم رشتہ داروں نیز قاضی کاظم اور قاضی کے روحوں سے بات چیت کی۔ اکثر سوالات کے جوابات درست لگے۔ مثلاً قاضی کاظم سے سوال کیا گیا کہ ہمارے جنگی قیدی کب واپس آئیں گے؟ قاضی کاظم نے واپس کی تاریخ اور وقت بتا لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ ہر سوال کا جواب صحیح ملتا ہے۔ بہت سے سوالات کے جوابات غلط تھے ہیں۔ جب سوالات ختم ہو جاتے ہیں۔ تو ہم روح سے کہتے کہ اب "آپ یہاں سے تشریف لے جاسکتے ہیں" اکثر یہ ہوتا ہے کہ روح مذاق کے موڈ میں ہوتی ہے۔ یعنی جانے سے انکار کر دیتی ہے۔ بلکہ کوئی چمکا دیتی قرآن شریف کھول کر پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ اور سوال کیا جاتا ہے کہ آپ موجود ہیں۔ اگر نکلے میں حرکت نہیں ہوتی تو کچھ جاتا ہے کہ روح دھست ہو گئی۔ دیکھ صاحب! ہم آپ سے عجیب عرض کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ (حاضرات اربعہ) ہمارے لئے پریشان کن بن گیا ہے۔ ہمارے بزرگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ خود نہ تو حرکت کرتا ہے۔ کون حرکت دیتا ہے؟ اس کاظم حرکت دیتی ہو۔ حالانکہ خدا شاہد ہے کہ نہ خود نہ تو حرکت کرتا ہے۔ صاف قاضی کاظم نہیں۔ تو جب یہ کتنی آسانی سے روحوں سے کسی طرح رابطہ پیدا ہو سکتا ہے صاف قاضی کاظم حرکت نہیں کرتا۔ چوٹی میں روحوں سے ملاقات کتنی آسان ہے۔ صاف قاضی کاظم سے سوال کیا ہے۔ چار آنے کے لئے (چوٹی) کون حرکت دیتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عقلیات جسم کی لا شعوری تحریک (الاسانی) لکھیں گے۔ ایک خاص جسم کی توانائی کا اصرار ہے جس کی توانائی اشیاء کو حرکت میں لے آتی ہے امر واقعہ یہ ہے کہ ذہن (یا قوہ کی مرکزیت) اشیاء پر اثر انداز ہوتا ہے بعض لوگوں کی آنکھیں میں ایسی جھلک توانی ہوتی ہے جو بادی جسموں کا کوئی طرف سے کھینچتی ہے۔ جو لوگ نصابِ قیمر و عظیم غنیمت (S.C.T.) یا سلیٹ پچھڑی رنگ کورس کی مشقیں کرتے ہیں۔ مثلاً التعمیر، التصویر، التعلیمی، تنکس، نیما، نیلی، منی، منی، ماہ، نیلی، آفتاب، نیلی، مراقبہ نور، یا مشقِ غنیمت نور، ان کے اندر یہ غیر معمولی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذہنی قوت سے جسموں اور مادی چیزوں کا طبع بدل دیں۔ انہیں اپنی طرف کھینچ لیں یا انہیں ہوا میں معلق کر دیں۔ یہ کوئی واحد یا مفروضہ نہیں عام تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ ہمیری زیرِ مگرانی کھینچے پندرہ سال میں ہزاروں افراد

نے S.C.T. کورس کیا ہے۔ اور انہیں اس امر کا تجربہ ہوا۔ لڑکیاں اپنی بکشتِ شہادت کے سرے چار آنے کے لئے پرکھتی تھیں۔ اور اپنی پوری قوہ روحوں کی طرف مبذول کر دیتی تھیں۔ ذہنی قوت لکھیں گے سرے سے پہنچتی تھیں اور چوٹی طرف کی طرف سرے کی طرف تھیں۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ سوالات کے باقی جوابات کون دیتا تھا۔ خود لڑکیوں کا لا شعور یا کوئی آواز دے کر درج جواصر سے گزرتے ہوئے اس دلچسپ سیکل میں شریک ہو جاتی تھیں۔ اس سوال کا جواب کون دے سکتا ہے؟ ڈاکٹر محمد نعیم نے نصابِ قیمر و عظیم کی مشقوں کی ہیں ان کے بیانات دلچسپ بھی ہیں اور فکر خیز بھی لکھتے ہیں کہ

حاضرات و مولاکات

حسب ارشاد حاضرات اربعہ کے بارے میں اپنے تجربات لکھ رہا ہوں۔ بہتر ہے کہ اس سے قبل حقوق کے اثرات کی طرف بھی اشارہ کرتا چلوں۔ التعمیر (چمک بچکے بغیر کسی سیاہ دھارے کے نقطے کو دیکھتے رہنا اور ذہن کی پوری قوت کو بھی اس طرف مرکوز کر دینا) کی مشق اب باسانی و بڑھ چکے تھیں کہ سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ میرے پاس وقت نہیں اور مسائل مدت میں مزید اضافہ کر سکتا تھا۔ پہلے پہلے نقطے میں جو عکس نظر آتی تھیں۔ وہ اب نظر نہیں آتیں۔ جو پیش کے ہاتھوں کی ایک تہل ہوتی۔ اچانک لے بجائے اب خیالات کا دھارا بہ چلا ہے۔ یہ معلوم کہاں کہاں کے خیالات ذہن پر پھیلا کر رہتے ہیں۔ پرانی یادیں اور یادداشتیں ذہن میں آتی چلی جاتی ہیں۔ ایک سلسلہ خیالات ختم ہوتا ہے۔ پھر دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ ان خیالات پر ذہن کا کوئی کنٹرول نہیں ہوتا۔ یہ آزاد اور فرور ہوتا ہے۔ بظاہر بے خودی (سکے کی سی کیفیت) طاری ہوتی ہے۔ گانگ تارے اپنے مرکز (مشہور یعنی دو چیز جس پر نظر میں آتی ہوگی) سے۔ (تجربہ کی روشنی سے اور سیاہ نشان چاند کی طرح چمکتا رہتا ہے۔ سیاہ نقطے کے گرد تقریباً چار بجے تک دائرہ نور پھیلا ہوتا ہے۔ خواب بھی دکھائی دیتے ہیں مگر بے ترتیب اور شکی کا دائرہ جو ہر وقت نظر کے سامنے رہتا ہے اب بہت وسیع ہو گیا ہے۔ جہنم اور کسبِ سونے میں بھی وقت ہوتی ہے۔ آنکھیں بند کرنے پر بھی تیز

روشنی نظر آتی رہتی ہے۔ اس وجہ سے نیند نہیں آتی۔ بچوں جگر مراد آبادی
ہم جلی سے معمور ہو کر
نظر وہ بھی غلط طور ہو کر

حاضرات ارواح اور مومکات کے سلسلے میں اپنے تجربات کتاب نکال سکوں۔ ہاں بے شک۔
بہت سے ناقابل یقین تجربات سے وہ چار ہوا۔ چند تجربات حاضریں۔ پانچ باقی سوئی ہارورن
گیس کے ایڈیٹر یٹن (بجلی کے کارکن) اسٹور کپیر اللہ داخان میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ
میرا بچہ امداد اللہ عمر ۲۰ سال مرض الموت میں مبتلا ہے اور مرینٹھ کو پکوال اور لاکل چور کے بڑے
بڑے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا ہے۔ مرینٹھ پکوال میں ہے۔ اسکے پیچھے کی کوئی امید
نہیں آپ عمل حاضرات کے ذریعہ بتائیں کہ اس وقت بچے کا حال کیا ہے جیتا ہے کہ مر گیا؟ میں
نے اللہ داخان کے کہنے سے حاضرات کا عمل کیا۔ سوال کرنے پر جواب ملا کہ مرینٹھ اپنا سر دیوار
سے مار رہا ہے۔ اور رو رہا ہے یہ بھی بتا دیا گیا کہ اس بچے پر بحر کیا گیا ہے۔ میں نے اس بچے کو بھی نہ
دیکھا تھا۔ اور نہ وہ مجھ سے واقف تھا۔ میں نے اسی وقت حاضرات مومکات (جنات) کو حکم دیا کہ
جاؤں اور چادو کا توڑ کر دو۔ چوکی (حاضرات کا ایک جن) گیا اور اس نے ایک قبرستان سے دو
تعبیذ نکال کر چلا دیئے اس طرح عمل طور پر بحر کے اثرات ختم ہو گئے۔ اگلے دن میں نے لڑکے کو
نکال کر قریب لے گیا تھا۔ یہ لڑکا ایک بچہ تھا۔ اس کا نام بھی مجھ سے ہے۔ اور قریب نکال کر کھڑے ہوئے لڑکے کے
فوراً جواب دیا کہ تھا تھا کھلاں روز کھلاں وقت میں انتہائی بے چین تھا۔ میرا جن رہا تھا۔ کہ کیا ایک
میرا اور ختم ہو گیا۔ اب ہاں بالکل نہیں ہوں۔ البتہ کمزوری باقی ہے۔ وہ بھی انتہاء اللہ رفع ہو جائیں
گی۔ چند روز کے بعد وہ لڑکا ٹھیک ٹھاک لاکل چور آ گیا۔ اور اب نہیں ہے۔ یہ رات کو مجھ سے ملے
آتا ہے اور اور اذیت عرض ہے۔ میری چھوٹی بہن آئی ہوئی تھی اس نے شام کے وقت حاضرات کا
خداق اڑایا۔ کچھ دیر بعد اس نے کریم کی شیشی نکال کر میز پر رکھ دی۔ رات کو اس نے شیشی بہت
حلاش کی۔ نہیں ملی۔ میں سمجھ گیا کہ مسئلہ کیا ہے چنانچہ میں نے بچے سے حاضرات کرائی تو دیکھا کہ
ہماری چوکی کی ایک جگہ (جن مومکا) کسی جنگل میں چھٹی کریم لگا رہی ہیں۔ میں نے اسے حکم

دیا کہ کریم کی شیشی واہیں کر جاؤ تو اس نے کہا کہ نکھیں بند کروں۔ ہم سب نے آنکھیں بند
کر لیں آنکھیں کھول کر دیکھا کہ کریم کی شیشی سنگھار میز پر چھری ہے۔ شیشی پر آنکھوں کے حاتم
نشانات واضح تھے۔ میں نے وہ شیشی اٹھا کر بائیں میں رکھی کہ دیکھوں اب کیسے لے جاتی ہے۔
اگلے دن جب دیکھا تو شیشی موجود تھی کہ کریم غائب تھی! ایک بار نیگم نے دوٹی پکار کر بھی تھوڑی دیر
کے بعد دیکھا تو دوٹی غائب تھی۔ عمل حاضرات سے پتہ چلا کہ چوکی کے ایک مومکل (مجموعی نام)
نے یہ شرارت کی تھی۔ میں نے ایک بار بند کیا تھا۔ کہ بچوں کو کھلونے ملنے چاہئیں۔ اس روز سے
بچوں کو روزانہ کھلونے ملنے لگے۔ پھر جب میں نے منع کیا تو کھلونے حاصل ہونے بند ہو گئے۔
ایک بار بچہ بازار میں چلا جا رہا تھا کہ اس کے کان میں چوکی کے ایک مومکل "ا! ہارنگھ" نے کہا
کہ سڑک پر جو چمکدار رہیں پڑا ہے اسے اٹھا لے بچے نے ہن اٹھایا۔ بچے کے ہاتھ میں آتے ہی وہ
ہن کا رہن گیا ایک بچہ وہیں قریب کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ میری کار ہے بچے نے وہ کار اسے
دی۔ اس کے ہاتھ میں کچھ کر دو کہ ساپ بن گئی۔ بچے نے چچا مار کر دو ساپ پیٹیک دیا۔ عظیم
میرے بچے نے وہ ساپ اٹھایا۔ ساپ پھر کار بن گیا۔ غرض اس طرح کے بہت سے واقعات
آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ میرے پاس اس قسم کی سترہ چوکیاں ہیں سولہ کے مومکل جنات
چوکیاں اور ایک بچہ کا کھلونہ (ان دونوں سے ہمیں سلسلے میں ایک واقعہ ذکر چاہی ہے) میں ایک
مرینٹھ کو دیکھتے گیا شہباز کے اس پر بحر ہے۔ حاضرات کی تو پتہ چلا کہ لڑکے پر کوئی روح مسلط
ہے۔ حاضرات میں اس روح کو ہٹا دیا گیا۔ تو اس نے بچے سے ہم کلام ہو کر بتایا کہ میں ۱۹۴۷ء میں
قتل عام میں شہید ہوا تھا۔ میں اور میرے بھائی اس جگہ کھسکوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے
تھے۔ ہم اسی مکان کے نیچے دفن ہیں۔ ہم اپنے زمانے میں عامل بھی تھا۔ میں نے اس سے
درخواست کی کہ آپ میرے عمارا چلے چلیں وہ میرے عمارا آ گئے۔ اور ٹھیک کے عقبی کمرے میں
رہنے لگے۔ ان سے حاضرات کے عمل میں بطور مومکل کا کام لینا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس
کمرے میں سات آٹھ دس دس جمع ہو گئیں۔ اب وہ لوگ (روحیں) حاضرات اور آسیب اتارنے
کے سلسلے میں بڑا کام دیتے ہیں۔ ہر وقت میرے مکان کے آس پاس منظر لاتے رہتے ہیں۔ جب

آواز دیتا ہوں۔ آجائے ہیں اس اسی سلسلے کی ایک اور داستان سن لیجئے۔ مجھے آپ کی کتاب حاضرات ارواح (جلد اول) پڑھ کر مکمل حاضرات ارواح کا شوق ہوا۔ خیال آیا کہ اس عمل کو مریمینوں پر آزمانا چاہئے۔ میرے پاس پلائیوڈ یا میزومیر و غیرہ کوئی چیز نہ تھی۔ لہذا میں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اسوقت میرے پاس کچھ مریمین و غیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا۔ میں نے ایک بچے کو بلا کر اپنے پاس بٹھالیا۔ اور اس سے کہا تم کیونکر گراہر سے کوئی روح گزر رہی ہو تو ہمارے پاس حاضری دے۔ چند لمبے بعد میری میز کے سامنے ایک روح کھڑی تھی۔ اس نے اپنا نام محمد عاقل بتایا۔ روح کو پوچھ کر پتا چلا۔ نہ کسی قسم کی خوشبو نہ بدبو۔ اندھین کسی طرح سے اسکی آمد کا احساس ہوا صرف یہ احساس ہوا کہ وہاں بلا کچھ پتہ ابھرا ہوا ہے۔ لیکن ہے یہ بھی فریق حواس ہوا روح سے اس کا نام پتہ اور نیک و بد معلوم کرنے کے بعد کہ ہمارے بھائی حکیم محمد عقیل شاہ کی روح سے پاس جا کر کیونکر آپ کا چھوٹا بھائی آپ کو یاد کر رہا ہے۔

مانا جاتا ہے چند منٹ کے بعد بھائی صاحب مرحوم کی روح آگئی۔ اور میز کے سامنے کھڑی ہو گئی وہ سفید رنگین پہنے ہوئے تھے۔ اور چہرہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے گزارش کی کہ وہ دنیاوی لباس میں آئیں چنانچہ اسی وقت ان کا لباس تبدیل ہو گیا اور زندگی میں جو طبع تھا۔ وہی نظر آنے لگا۔ (مجران سے) (بچے کے ذریعے) جہاں وقت معلوم بن گیا تھا۔ (سلسلہ کلام شروع ہوا۔ پہلے نام اور والدین کی تصدیق کی گئی اس کے بعد سوال کیا گیا کہ آپ کی تعلیم مستقل بنا رہی ہو یا موقوف ہیں انھیں بھی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا آپ اپنی زندگی میں کون کون سی دوائیں استعمال کرتے تھے۔ اور اب ان کا علاج کس طرح کیا جائے۔ (بھائی صاحب حکیم تھے۔ اور ان کا انتقال ۲۶ مئی ۱۹۷۲ء کو ہوا تھا۔ انہوں نے فوراً بچے کے ذریعہ جواب دیا کہ یہ ساری عمر اسی طرح رہیں گی۔ ٹھیک نہ ہوں گی۔ تم جو دوا مناسب سمجھو کھاؤ۔ مستقل علاج کوئی نہیں میں نے سوال کیا کہ آپ اپنے گھر کب گئے تھے۔ تو فرمانے لگے۔ بہت عرصہ ہو گیا۔ جب دنیا چھوڑ دی تو یہاں کی چیزوں سے بھی بے یار و رکش رہا۔ اس لئے گھر جانے کو بھی نہیں چاہتا۔ پھر کچھ اور باتیں ہوئیں۔ آخر میں نے انھیں رخصت کر دیا وضاحت کے لئے عرض کر دوں۔ کہ روح صرف بچے کو نظر آتی تھی۔ اور سوال جواب کا ذریعہ بھی

وہی تھا۔ ہم سوال کرتے تھے۔ پھر روح کی طرف سے جواب دیتا تھا۔ اس ضمن میں ایک اور واقعہ بھی گوش گزار کر دوں۔ ایک لڑکی گھر سے ناراض ہو کر لاہور کے دارالامان میں چلی گئی وہ بہت سے لوگوں کے پاس عمل حاضرات کیلئے گئی۔ جیسے بھی شریعت کا آخر بہت دیکھے گئے کما کر میرے پاس آئے۔ میں انھیں اپنے ذرا رنگ دم میں لے گیا۔ وہاں کچھ لوگ اور بھی موجود تھے۔ دن کے دس بجے کا وقت تھا۔ میں نے اسی بچے (وہی معمول) کو اپنے قریب بٹھالیا سب لوگوں نے ایک ایک پاک روح کو دیکھا۔

لوگوں نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور اس کا ثواب پاک روحوں کو بخشا پھر قریب سے گزرنے والی روح کو بلا دیا گیا۔ فوراً بچے نے ایک پاک روح کو دیکھا۔ جس نے اپنا نام بتلیس بتایا۔ اس کی بی بی کا انتقال ۱۹۶۹ء میں ہوا تھا۔ بتلیس سے (بچے کی مصروفیت) کہا گیا کہ (خبردار ہونے والی) لڑکی کی دادی کو کھلائے۔ دس منٹ بعد بچے نے کہا کہ ایک ضعیف عورت میرے قریب صوفے پر بیٹھی ہے ضعیف عورت سے پوچھا گیا کہ تم ان لوگوں کو جو یہاں موجود ہیں جانتی ہو۔ صغیرہ کی روح نے کہا ہاں جانتی ہوں اس لئے میں سر اٹھا کر بٹھائے۔ دائیں طرف اس کا سالہ ہے۔ اور بائیں طرف اس کا دوست ہے۔ (میں ان تفصیلات کا مکمل نہ تھا) ہم نے بڑھاپے سے مزید سوال کیا۔ کہ تمہارے بچے کی کیا عیبت رہی ہے تم اس سے واقف ہو۔ روح نے کہا کہ ہاں کوئی معلوم ہے۔ جس کے روز قتل وقت کبھی لڑکی اس کے سر سے چلی گئی۔ اس نے اور اسکی دوسری بیوی نے بچی کو بہت مارا تھا۔ پھر یہ دونوں یہاں بیوی کسی شادی میں چلے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں بڑی بیوی کی ایک عورت آئی اور اس نے لڑکی کو مشورہ دیا کہ بھرتی اسی میں ہے کہ تم اس گھر سے چلی جاؤ۔ لڑکی نے بات مان لی۔ وہ عورت اسی لڑکی کو اپنے گھر لے گئی۔ پھر اسے ایک اور عورت کے ساتھ لاہور بھیج دیا۔ سن آ پاد کے نزدیکی ایک مکان ہے اب وہ لڑکی اس مکان میں ہے۔ (دارالامان کی طرف اشارہ ہے) اسکے بعد دادی کی روح نے دارالامان کا پتہ اور حدود اربعہ بتایا اور یہ بھی کہا کہ صدر دروازے کے سامنے ایک بیچ کھڑا ہے اسوقت ہم نے یہ سمجھ سکا کہ یہ دارالامان کا ذکر کر رہی ہیں۔ کیونکہ میں نے اس وقت تک دارالامان کو نہ دیکھا تھا۔ خیر میں نے بھائی کوئی لڑکی کی داپھی کے لئے تالے

(نقل) کچھ بڑھ کر کچھ دیکھ لیا۔ اور بڑی بی بی کی روح سے کہا کہ آپ اپنی پوتی کے پاس چلی جائیں اور اسکی حفاظت کریں۔

اگلے دن پھر ان مرحومہ کی روح کو طلب کیا گیا۔ اور معلوم کیا کہ بچی کا کیا حال ہے انہوں نے کہا کہ بچی پر تلے (نقل) کے عمل کا اثر ہو رہا ہے۔ دو مہینے اب اس کو یاد کرتی اور روح ہمارے سر ٹھکراتی ہے۔ خیر ہم نے انہیں رخصت کر دیا۔ اور پاستوری شاہ کی روح کو طلب کیا۔ (ان کا مزار جنگ بازار فیصل آباد میں ہے تو وہ تخریب آئے۔ ان سے درخواست کی۔ دارالامان کی لڑکی کے بارے میں کچھ بتائیں۔ انہوں نے اسکی دادی کی باتوں کی تصدیق کی اور یہ بھی کہا کہ وہ کل تک آجائے گی۔ ایسا ہوا۔ اگلے دن لاہور سے ایک عورت آئی۔ اور اس نے کہا کہ میرے بڑی کی وفات کے بعد میرے ایک بڑے بھائی نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور سب بڑے بھائیوں کو مجبور کیا کہ مجھے ان کا وظیفہ تسلیم کر لیا جائے۔ سب نے تسلیم کر لیا۔ میں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ میں بخوبی جانتی تھی کہ وہ محض بزرگ میرے صاحب کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اسی دن سے پریشانوں اور مسیتوں میں مبتلا ہوں۔ وہ بخوبی بڑے مر گیا اور میرے لئے خوش چھوڑ دیا۔ میں نے کسی روح کو بلوایا۔ فوراً کراچی کے ایک نیک مرد محمد عافت کی روح حاضر ہوئی۔ ان کے ذریعے اس نقل میں نے کہا کہ یہ میری ہے۔ میں نے کہا کہ تم کو کس طرح نہیں کہہ سکتے۔ اس روح نے یہ ہم پر کہا کہ جیسی تو پریشان ہے۔ اور اس افکار کے سبب برابر پریشان رہے گی۔ اس جواب پر میں نے اسے غیرت دلائی۔ بڑی کی روح جگڑتی کہنے لگے کہ جانتا ہوں تم حفاظت و رمانان ہو لیکن تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یاد رکھو کہ جب تک یہ مجھے نہیں مانتے گی میں ہی مضطرب رہے گی۔ اسے میں ایک اور بزرگ کی روح آگئی۔ بچے کے اتفاق جو معمول کے فرائض انجام دے رہا تھا) اور میرے قریب کھڑی ہوئی۔ بچے سے کہا۔ اپنا پتہ نہ کہو کہ مجھے ہاتھ ملائیں۔ میں نے تعمیل ارشاد میں ہاتھ آگے کر دیا۔ ہاتھ پر خفیف سے خشک محسوس ہوئی میں نے کہا کہ تخریب دیکھیں۔ وہ اس بڑے کے قریب بیٹھ گئے۔ میں نے تعارف کے لئے درخواست کی تو کہا کہ میں ان اپنے بڑے کو بھی نہیں پہچانتے میں نے بچے سے ان کا حلیہ دریافت کیا تو اس نے کہا کہ وہ باہل مخیف اور کٹر ورا آدمی

ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضرت! میرے مرشد مولانا یوسف تھے۔ جوانی کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کا حلیہ تو آپ کے طے سے نہیں ملتا۔ فرمائے گئے کہ جس وقت تم نے بیت کی تھی۔ اس وقت کا الفاظ ادا کرتے تھے۔ فوراً وہ الفاظ یاد آگئے۔ بیت کی میں نے مولانا الیاس کے ہاتھ پر مولانا یوسف کے واسطے۔ میں نے کہا تو کیا آپ مولانا الیاس ہیں اس پر ہنسنے لگے کہا کہ خیال آیا۔ پھر خود ہی فرمایا کہ شروع میں تمہارے پاس جوروں آتی تھی۔ وہ محمد عافت کی تھی۔ وہ بھی میرا میری تھا۔ اس نے یہاں سے واپسی پر مجھ سے ملاقات کی۔ اور بتایا کہ تمہارے ساتھ یہ معاملہ درجین ہے۔ اس لئے تمہارے پاس چلا آیا۔ یہ شخص (بڑی کی طرف اشارہ) بہت ڈانٹتی محض ہے اس سے نا اہجہو، میں نے نقلی بڑی کو یہاں سے بھگا دیا ہے۔ تم میری طرف سے اس عورت کو نقل ہوا اللہ خیر۔ وہ عورت اس کا دور کیا کرے۔ ٹھیک ہو جائے گی۔ میں حضرت کے حکم کی تعمیل میں نے اس عورت کو نقل ہوا اللہ کا وظیفہ بخش دیا۔ وہ عورت مطمئن ہو گئی۔ اس نے وظیفہ شروع کر دیا۔ اور اب الحمد للہ باہل مخیف ہے۔ میری دادی کی موت کے سلسلے میں کچھ شکوک و شبہات تھے۔ میں نے (اس بچے کی معرفت) دادی کی روح سے رابطہ پیدا کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ دنیاوی زندگی کی باتیں دنیا ہی میں رہ جاتی ہیں۔ لیکن تم معلوم کرنا چاہتے ہو تو سن لو۔ کہ میری موت نہ خود رونے سے واقع ہوئی تھی۔ دودھ میں زہر آلود ہوا ملا دیا گیا تھا۔ ایک مکان کے اندر دینے کا قتل تھا۔ میں نے ایک جگہ نشان بنایا کہ وہ قریب کہاں ہے۔ اس کا ایک دور دادا جان مرحوم (حکیم مہارزاق شاہ) کی روح آئی کہ تم جو جہنم کا مکان میں تلاش کر رہے ہو۔ وہ اس جگہ سے تھوڑے فاصلے پر ہے اپنا حصہ لئے کر لیا۔ دو دن یہ لوگ حیات کر رہے گئے۔ دوسرے عمل کے ذریعے اس بات کی تصدیق ہو گئی لیکن وہ گھر آگئے۔ اس لئے معاملہ طے نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ خاندان کے تمام افراد کی ارواح سے دیکھا تو قحط ملاقات ہو گئی ہے۔ اکثر روحیں گول مول جواب دیتی ہیں۔ جن سے اطمینان نہیں ہوتا۔ البتہ بعض اوقات کل کر جواب دیتی ہیں۔ اور کبھی کبھی بالکل سے انکی یاد دہانی ہیں۔ جہاں تک حاضرات ارواح کے سلسلے میں میری کوشش کا تعلق ہے وہ برابر جاری ہیں میں نے اپنے بیٹے محمد عبد کے علاوہ ایک اور بچی کو بھی حاضرات کی تربیت

ہنگامی موتی

یہ کئی ہنگامی موتی کی روایت ہے۔ جس کا لوگ اس فعل کی رو سے تالی کر لیتے ہیں وہ اس شخص کے سامنے آکر بیٹھ جاتا ہے بلکہ اس پر ہاتھ (غالب) بھی اڑھاتی ہے۔ میں نے ایک بار اسے اپنی چٹکی کے موکات کے ذریعہ دیکھا کہ اس نے کہا کہ میں فلاں حال کے زیرِ قریب ہوں اس لئے تم کے لئے نہیں آ سکتی۔ اس کے بعد وہ عالمِ سادہ بن کر اپنے ذاتِ غریب کو دیکھ کر کہنے لگا کہ تم نے موتی کو ہلا دیا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں تو فرمائیے۔ کہے۔ کہ اب میرے پاس ہلا دیا۔ میں نے بچے کا ہاتھ کر لیا۔ اس نے تو بچی کے کپڑے کا نام آکر لیا۔ بچی کی طرف سے یہ بیان نہ کیا۔ میں نے (اس عالم میں) کہہ دیا کہ موتی ایک خواہ مخواہ موت کے دہانے میں رہا ہے۔ میری طبیعت کے بعد وہ حال میں گیا اور وہاں اس نے کہا کہ موتی کو ہلا دیا۔ اس نے تو بچی کا ہاتھ پکڑ لیا اور دیکھا کہ اس پر مال کا بہت ترچہ ہوئی۔ کہنے لگا کہ تم پہلے دیکھو۔ میں نے موتی کو دیکھا۔ وہ حال کے علاوہ اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ میرا دماغ اس لئے کارآمد کیا۔ لکھ جائے گا۔ وہ اس کے ان صاحب کی محاضرات میں جانا کر دیں گی۔ میری ہر حال صاحب نے ان باتوں کو اپنا باب اور ان کی طرف سے میرے یہاں محاضرات میں آتی ہے۔ بچے کے گفتگو کرتے ہیں کہ وہ کئی کام کر چکا ہے۔

شام کو

مرچو

یہ ایک سوسالہ عیاشی کی روایت ہے۔ چاند کی طرح منور نہایت نازک اندام اور غیر معمولی صمیمیت و دینیت! ایک دن گھر میں سب لوگ بیٹھے تھے۔ میں لیٹا ہوا تھا۔ ہنگامی موتی کے ذریعہ شام کو دیکھا کہ وہ کہاں کہاں آئی اور اس نے میرے پیروں کو ہر دو طرف سے چھو لیا۔ میں نے اس سے چٹ کر لیت لگی۔ مجھے خود بھی یہ قریب ہوؤں پر نرم چٹکی کا احساس ہوا۔ (یہ اس کے بوسے کا اثر تھا) جب میں نے بچے کو شرماتے دیکھا تو اس سے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ اس نے شرماتے شرماتے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر مجھے صدمہ برپا ہو گیا۔ میں نے شام کو نوک ہر گاہ دیا۔ ایک روز کمرے میں تنہا لیٹا ہوا تھا۔ چھ کمرے میں داخل ہوا اور اس نے گھبرا کر نہ سمجھ لیا۔ پوچھا! بیٹا کیا بات ہے؟ تو اس نے بتایا کہ شام کو نوک آپ کے پیٹ پر لیٹ چکی ہوئی ہے۔ میں اس وقت کسی قدر خود غی کے عالم میں تھا۔ میں نے دوسرے وقت شام کو ڈانٹا پھر نہیں آئی۔ یہ بھی صرف کالے علم کے لئے قابو میں آ سکتی ہے اور کالے علم میں کہ نہیں سکتا۔ دونوں نوغیاں مجھ سے کئی بار کہہ چکی ہیں۔ کہ آپ ہمارے

دینا شروع کر دی ہے۔ اس کو بھی اب کچھ نظر آنے لگا ہے! یکدن میں نے ندیم سلمہ سے تجربہ کا تجربہ بھی کر لیا۔ بچے کے سامنے کا نقد رکھ دیا۔ اور ہاتھ میں مشتمل دیدی۔ اور کمرے میں اندر میرا کردیا بچے سے میں نے ایک سوال کیا۔ روح نے بچے سے اس کا جواب کھسکا دیا جو درست لگتا۔ میں محاضرات کے عمل کے سلسلے میں، پاکی، خوشبو، جگہ کی پابندی اور صفائی کا کوئی اہتمام نہیں کرتا جس وقت جی چاہتا ہے۔ بلا جہان ہوں۔ روح آجاتی ہے۔ میرے کلینک کے بیچے ایک مختصر سا کمرہ ہے جو گودام کا بھی کام دیتا ہے۔ اور نشست گاہ کا بھی، کبھی مریش میں اس آداب بھی کر لیتے ہیں۔ البتہ یہ تجربہ ہوا ہے کہ لوگوں کے کھوم میں طالب کردہ روح سوال کا جواب دیتے سے کڑھاتی ہے ایک دن کوئی صاحب تحریف لائے۔ کہنے لگے کہ میں فلاں فلاں لڑکی سے آٹھ سال سے محبت کرتا ہوں۔ آج تک ہم نکاح کی کامیاب صوب نہ ہو سکا۔ صرف یہ جانتا چاہتا ہوں کہ وہ لڑکی بھی مجھ سے محبت کرتی ہے یا نہیں! میں نے محاضرات کا عمل کیا۔ فوراً ایک روح آئی کہ وہ خیر بھی اس سے کہا کہ فلاں لڑکی کا ہنر اوکو چکر لاؤ روح کہنے لگی کہ یہ کام بہت مشکل ہے۔ مردوں کی روح تو آ سکتی ہے۔ آپ زندہ کی روح کو بارے ہیں۔ میں نے کہا کہ چونکہ تم نہیں ہو۔ اس لئے یہ کام تمہارے سپرد کیا ہے۔ اس نے کہا کہ خیر میں کوشش کرتا ہوں۔ لیکن ایک شرط ہے اور وہ شرط پوری کر کے کا وعدہ کر دو کہ میں کوشش کروں گی کہ شرط ہے؟ روح نے کہا کہ میں ڈانٹا اور میں نے دنیا میں ہر گناہ کیا ہے اس وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا رہتا ہوں۔ آپ میرے لئے دعا سے مغفرت کریں۔ میں نے وعدہ کر لیا اس پر وہ چلا گیا۔ کافی دیر کے بعد آقا اس کے ساتھ ایک نوجوان خوبصورت لڑکی تھی۔ لڑکی سے پوچھا کیا تو اس نے کہا۔ ہاں خوب جانتی چھاتی ہوں سوال کیا کہ تم اس شخص سے دلچسپی رکھتی ہو؟ کہنے لگے۔ بالکل نہیں یہ خود ہی دیا ہے بنے بھرتے ہیں اس جواب پر وہ حضرات چراغ پا ہو گئے۔ کہنے لگے کہ یہ تو میری محبوبہ نہیں ہے تو اس کی چھوٹی بہن کا ہنر او ہے وہ تو مجھ سے بہت محبت کرتی ہے اور اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔ یہ اپنی ذہنیت کا پہلا تجربہ تھا۔ اس کام میں دھوکہ بھی بہت ہیں۔ ہاں ہے تو اس کی اور روح کو آجاتی ہے کوئی اور روح! اور پھر بار بار تنگ کرتی ہے۔ آخر محاضرات کے عمل کو ختم کر دینا پڑا۔

لے کر غصہ کر لیں۔ تاکہ ہم آچکھ روشن دے سکیں۔ یہ بھی عرض کروں۔ کہ شام کو رات اپنے عامل کے ساتھ جسمانی روپ میں بیوی کی حیثیت سے رات ہی ہے۔ اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اب تک کوئی روح نہیں دیکھی نہ کسی کی آواز سنی یا خوشبو گھنسی ہے اس لئے بعض اوقات شلوک پیدا ہو جاتے ہیں اور کسی کے سامنے حاضرات کا وجود بھی نہیں کر سکتا۔

یہ بیان ہے کہ ہر رات چار ڈالے ڈاکٹر فیم کا وہ اپنے بچے تکمیل کے ذریعہ حاضرات کا عمل کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میرے قبضے میں سترہ بچے کیا ہیں سولہ بچے کیوں کہ قتل جاتا ہے۔ اور سترہ ہویں چکی انسان ارواح سے تعلق رکھتی ہے۔ نہ میں نے چھانا نہ انہوں نے وضاحت کی کہ چکی سے ان کی کیا مراد ہے۔ اتنے بڑے بڑے معاملات ایک بچے کی معرفت طے پاتے ہیں وہ بچہ طلب کردہ روح کو جسے وہی اس کے جوابات سن کر حاضریں کو مانتا ہے۔ وہی مردوں کا علیہ بیان کرتا ہے اس سوجنے کے معاملے میں کتنے شہادت پیدا ہوئے؟ مجھے اور آپ کو کبھی خود بہتم حاضرات ڈاکٹر فیم کو ادھر خود قرائی ہیں کہ بعض اوقات شلوک پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ میں نے نہ کسی روح کو دیکھا نہ کسی آواز سنی نہ کسی خوشبو گھنسی کی، جب خود ڈاکٹر فیم کا عالم تذبذب ہے۔ تو میں اور آپ کیا فیصلہ کر سکتے ہیں!

مرچو

ابا بل فراموش گری میرے والدین پر رحم کر

بقول خود اسیر جسم احمد غزالی ایلہ و کیث (دارالعرفان بھادپور) لکھتے ہیں کہ

اپنے مشاہدات و تاثرات اور تجربات کو بہت حد تک محفوظ کر چکا ہوں۔ جن کیفیات کا ذکر افشایا ہے ان کی تفصیل کی طرح بیان کروں سوچنا ہوں کہ تجربے کا پڑا ہی اکتھا کر کروں۔ بہر حال اپنی کتاب کا پہلا ورق سن و عن نقل کر کے بھیج رہا ہوں۔ وہ جاڑوں کی سرد رات تھی۔ پچھلی رات ایک اچانک میری آنکھ کھلی گئی۔ تو میں نے اپنے بستر کی باقی طرف ایک سایہ کھڑا پایا۔ وہ باریک نورانی تاروں سے بنا اور بنا ہوا تھا۔ میں مضطرب کر رہ گیا۔ فافوس انسانی خداوند کو اپنے سامنے دیکھ کر امیری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کچھ عرصہ پہلے اس بستی کو بھر دھاک گیا تھا۔ وہ سایہ

شروع تھا مگر اس میں کوئی ان دیکھی ان جانی زندگی کا لڑھکائی۔ پھر دفعتاً میری ساری قوتیں جواب دینے لگیں۔ شاید میری کمزور روح اس عجیب و غریب شہادہ کی تاب نہ لاسکی۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر آنکھیں ڈھانپ لیں۔ لیکن سایہ میرے ذہن پر نقش ہو چکا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں بند آنکھوں سے اس سایے کو تک رہا ہوں۔ وقت گزر گیا لیکن آج بھی تصور کر رہا ہوں۔ تو ذہن میں وہی احساسات شدیدہ تازہ ہو جاتے ہیں۔ شاید موت کی آخری لپٹی تک میں اس روحانی تجربے کو فراموش نہ کر سکوں!

انجمن معرفت الروح

مختار وحید کا شمار ایران کے درجہ اول کے ادبی و علمی جرائد میں ہوتا ہے۔ یہ رسالہ تہران (خیابان شاد کوئے جم) سے شائع ہوتا ہے اس کے سرورق پر درج ہے ”نشریہ دانش پر وہاں“ یعنی ایرانی دانشوروں کا ترجمان“ مختار وحید کا شمار ۲۱۰ میں سرنگرمہ مظہری نے انجمن معرفت الروح کے عنوان سے ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے۔ یہ انجمن انگلستان کی مشہور ممتاز مجلس تحقیقات نفسیہ یا S.P.R (سائیکالوجی فار سائنٹیفک ریسرچ) کے طرز پر قائم کی گئی ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ حاضرات ارواح کے بارے میں علمی اور سائنسی تحقیقات کی جائے۔ سرنگرمہ مظہری کو مضمون کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے ”کیا ارواح کے انسان کا واسطہ ہیں؟ کیا یہ انسان بھی تک طے نہیں ہوا اور طبی نقطہ نظر سے ارتباط ارواح کا قطعاً مثبت ثبوت کرنا قابلِ اذیت ہے۔ تاہم چونکہ ہر شخص ک وحیات بعد الممات سے مسئلہ سے دلچسپی ہے۔ بنابرین ہم اس موضوع سے قطع نظر نہیں کر سکتے۔ مضمون نگار نے بطور پرکھا ہے کہ پراسرار علوم (حاضرات ارواح) کو غیرہ عام مطالعہ عام لوگوں کے لئے پریشانی اور پیسہ مانگنا کا سبب بن سکتا ہے۔ اور نہ اپنا درو حانیت کے پردے میں لوگ جن کی (عاطلی رجحان) قابلِ غور کیا گر، رجال، ساحر، دست شناس اور فہم دان بن کر عوام کو خوب متنبہ کرتے ہیں۔ میں نے عارف العادات (پراسرار علوم) کی تحقیقات میں کافی وقت صرف کیا۔ لیکن اس موضوع میں یہ تجربات موقوف کر دیے۔ کیونکہ روحانی تجربات کیلئے جس

روحانی استعداد اور طہارت نفس کی ضرورت تھی۔ میں اس سے محروم تھا۔ بہر حال ان تجربات سے مجھے جو دولت نصیب ہوئی ہے۔ وہ ذات پاک اعدیت پر یقین کامل ا خدمت خلق کا جذبہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی آرزو اور تقاضا ہے۔ (۱۳) اور شخصی قیام تہران کے دوران میرا تعارف دوست محمد معری سے ہوا۔ اور انھیں کی معرفت انجمن معرفت ارواح سے شناسائی ہوئی۔ اس انجمن کے چلنے پھرنے میں دو بار منزل و حیدر الدولہ سعد میں مقفد ہوتے تھے۔ وحید الدولہ سعد کے صاحبزادے آقا حسن سعد دونوں نے اس سلسلہ میں کافی پیش رفت کرتی تھی اور وہی ان مجلسوں کے مدبر و مجتہد بھی تھے۔ ایک نو جوان و شہزادہ میثمؒ یا "وسید" کے فرانسس انجمن و حتی تھی۔ ان مجالس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ شرکاء مجلس کو ہم خلاق رہیں مگر اور ہم خیال ہونا چاہئے۔ یہ مجالس خاموشی و پرسکون جگہ پر کی جاتی ہیں۔ بہتر ہے کہ کمرہء محاضرات میں خوشبوئیں اور مجمرات (لوبان)۔ عود۔ وغیرہ۔ جلائے جائیں تاکہ کمرہء محک اٹھے محمد معری، رفیقا و رشتہ دار ہیں کہ محاضرات کی مجلس کا آغاز حمد و دعا سے ہوتا ہے۔ آقا زہر ہوتے ہی کمرے میں سکوت چھا جاتا ہے۔ پھر آقا حسن و حیدر الدولہ پوری نیکوئی سے دھنیق مناجات یا دعا پڑھتے۔ یہ ایک کسی ادارے کے مدیر میثمؒ (کہ اک نو جوان لڑکی تھی) کا داہنا ہاتھ حرکت میں آ جاتا۔ میثمؒ کے سامنے سادہ کاغذ رکھے ہوتے۔ اور وہ بے اختیار کاغذ پر لکھنا شروع کر دیتی۔ اس لڑکی کے بارے میں (جو وسیلہ معمول کا میثمؒ کے فرانسس انجمن میں تھی) یہ تاویذ ضروری ہے کہ اس کی تعلیم بہت معمولی ہو مگر معری کے الفاظ میں "خاتم مدیم کے تحصیلات شان کی بالاتر از دورہ ابتدائی بود، بالینا بہرہ وادیے علمی تکتے اور فلسفیانہ صداقتیں تحریر کرتی کہ عقل جبران رو جاتی۔ میں نے چند سال تک مجالس محاضرات ارواح میں شرکت کی اور یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میثمؒ معمول سے سوالات تکتے جاتے تھے۔ ان کا جواب کوئی اعلیٰ تر ذہن یا ترقی یافتہ روح ہی دے سکتی تھی۔ ان مجالس میں مرحوم وحید الدولہ کی دختر (جو ایم زادہ محمد اللہ کی دوگاہ کے اندر اپنے جہر تہران میں دفن ہیں۔ اور جن کی وفات زہر خوردنی سے ہوئی تھی) کی روح میثمؒ کے ذریعہ حاضرین کے سوالوں کے جواب گھسواتی تھی۔ اس طریقہ کو تحریر خود کار یا آٹو ٹیک رائلنگ کہتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ روحانی معمول (میثمؒ) اپنی

پوری توجہ کسی ایک خط یا مرکز پر مرکوز کر دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ اپنا داہنا ہاتھ سر اور بے جان ہونے لگتا ہے۔ جیسے اس میں کوئی شے ناویہ قوت سرایت کر گئی ہے۔ معمول کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے اور قلم خود بخود کاغذ پر چلنے لگتا ہے۔ تصور کیا جاتا ہے کہ معمول کے ہاتھ عالم ارواح کی کوئی اعلیٰ مخلوق حسب مطلب و مرام استعمال کر رہی ہے۔ اور جو کچھ لکھا جاتا ہے اس کا سرچشمہ معمول کا ذہن نہیں۔ وہ روحانی ذہن ہے۔ جو معمول کے ہاتھ یا اعصاب پر مسلط ہو گیا ہے۔ از خود نویس (آٹو ٹیک رائلنگ) کے عالم میں معمول پر غور یہی عملی طاری ہو جاتی ہے۔ کہ سعدی، حافظہ اور خیام۔ کی ارواح مہارک سے رابطہ پیدا کر لیا جائے۔ محاضرات ارواح کی مجالس میں بھی ان بزرگوں کی ارواح مقدس بطور فراموشی ہیں مگر بزرگ سعدی کی روح پاک سے جب بھی سوال کیا جاتا ہے وہ اعلیٰ مجلس کو نصیحت کرتی۔ کہ کز دروں کی مدد اور عاجزوں پر رحم کریں۔ اور دوسروں کے حقوق کا پاس لحاظ رکھیں۔ یہی سعدی بذلک اس کی روح لطیفہ بھی بنتی ہے۔ جن لوگوں کو محاضرات ارواح کی مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ہم واقعی شیخ بزرگ سعدی ہی کی روح سے مخاطب ہیں۔ بخوبی جانتے ہیں کہ کز دروں کے مجلس ان مجالس میں داخلت کرتی ہیں۔ اور اپنے لفظ سلسلہ نام بتا دیتی ہیں۔ چنانچہ یہ جانتے کے لئے کہ شیخ بزرگ سعدی ہی کی روح سے مخاطب ہیں۔ کیا جانتا کہ کلیات سعدی کی کسی ایک غزل کا مصرع پڑھا جاتا اور اس کی جانی کمر اس کا دوسرا مصرع لکھا دیا جائے۔ یا مصرع بار بار روح کا احقان کیا جاتا اور کز دروں کا مجلس اس نتیجہ پر پہنچے کہ واقعی میثمؒ کے ذریعہ سوال و جواب کرنے والی روح شیخ بزرگ سعدی ہی کی ہے۔ کوئی آوارہ گرد روح نہیں جو ذرا نکرہء محاضرات میں گھس آئی ہے۔ یہ سارے میثمؒ ہے کہ سعدی کی کلیات اور کلام اس وسیلہ کی ذہنی سطح سے نکلیں بلکہ یہ محمد معری کے اپنا بیان ان الفاظ پر مضم کیا ہے کہ بہر حال اچھ مسلمان است۔ بھکارا میں قبیل اقامتات و عرض چہار سال کو پیک ترین تر دے برائے صحت امکان ارجو بلکہ ارواح برائے سابقہ کھدا است است یعنی یہ طے ہے کہ چار سال کی مدت میں ان اقامتات کی بھکارے کے بعد میں ذرا بھی شبہ باقی نہیں رہا کہ دعوں سے رابطہ ممکن ہے۔ محاضرات ارواح کی مجالس میں خود کار تحریر کے ذریعہ حیات بعد المات کے بارے میں جو

مرچو
پر والدین

کرتے رتو رتو انفرادی روحوں کا درجہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ عہد قدیم کے انسانوں میں اب تک گروہی روح کے آچار پائے جاتے ہیں۔ لیکن ترقی یافتہ انسان کے جسم میں کسی انفرادی، شخصی اور ذاتی روح ہوتی ہے۔ البتہ بعض موقع پر ترقی یافتہ انسانی جماعتیں بھی گروہی روح کے زیر اثر کام کرتے لگتی ہیں۔ جبکہ عرخیام مرتضیٰ علیہ نے روح ذاتی، روح حیوانی اور انسانی روح کے بارے میں جواکشافات کئے ہیں۔ اسے اپنی ترقی یافتہ لاشعور کے مسئلے کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ کارل ٹیگ (مشہور نفسیات داں) کا بیان ہے۔ کہ انسان کے ذاتی لاشعور کا سرچشمہ اجتماعی لاشعور ہے۔ اور قوموں کا اجتماعی لاشعور ان وہام، جذبات، تاثرات، اور تصورات سے مرکب ہے۔ جو انہیں انھوں سال کے تجربات زندگی کے نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں۔ عرخیام کی ان وضاحتوں کو سمجھنے کے لیے ۱۳۳۳ عیسوی کو پھر ان کی روح مقدس و مہارک سے سوال کئے گئے۔ حکیم عمر خیام نے اس مجلس میں بتایا کہ قدرت کا منصوبہ تحقیق و ارتقاء ہے جو وسیع اور پیچیدہ ہے۔ مثلاً نوع انسانی نے بددیانت (جنگلی زندگی) سے ابتداء کی۔ اور وہ آہستہ آہستہ حیوانات سے انسانیت کی طرف سفر کر رہا ہے۔ یعنی وحشت سے شہریت۔ اخطا سے ارتقاء اور زوال سے کمال کی سمت میں لیکن ترقی کا یہ منصوبہ کہ کائنات تک محدود نہیں۔ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ زمین پر حیات کیلیف فعل میں پائی جاتی ہے۔ لیکن رتو رتو حیات کیلیف سے لطف تر ہو جاتی جلی جاتی ہے۔ اس عالم تک۔ وحشت سے عطا اور بہشت کی دنیا تک ہیں (برسر کے حیات کیلیف مشہور ہیں) انسانی روح اس جسم خاکی کی پٹھانک اتار کر جسم نورانی کا لباس اڑھ لیتی ہے روح سواری (مرکب) سے لطف تر اور ترقی تر ہوتی ہے۔ ہمارے ظاہری جسم بھی خاک میں مل جائے گا دوسرے عالم میں روح کو لطف تر جسم حاصل ہوگا۔ اسی طرح روح کی ترقی کے ساتھ جسم کی نویسن یعنی اسکی لطافت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ تا نکا انچا اندر رو ہوا جائے اس شرم!

سیاروں کی مخلوق

اس سوال کا کہ کیا مخلوق دنیاؤں اور سیاروں میں زندگی کا وجود پایا جاتا ہے۔ عرخیام نے

معلومات حاصل ہوئی ہیں سر لکشمی ملہری بازداشت (ریچازڈ) نے ان کا خلاصہ اس طرح کیا ہے کہ:

مسلسل ترقی پذیر

روح جسم خاکی سے جدا ہو جانے کے بعد مسلسل ترقی پذیر رہتی ہے۔ البتہ اس عالم کی مفصل کیفیات کا اندازہ ممکن نہیں۔ ارواح کے درمیان صرف قوت ارادہ کا فرق ہے اور اعزہ اور قوی (ارادہ رکھنے والی روہیں) اور ذیہ اعلیٰ پر فائز تر ہوتی ہیں۔ اور کمزور ارادہ رکھنے والی روہیں زمین سے بندہ کر رہ جاتی ہیں۔ انہیں آوارہ گرد ارواح کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ روہیں ہیں جب انسانوں بلکہ حیوانوں تک کے لئے باصفا آواز رفتی ہیں۔ آسیب زندگی کے اکثر واقعات انہی بد نصیب روحوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ سر لکشمی ملہری (ریچازڈ) لکھتے ہیں کہ ۳۰ تاریخ مہرہ ۱۳۳۲ عیسوی کو حکیم عمر خیام کی روح سے حسب ذیل سوالات و جوابات ہوئے۔ انہوں نے خود کار تحریر کے ذریعہ لکھوایا کہ عبادات (منگ و شست) میں روح کا جو دو ثابت نہیں۔ نباتات (سبز و درخت) میں اجتماعی روح (گروپ سول) پائی جاتی ہے البتہ حیوانات کے ہر کردہ کی روح (گروہی روح) مستقل ہوتی ہے۔ اصل الفاظ مصنف کے یہ ہیں کہ ذلے انواع مختلف حیوان دارائے ہر ایک درجہ یعنی مستند و فائز حیوانوں کی گروہی روح ترقی کرتی اور انفرادیت حاصل کر لیتی ہے۔ اس ضمن میں کواکب اور روشن اجرام (ستارے) یوں کہیں کہ حیوانیت کی تمام اقسام (سبزیاں، مچھلیاں، گھاس، گائے، درخت) کی روح ایک ہے۔ یعنی اجتماعی یعنی نباتات سب ایک ہی روح حکیم کا منظر کامل ہیں۔ جسے ہم روح نباتی کہہ سکتے ہیں۔ حیوانات کے ہر کردہ مثلاً کھینوں کے چھتے۔ سانپوں کے گردے۔ مچھلیوں کے دھتے۔ بھیروں کے گردے۔ غرض جانداروں کی تمام قسمیں خواہ وہ دیکھنے والے ہوں۔ اڑنے والے ہوں۔ پانی میں تیرنے والے ہوں۔ کسی ایک مستقل روح ہوتی ہے۔ جسے گروہی روح کہا جاتا ہے۔ یعنی ہر کردہ (جسم، وضع، فعل و صورت اور جنس) کے حیوانوں کے جسموں میں ایک روح ہوتی ہے۔ البتہ ہر حیوان کی کجالت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اس گروہی روح کو انفرادی روح کے درجے تک پہنچا دے۔ چنانچہ روح حیوانی ترقی کرتے

انہما میں جواب دیا۔ اور یہاں تک کہا کہ غرض و سرچ تک میں لطیف نورانی حقوق آباد ہے۔ اور وہ پورے نظام کشی کو چلاتی ہے۔ ۲۰ اردی بہشت ۱۳۳۳ ہجری کو مگر محاصرہ ارواح کی مجلس منعقد ہوئی۔ اس مجلس میں مہر خیاں سے سوال کیا گیا کہ اگر آزاد کو کم سے بتائے کہ زمین پر زندگی بسر کرتے ہوئے آپ کے اعداؤ فکر میں کیا کیا تہذیبوں واقع ہوئی تھیں۔ اس سوال کے جواب میں اس حکیم فرزانه نے میزیم کے ذریعہ گھوٹا کی میری طرف جتنی رہا محال منسوب کی جاتی ہیں۔ وہ سب کی سب میری نہیں ہیں البتہ جو زمانہ میری ہیں ان سے میرے بدلے ہوئے اعداؤ فکر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ شروع شروع میں اس مہد کے مزاج اور مذاق کے مطابق فلسفہ و مذہبی تھا۔ اور ان تمام اوپام پر عقیدہ و رکھتا تھا۔ جو عام انسان نے تراش رکھے ہیں۔ لیکن جب میں نے ریاضیات اور نجوم کا مطالعہ اور مختلف مذاہب اور عقائد کا باہمی مقابلہ کیا تو مذہب سے حق بیزار ہو گیا۔ اس زمانہ کی مختلف ریاضیوں میں لائونجی کے خیالات کی فراوانی ہے اور مشرق و مغرب کا مذاق الا اڑا گیا اس زمانہ میں میرا عقیدہ یہ تھا کہ انسان مری جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میرا لہجہ سچ ہو گیا تھا۔ لیکن جوں جوں عالم فطرت کے متعلق میرے مطالعہ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مجھے احساس ہوا کہ ایک عظیم و عجیب نظام ہے۔ جو انتہائی قاعدہ اور باقاعدہ ہے۔ ہے۔ عقائد کی اور کھراؤ صرف انسانی معاشر میں پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد میں نے فلسفہ محض اور اسات کا مطالعہ شروع کیا تو اس نتیجہ تک پہنچا کہ عالم قلاب ہے اور دروں شراب!

انسان پھر دلی ہوسہ ہے
کافی چہ ہوا آدم خاک خیاں
کلاب پرستے ہوسہ ہے
قافوں خیالی و چارہ ہوسہ

میچ آف دی ورلڈ

میرے مرحوم چچا جان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ بہت جلدی پر ہیزار کار اور عابد وزاہد بزرگ تھے۔ وہ چہرہ شریف خلیع کبیل پور ہیں جن میں میرے بھائی م۔ الف وہی گھبرا ہیں۔ ایک دفعہ شام کو مسجد میں گئے تو وہ۔ نان پڑی تھی۔ اور مگر دیکھا تو دم بخود ہو گئے۔ دیکھا کہ چچا جان مرحوم مسجد

میں بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے۔ انہیں خیال آیا کہ یہ تو فوت ہو چکے ہیں یہ کوئی قرآن پڑھ رہا ہے انہوں نے بھانجا چاہا مگر انگوں میں سکت نہ تھی۔ شکل کھڑے تھے۔ اسے میں چچا جان مرحوم انہیں اشارے سے پاس بلا دیا۔ جب وہ قریب آئے تو ان کے سر پر دست شفقت پھیرا۔ سگرائے اور نظر سے اوجھل ہو گئے۔ یہ سن کر اس کے ایک خط (مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۱ء) کا اقتباس ہے۔ مکتوب نگار کا تعلق ایک مشہور خانوادہ تصوف و دروہانیت سے ہے۔ مولانا محمد یوسف بدوئی (جن کے نام نام سے نودائون کو منسوب کر کے بخوری نائون کا خطاب دیا گیا ہے) آپ کے قریب ترین عزیز تھے۔ اب اس رخ کے اس بیان کے روشنی میں مشہور عالم خیر رساں انجمنی رائلز کی نشر کردہ رپورٹ پڑھے۔ یہ رپورٹ اس کاٹنرٹس کے متعلق ہے۔ جو آسٹریا کے مشہور شہر Innsberuck میں منعقد ہوئی تھی۔ یہ شہر برف پر پھسلنے کے مقابلوں کے لئے عالمی شہرت رکھتا ہے۔ آسٹریا میں دنیا بھر کے ایک ہزار چوٹی کے سائنسدان، علماء و فلسفیات، ڈاکٹر اور دینی رہنما، حیات بعد الممات کے مسئلے پر غور و بحث کر کے لئے جمع ہوئے تھے۔ ایک ہفتے تک یہ مباحثہ جاری رہا۔ بحث کا خصوصی موضوع تھا کہ نزع کے عالم میں انسانی ذہن جن مناظر سے کیا یک دو جا رہا ہے۔ ان کی اصلیت و حقیقت کیا ہے ظاہری موت کے بعد جن لوگوں کو طبی امداد سے زندہ کر لیا گیا تھا ڈاکٹر و نئے اللہ کے کماؤات کفایت سے قلمبند کیا ہے۔ ان سب کے حقائق میں سمجھت انگیز مشابہت پائی جاتی ہے۔ اب اس کو مرنے کے بعد (حالانکہ موت کا وقت بہت جلد ہے)۔ یکساں تجربات سے گزرنا پڑا۔ آسٹریا کی ہفت روزہ کاٹنرٹس کے بعد اس کے ترجمان نے اعلان کیا کہ ان حقیقتات کے نتیجہ میں بہت سے سائنسدانوں اور علماء و فلسفیات کو یقین ہو گیا ہے کہ زندگی کا خاتمہ قہر پر نہیں ہو جاتا، بلکہ اس کے بعد بھی حیات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

موت اک زندگی کا پتہ ہے
میت آئے جہلی سے م نگر

ممتاز عالم فلسفیات ایڈمز برنٹ نے اعتراف کیا ہے کہ کاٹنرٹس کے بعض شرکاء ان حقیقتات سے مطمئن نہیں۔ انہیں اب تک موت کے بعد زندگی کا تصور سنا نظر آتا ہے۔ البتہ سائنسدانوں کی

اکثریت زندگی بعد از مرگ کے امکان کا تسلیم کرنے لگی ہے۔ ڈاکٹر کارلس ارمز نے اس قسم کے ایک ہزار معاملات کی چھان بین میں کہا سلاقی ہوٹم پر انہیں نہیں لینے آئے ہیں بعض عیسائیوں نے جان کیا کہ انہوں نے اس عالم میں خود حضرت عیسیٰ کی زیارت کی۔ ڈاکٹر اورمز۔ امریکن سوسائٹی فار سائنسیکل ریسرچ کے سربراہ ہیں۔ ان تمام حقیقت کی گہرائی کے فرائض انہوں نے اٹھایا دیتے ہیں۔ اس کا نظریں کے ایک مندرجہ۔ جان کووچ نے بتایا کہ مجھے یاد ہے کہ میں اپنے جسم سے باہر نکل گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر میری جان بچانے یعنی دوبارہ زندہ کرنے کی سرور ڈکوشن کر رہے ہیں۔ جب مجھے اندازہ ہوا میں جسمانی طور پر مردہ مگر حقیقتاً زندہ ہوں۔ تو مجھ پر دوا اور لافانی مسرت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ لیکن جو بی ڈاکٹر کی ڈکوشن سے مجھے اپنے جسم خاکی میں واپس آنا پڑا تو بے حد تکلیف اور درد محسوس ہوا۔ ڈاکٹر ریخ کا بیان ہے۔ کہ انسمرک کے اس اجتماع میں ایک ہزار اہل علم اور طب و نفسیات کے محقق جمع ہوئے تھے۔ اکثریت کو اس حقیقت پر ایم کے نتائج سے اتفاق تھا۔ البتہ بعض نے سر کے بی اٹھنے والوں کے بیانات کو مسترد کر دیا اور مطالبہ کیا کہ حیات بعد اموات کے ثبوت کے لئے زیادہ مستحکم امور کا قابل تردید شہادتیں پیش کی جائیں۔ مگر یہ ممکن نہیں ڈاکٹر ریخ کہتے ہیں کہ روحانیت تو روحانیت ہمیں طبیعت میں بھی ان چیزوں کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ جو آنکھ یا آواز سے نظر نہیں آتیں (مثلاً) ایشیروان کا بڑا بارے) البتہ محقق اور سر موہط تھا لوں کے میں ان کے جوڑی تھیں کہ نہ پڑتی

ہے۔ چند سائنسدانوں نے ان واقعات کی تو جیسا طرح کی ہے۔ یہ لوگ وہ ہیں۔ جن پر موت کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ اور ڈاکٹر وں نے ان کی طبیعت کی تھدیق کر دی تھی۔ مگر بعد کو ان کے ترقی مرد میں جان پڑ گئی۔ سوال یہ کیا گیا ہے کہ موت کی حالت طاری ہونے کے بعد انہوں نے کیا دیکھا اور کیا محسوس کیا؟ سب کا بیان یہ تھا۔ کہ موت کے بعد انہوں نے نہایت مطلق کی دوا اور فرحت انگیز کیفیت محسوس کی۔ اس عالم میں اپنے مرحوم عزیزوں سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تمہارے لئے دعاؤں کے مڑوے اور بشارتوں کے وعدے لائے ہیں۔ اس اجتماع میں مسٹر رز لینڈ کے ایک ماہر تعمیرات نے اپنے تجربات بیان کئے۔ یہ صاحب سڑک کے

ایک حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔ اور ان کی موت کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ زندگی باقی تھی کچھ گئے۔ ان صاحب نے اعتراف کیا کہ قید جسم سے آزاد ہو جانے کے بعد۔ انہوں نے جب روحانی بشارت محسوس کی۔ بعض نفسیات دانوں کا بیان ہے۔ کہ نزع میں حلقہ افراد کو جو خاطر نظر آتے ہیں۔ وہ درحقیقت ان کے ذہنی حلقہ کو اور سماجی روایات کا عکس ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعد وہستان اور امریکہ کے ان افراد سے اعتراف ہوا ہے۔ کہ جو مر کر ہی اٹھے تھے یہ لوگ مختلف الحلقہ کو اور معاشرے سے تعلق رکھتے تھے۔ تاہم حیرت یہ ہے کہ سب نے (ظاہری موت کے بعد) ایک تیز چمکدار روشنی دیکھی اور اپنے کورسٹ جاودانی کے سمندر میں غرق پایا۔ بہت سے مرنے والوں نے اپنے مرحوم رشتہ داروں سے ملاقات کی۔ ڈاکٹر وں کا بیان ہے کہ نزع میں بتاؤ کہ جو نشہ آور دوا میں دی جاتی ہیں مثلاً مارفین ان کے سبب یہ صورتحال پیش آتی ہے۔ کچھ ڈاکٹر وں کی رائے ہے کہ چاگنی کے مرطے میں دماغ آسکین سے خالی ہو جاتا ہے اور یہ بات کائنات نظر آتے ہیں۔ انسمرک کے کا نظریں "ایلی آف وی ولڈ آرگنائزیشن" کے تحت منعقد ہوئی تھی۔ کاغوض کے مباحث کا پھر یہ ہے کہ زندگی بعد از موت کا موضوع مزید تحقیق کا مستحق اور حجاج ہے۔ اور اب صرف اتنی بات رہ گئی ہے کہ اس غیر معمولی نفسیاتی مظہر (حیات بعد اموات) کی سائنسی تصدیق کے واسطے کیا فراموشی کا جائزہ لیا جائے۔ یہ سوچ اور امریکہ کے جدید سائنسدانوں اور علمائے نفسیات کی حقیقت اور نظریات کا خلاصہ

میں شہلا ہزار داری ایم۔ ایس۔ سی (ناجم آباد کے کسی کالج سے) لکھتی ہیں کہ

انسمرک کا نظریں کے بارے میں جو کچھ چھپ رہا ہے (اس سلسلے میں تیز دیک اور ناظم نے بہت کچھ لکھا ہے)۔ ہمیں اس تجربہ نفسیات کی روشنی میں کرنا چاہئے۔ نفسیات کی ایک طاہر حیثیت سے مہرا خیال یہ ہے کہ نزع کے عالم میں جن مشاہدات اور مظاہروں سے سابقہ پڑتا ہے۔ یعنی نام نہاد موت کی ہیوشن میں جو کچھ دیکھا اور سنا جاتا ہے۔ وہ سب کے سب ہمارے لاشعور کی صدا ہے بازگشت ہوتی ہے۔ اور کچھ شخص اموات کا لفظ سننے کی دل و دماغ میں مثل چل ہی جاتی ہے اور وہ تمام کہانیاں یاد آ جاتی ہیں۔ جو ہم نے گہوارہ عقلی میں بتائیں اور دلوں سے سنی

Hazraat-e- Arwah



Written by :
Rais Amrohvi

مصنف کی دیگر کتابیں

1 - بنیات 7 - جہات

2 - عذاب قتل دین پر 8 - مباحثہ فرما آمین
3 - مظاہر نفس 9 - عالم برزخ

4 - لے سانس بھی آہستہ 10 - نفسیات و مابعدالطبیات

5 - توجہات 11 - عالم ارواح

6 - مراقبہ 12 - قطعات



WELCOME BOOK PORT

Main Urdu Bazaar, Karachi Pakistan

Tel: (92-21) 32633151, 32639581 Fax: (92-21) 32638094

Email: welbooks@hotmail.com

Website: www.welbooks.com

ISBN: 978-996-906-659-9